
عمران سیریز
مظہر کلیم ایم اے
ویڈ باس

چند باتیں

معزز قارئین! نیا اور اچھوتا ناول "ویدر باس" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میری ہمیشہ سے ہی کوشش رہی ہے کہ ایسے بین الاقوامی مجرموں سے آپ کا تعارف کراؤں جو جرائم کی دنیا میں جدتوں کے قائل ہوں۔ اب وہ زمانہ چلا گیا کہ مجرم ہمارے اڈے چھوٹے تانگے پر سوار گٹھڑی اٹھائے بھاگ رہے ہوں اور جاسوس جوتی ہاتھ میں لئے پکڑو پکڑو کا شور مچاتا ہوا اس کے پیچھے پیدل ہی بھاگ رہا ہو۔ اب تو مجرم ایسے ایسے انوکھے اور جدید انداز میں سامنے آتے ہیں کہ ان کی اس جدت طرازی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔ موجودہ ناول میں بھی مجرموں نے موسم کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جی ہاں وہی موسم جس پر ہم اور آپ کوئی توجہ نہیں دیتے کہ جناب ٹھیک ہے۔ موسم تو بدلتے ہی رہتے ہیں۔ مگر جب موسم مجرموں کی مرضی سے بدلنے لگیں تو پھر اس ملک کا کیا حشر ہوتا ہے اور اس موسم سے کیا کیا فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں۔ اس ناول کے پڑھنے کے بعد ہی آپ کو پتہ چلے گا۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ اس اچھوتے آئیڈیے پر یہ ناول اس قدر بھرپور ہے کہ آپ کو وہ چیز مل جائے گی جسے آپ ایک معیاری ناول میں پڑھنا چاہتے ہیں۔

محترم قارئین! زمانے کے انداز تیزی سے بدلتے جا رہے ہیں، اب وہ مجرم تو جرائم کی دنیا میں مجرم ہی نہیں کہلاتے جو منشیات کی سمگلنگ کرتے ہوں۔ وہ چاہے قتل کر لیتے ہوں یا پھر کسی ہوٹل کے تہہ خانے میں جوا کھلاتے ہوں۔ اب تو ایسے مجرموں کا دور ہے جو پورے ملک پر خدائی قہر بن کر ٹوٹتے ہوں۔ جو آناً فاناً حکومتوں کو تہہ و بالا کر دینے کی ہمت رکھتے ہوں۔ جو اس بھرپور انداز میں حملہ کرتے ہوں کہ سیکرٹ سروس، پولیس اور انٹیلی جنس بغلیں جھانکتی رہ جائے۔ اور ویدر پاس کے مجرم تو ان سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ ایسے خوف ناک انداز سے یہ سامنے آتے ہیں کہ دل دہل جاتا ہے۔ اور ذہن مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر ہر فرعون را موسیٰ کے مصداق عمران کی خداداد صلاحیتیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور پھر ان خوف ناک مجرموں کے خطرناک ترین منصوبوں کا تار و پود کچھ اس طرح بکھر کر رہ جاتا ہے اور انہیں بغلیں جھانکنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو پھر آئیے ناول شروع کیجیے اور خود ہی فیصلہ کر لیجیے۔۔۔۔۔۔۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

دارالحکومت آج کل شدید گرمی کی زد میں تھا۔ درجہ حرارت روزانہ اس حد تک بڑھ جاتا تھا کہ لوگ الامان الامان پکار اٹھتے تھے۔ دوپہر کے وقت تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے سورج سوا نیزے پر آ گیا ہو۔ گرمی اس حد تک بڑھ گئی کہ عمران کی کھوپڑی بھی چلبلا اٹھی۔ چنانچہ اس نے کسی ایئر کنڈیشن سینما میں بیٹھ کر فلم دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ بیٹھنے کو تو وہ کسی ایئر کنڈیشن ہوٹل میں بھی بیٹھ سکتا تھا مگر اچانک اس کے ذہن میں فلم کا خیال آ گیا۔ اور پھر یہ خیال پتھر پہ لکیر کی طرح اس کے ذہن میں جم کر رہ گیا۔

مدت سے اس نے کوئی فلم نہیں دیکھی تھی۔ اُسے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ فلم کا خیال ذہن میں آتا۔ آج کل سیکرٹ سروس قطعی فارغ تھی۔ شاید شدید گرمی نے مجرموں کو بھی کونے کھدروں میں چھپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے فلم دیکھنے کا موڈ بنایا۔ اور پھر اس نے گیراج سے سرخ رنگ کی سپورٹس کار نکالی اور سیدھا لیرک سینما کی طرف چل دیا۔ لیرک سینما کے کمپاؤنڈ میں اس نے کار پارک کی اور اتر کر سینما کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گیلری میں داخل ہوتے ہی اس کے لبوں سے بے اختیار سیٹی سی نکل گئی۔

گیلری میں رکھا ہوا ہاؤس فل کا بڑا سا بورڈ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ شاید اس

کی طرح دوسرے لوگوں نے بھی گرمی سے بچنے کے لئے سینما میں پناہ لے لی تھی مگر چونکہ وہ فلم دیکھنے کا موڈ بنا کر آیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ وہ واپس کیسے چلا جاتا باکس آفس کا بورڈ پڑھتے ہی وہ سیدھا منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ منیجر کے کمرے کا دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ منیجر کا کمرہ مچھلی بازار بنا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ گھسے ہوئے منیجر کو گھیرے کھڑے تھے۔ اور ٹکٹیں حاصل کرنے کے لئے اس پر دباؤ ڈال رہے تھے۔ منیجر بے چارہ بری طرح بوکھلایا ہوا تھا۔ وہ لوگوں کو ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہہ رہا تھا کہ سینما کی تمام سیٹیں بک ہو چکی ہیں۔ ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ مگر لوگوں کا اصرار جاری تھا۔ آخر تنگ آ کر منیجر نے ان سب کو بری طرح جھاڑ دیا اور چپڑاسیوں کو بلا کر ان سب کو باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔ دو چپڑاسی دھکے مار مار کر لوگوں کو باہر نکالنے لگے۔ عمران دروازے کے قریب کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ سب کھیل دیکھ رہا تھا۔ جب سب لوگ باہر چلے گئے تو وہ دونوں چپڑاسی اس کی طرف بڑھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بے حد جھنجھلائے ہوئے ہوں اور اگر عمران نے باہر نکلنے میں ذرا بھی پس و پیش کی تو وہ اسے اٹھا کر باہر پھینک دیں گے

"چلیں صاحب آپ بھی باہر چلیں" ـــــ ایک چپڑاسی نے کرخت لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران نے ایک نظر منیجر پر ڈالی جو اپنے دونوں ہاتھوں میں سر کو تھامے ہوئے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور پھر ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے باہر جانے میں کوئی اعتراض نہیں مگر ایک بار پھر اپنے منیجر سے پوچھ لو ایسا نہ ہو کہ تم سب کو سینما تو ایک طرف رہا شہر سے باہر نکلنا پڑے۔"

عمران کے لہجے میں ہلکی سی کرختگی تھی۔ اس کی اس بات پر دونوں چپڑاسی منیجر کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ منیجر نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور

پھر اس کے چہرے سے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ عمران کو پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں اجنبیت کی پرچھائیاں امڈ آئیں۔

"اگر آپ ٹکٹ لینا چاہتے ہیں تو میں معذرت خواہ ہوں اور کوئی حکم ہو تو فرمایئے" منیجر نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ وہ شاید عمران کی شخصیت سے متاثر ہو گیا کیونکہ عمران اس وقت سلیقے کے لباس میں ملبوس تھا۔

"میں ٹکٹ لینا نہیں چاہتا" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تشریف رکھیے۔ فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ـــــ منیجر نے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے کاروباری اخلاق برتتے ہوئے کہا۔ اور عمران بڑے وقار سے قدم بڑھاتا ہوا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ منیجر نے چپڑاسیوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور دونوں چپڑاسی خاموشی سے باہر نکل گئے۔

"آج کل بڑا رش پڑ رہا ہے صاحب صرف پندرہ منٹ میں ہاؤس فل ہو گیا ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں اگر آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہو" ـــــ منیجر نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ وہ یہ سمجھا تھا کہ عمران شاید کسی بزنس ٹاک کے لئے آیا ہے۔

"خیر تکلیف تو نہیں ہوئی البتہ دس منٹ کھڑا ضرور رہنا پڑا ہے" ـــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ـــــ منیجر اب اصل معاملے پر آ گیا۔

"میں فلم دیکھنا چاہتا ہوں" ـــــ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

اور منیجر عمران کا فقرہ سن کر یوں اچھلا جیسے اس کے سر پر اچانک بم پھٹ پڑا ہو اور پھر غصے اور جھنجھلاہٹ سے اس کا چہرہ سرخ ہوتا چلا گیا۔ مگر عمران بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا ہوا مسکراتی نظروں سے اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا۔

"مم . میں نے پہلے کہا تھا کہ میرے پاس کوئی ٹکٹ نہیں ہے" ——— منیجر کو اس حد تک غصہ آ گیا تھا کہ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے۔

"تو میں کب ٹکٹ مانگ رہا ہوں۔ میں نے فلم دیکھنی ہے بلیک کا اچار تو نہیں ڈالنا" عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

اور عمران کے اطمینان سے منیجر اور زیادہ تپ کر آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے غصے سے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں میرے پاس کوئی سیٹ نہیں ہے۔ شرافت سے باہر چلے جائیے ورنہ دھکے مار مار کر باہر نکلوا دوں گا"

منیجر شاید ضرورت سے زیادہ رنج زدہ تھا یا پھر وہ عمران کے اطمینان سے چڑ گیا تھا۔

"اگر سیٹ نہیں ہے تو سیٹ پیدا کرو اور دیکھو زیادہ شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اطمینان سے بات کرو ورنہ" ——— عمران نے منیجر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

نجانے عمران کی آنکھوں میں کیا چیز تھی کہ یا تو منیجر بری طرح چراغ پا ہو رہا تھا یا یکدم ٹھنڈا ہو کر کرسی پہ گر گیا۔ اس کے چہرے پر یکدم زردی سی چھا گئی۔ شاید یہ شدید غصے کا ردعمل تھا۔

"صاحب ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں" ——— منیجر نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہیں میرے لئے کوئی سیٹ خالی کروانی پڑے گی۔ میں ہر قیمت پر فلم دیکھوں گا" عمران نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کارڈ نکالا اور اسے بغیر دیکھے بڑی لاپرواہی سے منیجر کے سامنے پھینک دیا۔

منیجر نے کارڈ اٹھایا اور پھر جیسے ہی اس کی نظریں کارڈ پر پڑیں۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ چہرے کا رنگ یکدم فق ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کرسی سے اٹھ کر تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ اور دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی غیر متوقع ثابت ہوا۔ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ منیجر یہ حرکت بھی کر سکتا ہے۔ اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جب منیجر نے آگے بڑھ کر تیزی سے اس کے پیر پکڑ لئے اور اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔

"مجھے معاف کر دیجئے جناب میں بال بچے دار آدمی ہوں۔ مجھے مالک نوکری سے نکال دے گا۔ میری گستاخی معاف فرما دیجئے۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے" ——— منیجر نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے تیزی سے اس کو کاندھے سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ ارے اگر تمہارے پاس کوئی سیٹ نہیں ہے تو کوئی بات نہیں میں پھر کبھی فلم دیکھ لوں گا" ——— عمران نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ منیجر کی اس حرکت پر واقعی بوکھلا گیا تھا۔

"نہیں جناب میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ آپ فلم نہ دیکھیں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں ابھی ایک باکس خالی کراتا ہوں۔ آپ ذرا دو منٹ توقف کیجئے" ——— منیجر نے جواب دیا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

اور منیجر سنی ان سنی کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔

"کمال ہے ایک کارڈ نے کایا ہی پلٹ دی" ——— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اٹھ کر میز پہ پڑا ہوا کارڈ اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اسے دراصل خود بھی علم نہ تھا کہ اس نے منیجر کو کون سا کارڈ دکھایا ہے۔ کیونکہ اس کی جیبوں میں کئی قسم کے کارڈ پڑے رہتے تھے۔ اور پھر جیسے ہی عمران نے کارڈ اٹھا کر دیکھا اس کے اپنے چودہ طبق روشن

ہو گئے کیونکہ یہ کارڈ دراصل اس کا نہیں تھا بلکہ اس کے ڈیڈی سر رحمان ڈائریکٹر انٹیلیجنس کا آفس کارڈ تھا اور ظاہر ہے منیجر غریب کو جب پتہ چلا ہوگا کہ وہ ڈائریکٹر انٹیلیجنس سے کیا گستاخی کر بیٹھا ہے تو اس نے تو پاؤں پکڑنے ہی تھے۔ مگر اب عمران خود یہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ڈیڈی کا کارڈ اس کی جیب میں کیسے آگیا۔

کارڈ بھی اصل تھا۔ کیونکہ اس پر مخصوص سرکاری نشان بھی موجود تھا اور پھر اسے یاد آگیا کہ دو ہفتے پہلے جب وہ سر رحمان کے دفتر گیا تھا تو میز پر موجود یہ کارڈ اس نے بے خیالی میں جیب میں ڈال لیا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ منیجر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"تشریف لائیے جناب میں نے ایک باکس خالی کرا لیا ہے"——منیجر نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"خالی کرا لیا ہے تمہارا کیا مقصد ہے"——عمران نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"وہ —— وہ سر آپ کے محکمے کا سپرنٹنڈنٹ فیاض ایک لڑکی کے ساتھ باکس میں بیٹھا تھا۔ میں نے جا کر اس کو آپ کی آمد کی اطلاع دی تو وہ بیچارہ فوراً لڑکی کو لے کر باکس سے باہر نکل گیا۔ ہی ہی"——منیجر نے دانت نکالتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران بے ساختہ مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سوپر فیاض اپنی نئی لیڈی سیکرٹری کے ساتھ پکچر دیکھنے آیا ہوگا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض اب کہاں ہے"——عمران نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"سر وہ تو کار میں بیٹھ کر چلا گیا"——منیجر نے جواب دیا۔

"اچھا"——عمران نے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر سوپر فیاض مل جاتا تو اچھی تفریح رہتی۔ مگر ظاہر ہے سر رحمان کا نام سن کر بھلا وہ ایک منٹ بھی رک سکتا تھا۔

عمران جیسے ہی کمرے سے باہر نکلا۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے جسم سے ٹکرایا اور وہ چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے باہر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا کیونکہ آسمان سیاہ بادلوں سے پُر تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ بادلوں میں بار بار بجلی چمک رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بھی لمحے زوردار بارش ہونے والی ہو۔

"ارے یہ چند منٹ پہلے تو آسمان سے آگ برس رہی تھی یہ اچانک بادل کہاں سے ٹپک پڑے۔ بڑا خوشگوار موسم ہو گیا ہے"——عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بس جناب قدرت کے کھیل نرالے ہیں چلئے فلم شروع ہونے والی ہے"——منیجر نے اُسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ارے لعنت بھیجو فلم پر۔ اتنے خوبصورت موسم میں بند ہو کر بیٹھنے کو کس بیوقوف کا دل چاہے گا"——عمران نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑا۔ منیجر بیچارہ ہونقوں کی طرح اسے جاتا دیکھتا رہا۔

عمران نے کار سٹارٹ کی اور پھر اس کی کار ایک لمبا ٹرن لیتی ہوئی تیزی سے کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔ موسم انتہائی خوشگوار ہو گیا تھا۔ فرحت بخش ہوا کے جھونکوں نے عمران کا موڈ بحال کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے شہر میں آوارہ گردی کی سوچی۔

آسمان پر موجود سیاہ بادلوں میں بجلی بار بار چمک رہی تھی۔ عمران صرف اس بات پر حیران تھا کہ چند منٹ پہلے تو آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا تک دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر اچانک پورا آسمان بادلوں سے گھر گیا۔

یہی سوچتے ہوئے اس نے کار موڑی اور اب وہ سپر روڈ پر آگیا۔ سپر روڈ سے گھوم کر وہ ونگٹن روڈ کی طرف چل پڑا کیونکہ یہ سڑک ٹریفک سے خالی ہی رہتی تھی وہ کار آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے موسم کا لطف لینا چاہتا تھا۔ ابھی اس نے ونگٹن روڈ آدھی ہی کراس کی تھی کہ اچانک آسمان پر زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر عمران نے

جیسے ہی نظریں اوپر اٹھائیں اسے بجلی کی ایک تیز لہر لکیر کی طرح آسمان سے زمین کی طرف آتی دکھائی دی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے فل بریکیں لگائیں مگر اس کے باوجود اس کی کار بجلی کی زد میں آگئی اور ایک زوردار کڑاکا ہوا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کے بالکل قریب سورج طلوع ہو گیا ہو۔ دوسرے لمحے اس کو یوں معلوم ہوا جیسے اس کے جسم میں یکدم آگ بھڑک اٹھی ہو۔ عمران کو اپنا ذہن یکدم تاریک ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اپنی قوت ارادی کو بروئے کار لانا چاہا مگر اس کے بعد سے خود بھی احساس نہ رہا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔

آسمانی بجلی اس کی کار پر گری تھی۔ کار یکدم شعلوں کی لپیٹ میں آگئی تھی۔ کسی بھی لمحے پٹرول کی ٹینکی پھٹ سکتی تھی اور ظاہر ہے کہ کار کے ساتھ ساتھ عمران کے پرخچے بھی ہوا میں بکھر جاتے۔



جیسے ہی کار دروازے پر رکی۔ دروازے سے ملحقہ کیبن سے ایک شٹین گن بردار باہر نکلا۔ کار کے ڈرائیور نے اس کے ہاتھ میں کاغذ تھما دیئے۔ شٹین گن بردار نے بڑی غائرانہ نظروں سے کار میں موجود افراد کا جائزہ لیا اور پھر وہ کاغذات۔۔۔ لے واپس کیبن میں چلا گیا۔ اس نے کاغذات سامنے رکھے اور پھر سٹینڈ پر پڑے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"سالبری فرام گیٹ نمبر ون سپیکنگ"۔۔۔ شٹین گن بردار نے مودبانہ لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔

"رپورٹ"۔۔۔ دوسری طرف سے ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔ لہجہ بےحد کرخت تھا۔

"کار نمبر تھری تھری سیون۔ کاغذات موجود ہیں۔ سیریل نمبر ڈبل زیرو ڈبل فور۔ کار میں ایک ڈرائیور اور ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود ہے"۔۔۔ سالبری نے کاغذات پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ گیٹ کھول دو"۔۔۔ دوسری طرف سے تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ سالبری نے رسیور رکھا اور پھر سٹینڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور پھر کاغذات اٹھا کر کیبن سے باہر نکل آیا۔ سامنے موجود آٹومیٹک گیٹ خود بخود کھل گیا تھا۔

سالبری نے کاغذات ڈرائیور کے حوالے کئے اور خود سیلوٹ مار کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔ گیٹ سے گزرنے کے بعد کار نے ایک ٹرن لیا اور سیدھی چلتی ہوئی ایک کافی بڑی عمارت کے پورچ میں جا کر رک گئی۔ پورچ میں دو مسلح آدمی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے کار کے رکتے ہی باقاعدہ سیلوٹ کیا اور پھر ایک نے بڑھ کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ پچھلی سیٹ پر موجود ادھیڑ عمر آدمی بڑے باوقار انداز میں کار سے باہر نکل آیا۔

"تشریف لائیے سر۔ باس آپ کے منتظر ہیں"۔۔۔ دروازہ کھولنے والے آدمی نے کہا اور پھر اس کی رہنمائی میں وہ آدمی عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ مختلف گیلریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دروازے کے سامنے رک گئے۔ دروازے پر ایک اور مسلح آدمی موجود تھا۔ اس نے ان کی آمد پر سیلوٹ کیا اور پھر پہلے والا مسلح آدمی واپس

چلا گیا۔ دروازے پر موجود مسلح آدمی نے دروازے کے قریب لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

"تشریف لے جائیے سر" ——— مسلح آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہو گیا۔ وہاں لمبے بالوں والا اور بڑی بڑی سفید مونچھوں والا ایک آدمی اس کے استقبال کے لئے موجود تھا۔

"خوش آمدید جناب۔ میں کافی دیر سے آپ کا منتظر تھا" ——— اس سفید مونچھوں والے نے ادھیڑ عمر آدمی کا استقبال کرتے ہوئے بڑے خلیق لہجے میں کہا۔

"تھینک یو ڈاکٹر براؤن میں صرف چند منٹ لیٹ ہوا ہوں۔ مجھے دارالحکومت سے ایک کال کا انتظار تھا" ——— ادھیڑ عمر آدمی نے براؤن سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں سر مجھے علم ہے کہ ایک سفیر کو کتنا مصروف رہنا پڑتا ہے اور جبکہ سفیر کسی دشمن ملک میں موجود ہو تو یہ مصروفیات بے حد بڑھ جاتی ہیں" ——— ڈاکٹر براؤن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"مجھے یہاں کتنی دیر رکنا پڑے گا؟" ——— سفیر صاحب نے گھڑی پر نظریں دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"بس جناب مظاہرے کے لئے سب کام تیار ہے۔ صرف آپ کا انتظار تھا" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"چلیے" ——— ڈاکٹر براؤن نے مزید کہا اور پھر وہ ایک دروازے کی طرف مڑ گئے ان کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ سفیر بڑی گہری نظروں سے تمام ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ مختلف گیلریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک لفٹ کے ذریعے نیچے اتر گئے اور پھر ایک گیلری طے کرنے کے بعد وہ ایک بڑے دروازے کے سامنے

رک گئے ان کے رکتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس کے درمیان میں ایک دیو ہیکل مشین موجود تھی۔ مشین سے ایک بڑا سا پائپ چھت سے گزر کر اوپر چلا گیا تھا۔ سامنے دیوار پر ایک بہت بڑی سکرین فٹ تھی۔ دو باوردی ملازمین اس ہال میں موجود تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر براؤن اور ایمبیسڈر کو سلام کیا اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے مشین کے قریب کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر براؤن نے ایمبیسڈر کو ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کے کرسی پر بیٹھتے ہی وہ خود بھی مشین کے پاس چلا گیا۔

اس نے ایک بٹن دبایا تو سکرین روشن ہو گئی۔

"سر! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس وقت دارالحکومت میں کتنی شدید گرمی پڑ رہی ہے۔ ٹمپریچر ۱۲۰ فارن ہائیٹ ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے سفیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں واقعی شدید ترین گرمی ہے" ——— سفیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں جس پر دارالحکومت کے مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔

"اب دیکھئے" ——— ڈاکٹر براؤن نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور ان دونوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تیزی سے اپنے سامنے موجود ہینڈل گھمانے شروع کر دیئے۔ ڈاکٹر براؤن سامنے لگے ہوئے ڈائل پر بدلتے ہوئے ہندسوں کو دیکھ رہا تھا جب ڈائل پر مخصوص ہندسے ابھرے تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے مزید ہینڈل گھمانے سے روک دیا۔ ڈاکٹر براؤن نے اپنے سامنے لگا ہوا ایک ہینڈل تیزی سے نیچے کیا اور پھر دو سرخ رنگ کے بٹن دبا دیئے۔

ہینڈل نیچے ہوتے اور بٹن دبتے ہی مشین میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور دوسرے لمحے مشین پر موجود ایک کافی بڑے جار میں جو سبزی مائل رنگ کے مائع سے بھرا ہوا تھا گیس کے بلبلے پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یہ بلبلے مختلف ٹرانسپیرنٹ ٹیکوں سے

گزرنے کے بعد اس پائپ میں سے گئے اور پھر اوپر چڑھتے ہوئے چھت میں غائب ہو گئے۔ ڈاکٹر براؤن نے ایک اور بٹن دبایا اور شعلے انتہائی تیزی سے بلنے شروع ہو گئے ڈاکٹر براؤن ایک طرف ہٹ گیا۔ چند منٹ کے بعد اچانک سکرین پہ گہرے سیاہ رنگ کے بادل نظر آنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورا آسمان گہرے سیاہ رنگ کے بادلوں میں گھر گیا۔

" ویری سٹرینج ڈاکٹر براؤن۔ آپ نے تو واقعی موسم ہی بدل دیا"—— سفیر نے جو بغور سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ بڑے تعجب بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" سر یہ میری چالیس سال کی محنت ہے۔ اب مجھے موسم پہ مکمل کنٹرول حاصل ہو گیا ہے" ڈاکٹر براؤن نے فخریہ لہجے میں جواب دیا۔

" مگر صرف موسم کی تبدیلی سے تو ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا"—— سفیر نے کہا

" سر آپ ابھی تک ایجاد کو سمجھے نہیں۔ اس سے ہم دشمن ملک کو بے پناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مثلاً میں اتنی دبیز دھند پیدا کر سکتا ہوں جس سے پورے ملک کا نظام جامد ہو کر رہ جائے۔ فصلوں کو غلط موسم طاری کر کے تباہ کیا جا سکتا ہے۔ شدید بارشیں برسا کر ملک میں خوفناک سیلاب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت کو آسمانی بجلی گرا کر ہلاک کیا جا سکتا ہے اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ تمام تر عمل ہمیشہ قدرتی ہی سمجھا جائے گا۔ کسی کا اس طرف دھیان ہی نہیں جائے گا۔ کہ یہ سب ان کے خلاف ہولناک سازش کی جا رہی ہے۔ اس طرح نہ ہی سیکرٹ سروس اور نہ ہی انٹیلیجنس حرکت میں آئے گی اور ہم بآسانی اپنا مقصد حاصل کر سکیں گے۔"

ڈاکٹر براؤن نے اپنے حربے کے نتائج پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا

" ویری گڈ اگر آپ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو واقعی ہمارا ملک اس بر صغیر میں سب سے طاقتور ملک ہو گا۔ کیا آپ مجھے کسی ٹارگٹ پہ بجلی گرا کر دکھا سکتے ہیں

تاکہ مجھے اس حربے کی صحیح افادیت کا اندازہ ہو سکے۔ تاکہ میں اس ملک کی تباہی کے لئے کوئی بڑا پلان مرتب کر سکوں"—— سفیر نے مسٹر براؤن سے مخاطب ہو کر کہا۔ ویسے اس کے لہجے سے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے اس کو ڈاکٹر براؤن کی باتوں پر ابھی تک یقین نہ آیا ہو کیونکہ سائنسی آلات کی مدد سے مصنوعی بادل تیار کر لینا اور بات ہے مگر مصنوعی بادلوں میں مصنوعی بجلی پیدا کر کے اسے کسی مخصوص ٹارگٹ پہ گرانا اور بات ہے۔ یہ اس کے خیال میں ناممکن تھا۔ اس لئے اس نے اپنی حکومت کی واضح ہدایات کے باوجود اپنی آنکھوں سے مظاہرہ دیکھنے پر اصرار کیا تھا۔ گو اس نے اپنی حکومت کے احکامات کے تحت ڈاکٹر براؤن اور اس کے ساتھیوں کو اس ملک میں خفیہ اڈہ قائم کرنے میں بھرپور مدد دی تھی مگر اس کے بعد وہ آئندہ اقدام کے لئے خود ان کے حربے کی صحیح کارکردگی کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ آج خفیہ طور پر اس اڈے پر آیا تھا۔

" کیوں نہیں سر ابھی لیجئے"—— ڈاکٹر براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین کا ایک اور ہینڈل کھینچ لیا جس سے سکرین پر بادلوں میں زیادہ تیزی سے بجلیاں چمکنے لگیں اور پھر مسٹر براؤن نے ایک سٹیرنگ نما راڈ گھما کر سکرین پر ایک منظر فکس کرنا شروع کر دیا۔ یہ دارالحکومت کی ونگٹن روڈ تھی اس روڈ کو انتخاب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس پر ٹریفک بہت کم ہوتی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ ایک ٹارگٹ فکس کر کے وہ اسے ہٹ کرے۔ تاکہ سفیر صاحب یہ نہ سوچیں کہ بجلی گرنے سے کوئی نہ کوئی کار تو زد میں آنی ہی تھی۔ اس وقت ونگٹن روڈ پہ سرخ رنگ کی ایک سپورٹس کار تیزی سے دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ مسٹر براؤن نے ایک راڈ کو گھما کر سکرین پر اس کار کو کلوز اپ میں لے لیا۔ کار میں سٹیرنگ پر ایک نوجوان موجود تھا جو بڑی حیرت سے آسمان پر موجود بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔

"لیجئے جناب میں اس سرخ رنگ کی سپورٹس کار کو ہٹ کرنے لگا ہوں"
ڈاکٹر براؤن نے سفیر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے" ۔۔۔ سفیر صاحب نے ٹارگٹ کی اجازت دے دی۔

اور ڈاکٹر براؤن نے تیزی سے ایک زرد رنگ کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے آسمان پر ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر آسمان سے ایک تیز روشنی کی لہر سیدھی زمین کی طرف لپکی۔ اس کا رخ ٹھیک اس جگہ تھا جہاں وہ کار موجود تھی۔ اچانک نوجوان نے تیزی سے کار کو فل بریکیں لگا دیں اور اس کی سرخ رنگ کی سپورٹس کار اچانک بریکیں لگنے سے پھرکی کی طرح گھوم گئی۔ ڈاکٹر براؤن نے تیزی سے ڈائل کو ذرا سا دائیں طرف گھما دیا اور بجلی کی اس لہر نے جو سیدھی سڑک کی طرف آ رہی تھی اپنا رخ ذرا سا دائیں طرف موڑا اور پھر وہ سرخ رنگ کی سپورٹس کار اس کی زد میں آ گئی۔

اور پلک جھپکنے کے بعد اس کار میں شعلے بھڑکنے لگے۔

"ویری گڈ شو۔ ویری گڈ شو" ۔۔۔ سفیر اس کامیاب مظاہرے پر بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اور اس نے اٹھ کر ڈاکٹر براؤن کے کاندھے پر تھپکی دی۔ اور پھر ڈاکٹر براؤن نے مشین کے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔ مشین کی گڑگڑاہٹ یکدم ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی سکرین پر منظر تبدیل ہونے لگے اور پھر سکرین تاریک ہو گئی۔ جار میں چلنے والے بلبلوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا۔

"چند منٹ کے بعد آسمان سے بادل غائب ہو جائیں گے اور دارالحکومت ایک بار پھر گرمی کی زد میں ہوگا" ۔۔۔ ڈاکٹر براؤن نے سفیر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اپنی کامیابی پر اس کا چہرہ مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔

"آپ ہمارے ملک کے ایک مائیہ ناز فرزند ہیں ڈاکٹر۔ مجھے اس مظاہرے سے

پہلے آپ کی اس بے مثال کامیابی کا قطعی تصور بھی نہیں تھا۔ ہماری حکومت نے آپ کو اس ملک میں بھیج کر واقعی اس ملک کی قسمت پر مہر لگا دی ہے۔ میں آج ہی اپنے ملک سے آخری ہدایات حاصل کر کے اس ملک کی مکمل تباہی کا ایک خوفناک پلان مرتب کروں گا اور یقین کیجئے اگر ہمارا یہ دشمن ملک آپ کے ہاتھوں اپنے انجام تک پہنچ گیا تو آپ کا نام ہمارے ملک کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا" سفیر نے مسٹر براؤن سے مخاطب ہو کر تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"میں اس ملک کی قسمت پر آخری مہر لگانے کے لئے ہر وقت حاضر ہوں" ۔۔۔ ڈاکٹر براؤن نے جھک کر سلام بجا لاتے ہوئے کہا اور سفیر صاحب اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد ان کی کار ایک بار پھر گیٹ سے نکل کر سفارت خانے کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ دارالحکومت ایک بار پھر شدید گرمی کی زد میں تھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیئے۔ شاید اس ملک کی قسمت پر یا شاید اپنی متوقع کامیابی پر۔



صفدر نے جھنجھلا کر رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ وہ صبح سے ہی بور ہو رہا تھا اور پھر کوئی پروگرام مرتب کرنے کے لئے اس نے باری باری تمام ممبران کو فون کیا مگر جولیا

سے ملے کہ تنویر تک کوئی بھی اپنے فلیٹس میں موجود نہیں تھا۔ آخر اس نے عمران کے فلیٹ پر رنگ کیا مگر وہاں سے بھی سلیمان کا یہی جواب ملا کہ عمران صاحب دو گھنٹے پہلے کار لے کر جا چکے ہیں۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اتنی شدید گرمی میں کہاں جائے اور پھر اس نے بھی ایئر کنڈیشنڈ سینما میں فلم دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ اسے ایجنٹ تنویر بھی غصہ آ رہا تھا جس نے اپنے فلیٹ میں ایئر کنڈیشنڈ لگانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ وجہ صرف یہ کہ وہ اس طرح تن آسان ہو جائیں گے۔

اس نے میز پر پڑا ہوا اخبار اٹھایا اور پھر شہر میں موجود ایئر کنڈیشنڈ سینماؤں پر لگی ہوئی فلموں کے نام پڑھنے لگا۔

علم سینما میں مشہور فلم گریٹ ریس لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس فلم کی کافی تعریف سن رکھی تھی۔ اس لئے اس نے بھی فلم دیکھنے کا پروگرام بنا لیا اور پھر لباس تبدیل کر کے وہ فلیٹس سے باہر نکل آیا۔ اس نے گیراج سے موٹر سائیکل نکالی اور دوسرے لمحے اس کی موٹر سائیکل تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ موسم بڑی تیزی سے تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ اس نے نظریں اٹھائیں تو آسمان جو چند لمحے پہلے آگ برسا رہا تھا اب سیاہ رنگ کے بادلوں سے بھرتا جا رہا تھا۔ یہ بادل تیزی سے اکٹھے ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اور پھر ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی اور موسم کافی سے زیادہ خوشگوار ہو گیا۔ اس نے موسم کو خوشگوار محسوس کرتے ہی فلم کا پروگرام تبدیل کر دیا۔ اور اب وہ کسی اوپن ایئر کیفے میں بیٹھ کر ایک کپ کافی سپ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے موٹر سائیکل کا رخ اگلے چوک سے موڑ دیا اور پھر ڈیگرال روڈ سے ہوتا ہوا وہ سپر روڈ پر آ گیا اور پھر سپر روڈ کراس کر کے اس نے موٹر سائیکل کا رخ ونگٹن روڈ کی طرف موڑ دیا تاکہ اس طرح شارٹ کٹ کر کے وہ جلد صدر پہنچ جائے۔ کیونکہ اب اسے کسی بھی لمحے شدید بارش ہونے کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ ونگٹن روڈ پر آیا۔ اسے دور سرخ رنگ کی سپورٹس کار جاتی ہوئی نظر آئی اور اس کار کو دیکھتے ہی اس کا دل اچھلنے لگا۔ کیونکہ وہ کار کو ایک نظر دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ یہ عمران کی کار ہے۔ ظاہر ہے عمران کے ساتھ مل بیٹھنے اور اس کی دلچسپ باتیں سن کر موسم کا زیادہ سے زیادہ لطف لیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایکسیلیٹر اور گھما دیا۔ موٹر سائیکل کی رفتار یکدم کافی سے زیادہ بڑھ گئی۔ وہ جلد از جلد عمران کی کار کو کیچ کر لینا چاہتا تھا۔

عمران کی کار اور اس کی موٹر سائیکل میں فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم سے کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود عمران کی کار ابھی تک کافی فاصلے پر تھی کہ اچانک آسمان پر ایک زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر صفدر نے ایک اعصاب شکن نظارہ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ آسمانی بجلی کی ایک لہر فضا سے زمین کی طرف لپکی اور صفدر کا دل بری طرح کانپ اٹھا کیونکہ جس جگہ بجلی گرنے کا امکان تھا وہاں عمران کی کار دوڑی چلی جا رہی تھی۔ صفدر نے لاشعوری طور پر فل ایکسیلیٹر گھما دیا اور موٹر سائیکل ریس سے نکلی ہوئی گولی کی طرح جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی اور پھر صفدر کا دل یکدم خوشی سے ناچ اٹھا کیونکہ اس نے دیکھا کہ عمران نے کار کو فل بریکیں لگا دی تھیں اور اچانک بریک لگنے کی وجہ سے اس کی کار لٹو کی طرح گھوم گئی تھی مگر پلک جھپکنے میں صفدر نے ایک اور حیران کن نظارہ دیکھا کہ آسمان سے گرتی ہوئی بجلی کا رخ ذرا سا اکھڑا اور دوسرے لمحے عمران کی کار اس کی زد میں آ گئی اور صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دل نے دھڑکن بند کر دیا ہو۔

عمران آسمانی بجلی کا شکار ہو چکا تھا۔ اور اس نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں اور دوسرے لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے موٹر سائیکل اس کے نیچے سے نکل گئی ہو اور پھر گو اس نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر وہ قلابازیاں کھاتا ہوا سڑک پر جا

گرا۔ موٹر سائیکل چکراتا ہوا سڑک کے دائیں کنارے پر اُلٹ گیا تھا۔ جس جگہ صفدر گرا تھا وہاں سے عمران کی جلتی ہوئی کار بالکل قریب تھی اور پھر جیسے ہی صفدر کا جسم سڑک پر ٹکرایا۔ صفدر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

عمران کی کار اس سے چند فٹ کے فاصلے پر دھڑا دھڑ جل رہی تھی اور اسے معلوم تھا کہ عمران کار کے اندر ہی ہے اور کسی بھی لمحے پٹرول کی ٹینکی پھٹ سکتی ہے دوسرے ہی لمحے اس نے عمران کی کار کی طرف دوڑ لگا دی۔ گو اس طرح وہ خود بھی موت کے منہ میں جا رہا تھا کیونکہ پٹرول کی ٹینکی پھٹنے سے جو دھماکہ ہوتا وہ کار کے ساتھ ساتھ صفدر کے بھی پرزے اُڑا سکتا تھا۔ مگر اس وقت مسئلہ تھا عمران کی زندگی کا۔ اور عمران کی زندگی بچانے کے لئے تو صفدر اپنی جان کا نذرانہ بھی دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے جلتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا دی۔ کار پوری طرح جل رہی تھی کہ صفدر نے اس کے ہینڈل پر ہاتھ ڈال دیا۔ صفدر کو ایک لمحے کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کھولتے ہوئے لاوے میں ہاتھ ڈال دیا ہو۔ مگر دوسرے لمحے عمران کی زندگی کے علاوہ اس کے ذہن سے یہ احساس مٹ گیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔ دروازہ اکھڑ کر سڑک پر آگرا۔ کار کے اندر دھواں ہی دھواں بھرا ہوا تھا۔ صفدر نے کار کے اندر چھلانگ لگا دی اور پھر اس کو احساس ہوا کہ وہ کسی جسم کے اوپر گرا ہے۔ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس نے ایک ہاتھ اس جسم پر ڈال دیا۔ اور دوسرے لمحے اس نے اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا اور وہ اس جسم سمیت اچھل کر کار سے نکل کر سڑک پر آگرا اور پھر اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں یکدم آگ بھڑک اٹھی ہو۔ اس کے کپڑوں میں آگ لگ چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ عمران کے کپڑے بھی جل رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے عمران سمیت سڑک کے کنارے ریت میں تیزی سے کروٹیں بدلنا شروع کر دیں۔ آگ تو فوراً ہی

بجھ گئی۔ مگر اسی لمحے ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور صفدر پھرتی سے عمران کے جسم کے اوپر لیٹ گیا۔ اس نے اپنا سر ریت میں گھسیڑ دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس نے سر اٹھایا تو سڑک پر دور دور تک کار کے جلتے ہوئے پرزے بکھرے ہوئے تھے۔ اگر وہ ایک لمحہ پہلے کار سے باہر نہ آجاتا تو اس وقت کار کے ساتھ ساتھ اس کا جسم بھی سڑک پر بکھرا ہوا ہوتا۔ اور پھر اسے عمران کا خیال آگیا جسے وہ ایک لمحہ پہلے جلتی ہوئی کار سے نکال لایا تھا۔ اس نے تیزی سے عمران کے جسم کو سیدھا کیا۔ اور پھر عمران کا چہرہ دیکھ کر اس کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ عمران کے سر کے تمام بال جل چکے تھے۔ چہرے پر جلنے کے نشانات تھے۔ کپڑے جل کر اس کے جسم سے چپٹ گئے تھے اور عمران کا خوبصورت چہرہ بُری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ عمران کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

صفدر نے تیزی سے اس کے سینے سے اپنا کان لگا دیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ عمران ابھی تک زندہ تھا۔ مگر اس کے دل کی دھڑکن اس حد تک کمزور ہو چکی تھی کہ صفدر کو خطرہ تھا کہ وہ کسی بھی لمحے بند ہو سکتی ہے عمران کی زندگی کو شدید خطرہ لاحق تھا۔

صفدر نے تیزی سے عمران کو اپنے کاندھے پر لادا اور پھر اندھا دھند موٹر سائیکل کی طرف بھاگنے لگا۔ جلد ہی وہ الٹی ہوئی موٹر سائیکل کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے عمران کے جسم کو تیزی سے ریت پر لٹایا اور پھر موٹر سائیکل سیدھی کر کے سٹینڈ پر کھڑی کی۔ اس کا سیلف سوئچ دباتے ہی موٹر سائیکل سٹارٹ ہوئی۔ صفدر نے عمران کے جسم کو آگے ٹینکی پر ڈالا اور پھر اچھل کر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی موٹر سائیکل جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر وہ دیوانہ وار ایکسیلیٹر گھماتا چلا گیا۔ موٹر سائیکل کی رفتار اس حد تک تیز ہو چکی تھی کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سڑک کی بجائے ہوا میں تیر رہی ہو۔ گو

اس کی اپنی جسمانی اور ذہنی حالت درست نہیں تھی۔ مگر اس وقت تو اس کے ذہن پر صرف ایک ہی جنون طاری تھا کہ کسی طرح وہ جلد از جلد ہسپتال پہنچ جائے اور عمران کی زندگی بچ جائے۔ چنانچہ چند ہی منٹ بعد وہ سی۔ ایم۔ ایچ کے گیٹ میں داخل ہو گیا۔ وہاں موجود لوگ اس کی موٹر سائیکل کی رفتار اور اس کی حالت دیکھ کر بوکھلا گئے۔

مگر صفدر کو اس وقت کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے ایمرجنسی وارڈ کے سامنے یکدم بریک لگائے اور پھر عمران کے جسم کو ٹینکی سے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور اچھل کر ایمرجنسی وارڈ کے اندر دوڑ لگا دی۔ اس کے علیحدہ ہوتے ہی موٹر سائیکل نیچے گر گیا۔ کیونکہ صفدر نے اسے سٹینڈ کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ اور نہ ہی اس کے پاس وقت تھا۔ عمران کو لئے وہ بھاگتا ہوا وارڈ میں گیا اور پھر ایک دھماکے سے وہ ڈاکٹر کے کمرے میں گھستا چلا گیا۔ ڈاکٹر اس کو اس طرح اچانک آتے دیکھ کر بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا صفدر نے عمران کو صوفے پر ڈالا اور پھر ڈاکٹر کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"جلدی کرو ڈاکٹر اس شخص کی زندگی بچانے کی کوشش کرو" ——— صفدر کے لہجے میں شدید جھنجھلاہٹ تھی۔

"مگر یہ کون ہے اور تم؟" ——— ڈاکٹر نے صفدر کی اس طرح گستاخانہ آمد پر احتجاج کرنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ صفدر نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا۔

"ڈاکٹر دنیا کا عظیم ترین انسان مر رہا ہے اور تم نخرے کر رہے ہو۔ جلدی کرو اس کی جان بچاؤ ورنہ میں تمہاری بوٹی بوٹی کر دوں گا" ——— صفدر کا چہرہ غصے اور جھنجھلاہٹ سے سرخ ہو گیا تھا۔

نجانے اس کے لہجے اور انداز میں کیا بات تھی کہ ڈاکٹر کو بے اختیار جھرجھری سی آگئی۔ اسے یوں محسوس ہوا۔ جیسے اگر اس نے ایک لمحے کی بھی دیر لگائی تو یہ پاگل آدمی اس کا قیمہ کر دے گا۔ چنانچہ وہ فوراً صوفے پر پڑے ہوئے عمران کی طرف لپکا اور

پھر چند لمحوں کی چیکنگ سے اسے بھی اندازہ ہو گیا کہ واقعی مریض موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ ڈاکٹر نے بڑی پھرتی سے سٹینڈ کھینچ کر اس کے قریب کیا اور پھر الماری سے گلوکوز کی بوتل نکال کر اس نے سٹینڈ میں لٹکائی اور بجلی کی سی تیزی سے اس نے عمران کے بازو میں گلوکوز انجیکٹ کرنا شروع کر دیا۔ شاید مریض کو دیکھتے ہی ڈاکٹر کی پیشہ ورانہ حس اجاگر ہو گئی تھی۔ گلوکوز لگانے کے بعد ڈاکٹر نے بڑی پھرتی سے عمران کے دوسرے بازو میں تین مختلف انجکشن لگائے اور پھر وہ اس کی نبض پکڑ کر بیٹھ گیا اور اس کی نظریں اپنی کلائی کی گھڑی پر جم گئیں۔ ڈاکٹر کے چہرے پر بے چینی کے تاثرات تھے اور صفدر کو ڈاکٹر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ہی دل ڈوبتا جا رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد ڈاکٹر کے چہرے پر آہستہ آہستہ اطمینان کے تاثرات چھاتے چلے گئے۔ اس نے اس بار بڑے اطمینان سے عمران کو ایک اور انجکشن لگایا۔ ایک بار پھر عمران کی نبض دیکھی اور اطمینان کا ایک طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ صفدر نے جب ڈاکٹر کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھے تو اس کا دل مسرت سے اچھلنے لگا۔

"ڈاکٹر کیا یہ بچ جائے گا" ——— صفدر نے بڑے بے چین لہجے میں پوچھا۔

"ہاں اب یہ خطرے سے باہر نکل آیا ہے۔ ویسے اگر تم چند منٹ لیٹ ہو جاتے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے موت کے منہ سے نہ بچا سکتی تھی۔ یہ غالباً آسمانی بجلی کا شکار ہوا ہے" ——— ڈاکٹر نے بغور صفدر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ ٹھیک ہے۔ تم نہیں جانتے تم نے اس کی زندگی کی نوید دے کر اس صدی کی سب سے بڑی خوشخبری سنائی ہے" ——— صفدر نے بے اختیار ڈاکٹر کو اٹھا کر ناچنا شروع کر دیا۔ آسمانی بجلی والی بات وہ گول ہی کر گیا تھا۔

"ارے ارے مجھے چھوڑو۔ تم پاگل تو نہیں ہو" ——— ڈاکٹر نے چیختے ہوئے کہا اور صفدر نے اسے دوبارہ کرسی پر بٹھا دیا۔

"اگر یہ مرجاتا تو یقین کرو ڈاکٹر میں ضرور پاگل ہوجاتا" ___ صفدر نے ڈاکٹر سے مخاطب ہوکر کہا۔

"مگر یہ کون ہے اور تم اسے کہاں سے لائے ہو" ___ ڈاکٹر نے میز کی دراز سے فارم نکالتے ہوئے کہا کیونکہ ایمرجنسی کے لئے اسے فارم پُر کرکے پولیس کے پاس بھیجنا پڑتا تھا۔

"فارم پُر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر" ___ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ نکال کر ڈاکٹر کے ہاتھ میں دے دیا۔ ڈاکٹر نے جیسے ہی سیکرٹ سروس کا شناختی کارڈ دیکھا۔ اس نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا اور پھر فارم دوبارہ دراز میں رکھ دیا۔

"کیا یہ بھی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتا ہے؟" ___ ڈاکٹر نے عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کسی سے اس کے متعلق ذکر نہ کرنا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں اسے لے جاؤں گا" ___ صفدر نے باوقار لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر نے اٹھ کر ایک بار پھر عمران کی نبض دیکھی اور صفدر سے مخاطب ہوکر کہا۔

"بس یہ ہوش میں آنے والا ہے۔ مگر میرا یہ مشورہ ہے کہ اسے ہسپتال میں داخل کرا دو کیونکہ ہسپتال میں اس کا صحیح علاج ہوسکتا ہے"

"آپ کو اس سلسلے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں" ___ صفدر نے جواب دیا۔ اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ جس کے چہرے پر اب زندگی کے آثار نمایاں ہوتے جارہے تھے۔ گلوکوز کی بوتل ختم ہوگئی تو ڈاکٹر نے اسے ہٹا دیا۔ چند لمحوں بعد ہی عمران نے آنکھیں کھول دیں ۔ ڈاکٹر نے اس کے ہوش میں آتے ہی اسے ایک اور انجکشن لگا دیا۔ عمران کی آنکھوں میں شعور کی کیفیت ابھر آئی۔ صفدر خاموش بیٹھا عمران کو دیکھ رہا تھا۔ عمران

کی نظریں بھی صفدر پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس کی آنکھوں میں دوڑنے والی چمک سے صفدر سمجھ گیا کہ اب عمران پوری طرح ہوش میں آچکا ہے۔

"ہیلو صفدر موسم کا کیا حال ہے؟" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"اب مطلع صاف ہوگیا ہے عمران صاحب بے فکر رہیں" ___ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور عمران اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"لیٹے رہیئے لیٹے رہیئے۔ ابھی آپ مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئے" ___ ڈاکٹر نے فوراً عمران کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے سنا نہیں ڈاکٹر کہ اب مطلع صاف ہے پھر لیٹنے کا کیا فائدہ؟" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو صفدر" ___ عمران لیٹتا تو ایک طرف رہا اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ایک دو لمحے کے لئے وہ لڑکھڑایا مگر پھر اس کے قدموں نے مضبوطی سے زمین پکڑ لی۔

"اچھا ڈاکٹر تھینک یو ویری مچ" ___ صفدر نے ڈاکٹر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر عمران کا بازو پکڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر اتنے سیریس کیس کو یوں اعتماد سے چل کر باہر جاتا دیکھ کر حیرت سے ہونق بنا بیٹھا تھا۔ مگر وہ بھی اپنی جگہ سچا تھا کیونکہ وہ عمران کو جانتا جو نہیں تھا۔ ورنہ اسے اتنی حیرت سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔



"بگ ایم سپیکنگ اوور" ___ ادھیڑ عمر سیفر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"یس پرائم منسٹر سپیکنگ اوور" ــــــ دوسری طرف سے ایک نسوانی مگر باوقار آواز سنائی دی۔

"میڈم میں نے آج رپورٹ کو منظر عام پر دیکھا ہے بے حد کامیاب نظارہ تھا۔ میں اس سلسلے میں مزید ہدایت لینا چاہتا ہوں اوور" ــــ جی ایم نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"کیا تمہیں اس منصوبے کی کامیابی پر مکمل اعتماد ہے اوور" ــــ پرائم منسٹر نے سوال کیا۔

"یس میڈم ہم ڈاکٹر براؤن کی اس ایجاد سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اوور" جی۔ ایم نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اس سلسلے میں مکمل پلان مرتب کر لیا گیا ہے اور ہماری سیکرٹ سروس کا اہم رکن میجر بریلو یہ پلان لے کر رات کو کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ تم اسے ڈاکٹر براؤن تک پہنچا دینا۔ اس مشن کا مکمل کنٹرول اسے حاصل ہوگا۔ البتہ تم نے علیحدہ رہ کر پلان کی کامیابی کی نگرانی کرنی ہے اوور" ــــ پرائم منسٹر نے جواب دیا۔

"آپ کے احکامات کی تعمیل ہوگی میڈم۔ مگر کیا ڈاکٹر براؤن میجر بریلو کے انڈر کام کرے گا اوور" ــــ جی ایم نے سوال کیا۔

"ہاں۔ ڈاکٹر براؤن صرف سائنسدان ہے۔ میجر بریلو پلان کے مطابق ڈاکٹر براؤن کے منصوبے کو استعمال کرے گا۔ میجر بریلو کا کوڈ نام ریڈ راس ہوگا اور یہی اس مشن کا کوڈ بھی ہے اوور" ــــ پرائم منسٹر نے وضاحت سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے میڈم اوور" ــــ جی ایم نے مطمئن ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ــــ پرائم منسٹر نے جواب دیا اور پھر رابطہ ختم ہوتے ہی جی ایم نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

چند لمحوں تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر فریکونسی سیٹ

کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ چند لمحوں تک ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلتی رہی۔ پھر ایک مردانہ آواز بلند ہوئی۔

"ڈاکٹر براؤن سپیکنگ اوور"

"جی ایم سپیکنگ دس اینڈ اوور" ــــ جی ایم نے بڑے باوقار انداز میں جواب دیا۔

"یس سر فرمایئے اوور" ــــ ڈاکٹر براؤن نے دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکٹر میں نے ابھی پرائم منسٹر سے بات چیت کی ہے۔ وہ پلان مرتب کر کے سیکرٹ سروس کے اہم رکن میجر بریلو کو یہاں بھیج رہے ہیں۔ اس مشن کا انچارج میجر بریلو ہی ہوگا آپ نے اس کی ہر ممکن امداد کر کے اس مشن کو کامیاب کرنا ہے اوور" ــــ جی ایم نے ڈاکٹر براؤن کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"میں تیار ہوں سر اوور" ــــ ڈاکٹر براؤن نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے میں میجر بریلو کے یہاں پہنچتے ہی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کا کوڈ نام ریڈ راس ہوگا۔ اور اس مشن کا کوڈ بھی ریڈ راس ہی رہے گا۔ پلان کے مطابق وہ آئندہ کا لائحہ عمل خود تیار کرے گا اوور" ــــ جی۔ ایم نے اسے مزید بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہت مناسب نام ہے سر۔ میں میجر بریلو کا منتظر رہوں گا اوور" ــــ ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"اوکے اوور اینڈ آل" ــــ جی ایم نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے رابطہ منقطع کر دیا۔

ٹرانسمیٹر کو کمرے کی خفیہ الماری میں رکھ کر وہ واپس مڑا اور پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"چارلنگ ایک نوجوان کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتا ہے۔ کوڈ ویدر باس ہوگا۔ جیسے ہی وہ آئے اسے فوراً میرے پاس لے آنا" ـــــ جی ایم نے پی اے کو مطلع کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر" ـــــ چارلنگ نے جواب دیا۔

اور جی ایم نے سلسلہ منقطع کر کے میز پر پڑی ہوئی ایک ضخیم سی فائل کھول لی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہوگیا۔ فائل کے مطالعے میں مصروف ہونے کے بعد اسے وقت کا احساس ہی نہ رہا۔ جب اس نے فائل ختم کی تو اس کی نظریں رسٹ واچ پر پڑیں اور وہ حیرت سے چونک پڑا۔ رات کے دس بج چکے تھے۔

"اس کا مطلب ہے تقریباً چار گھنٹے فائل لے ڈوبی" ـــــ جی۔ ایم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دراز کھول کر فائل اس کے اندر رکھی اور دراز لاک کر کے وہ کرسی سے اٹھنے کا موڈ بنا ہی رہا تھا کہ اچانک انٹرکام کی گھنٹی بجنے لگی۔

جی ایم نے چونک کر رسیور اٹھایا۔

"یس" ـــــ جی ایم نے پروقار لہجے میں پوچھا۔

"سر وہ نوجوان میرے پاس موجود ہے" ـــــ چارلنگ کی آواز سنائی دی۔

"اوہ اچھا اچھا اسے فوراً میرے پاس لے آؤ" ـــــ جی ایم نے چونک کر جواب دیا اور پھر رسیور رکھ کر وہ نووارد کا انتظار کرنے لگا۔ چند منٹ بعد ہی دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی گئی۔

"یس کم آن" ـــــ جی۔ ایم نے پروقار لہجے میں کہا اور پھر دروازہ کھلا اور ایک انتہائی سڈول جسم اور طاقتور جثے کا نوجوان چارلنگ کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

"چارلنگ تم جا سکتے ہو" ـــــ جی ایم نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور چارلنگ نے مودبانہ انداز میں سر جھکا کر سلام کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"ویدر باس" ـــــ نوجوان نے آگے بڑھ کر جی ایم سے مصافحہ کرتے ہوئے دبے لفظوں میں کہا۔

"میں آپ کا منتظر تھا۔ میجر بریلو۔ اسی لیے میں اتنی رات گئے تک دفتر میں موجود ہوں اور چارلنگ بھی نائٹ ڈیوٹی دے رہا تھا" ـــــ جی ایم نے میجر بریلو کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں سر" ـــــ میجر بریلو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ایسی بات نہیں دراصل میں کسی کام میں دیر کرنے کا عادی نہیں ہوں میں آپ کے یہاں پہنچنے کے فوری بعد آپ کو خفیہ اڈے پر پہنچانا چاہتا تھا۔ تاکہ آپ کل سے کام شروع کر سکیں" ـــــ جی ایم نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر میں تیار ہوں" ـــــ میجر بریلو نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ آپ تشریف رکھیے ایک کپ کافی پی لیجیے پھر آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔ جی ایم نے کہا اور میجر بریلو دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا ـــــ جی ایم نے انٹرکام اٹھا کر دو کپ کافی بھیجنے کی ہدایت کی اور پھر میجر بریلو سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کسی کی نظروں میں آئے بغیر سفارت خانے کی عمارت تک پہنچ گئے ہیں"

"آپ بے فکر رہیں جناب مجھے معلوم ہے کہ سفارت خانے کی مستقل نگرانی ہوتی ہے۔ اس لئے میں گٹر کے ذریعے یہاں اندر داخل ہوا ہوں۔ ہمارے لئے ایسے کام معمولی حیثیت رکھتے ہیں" ـــــ میجر بریلو نے جواب دیا۔

"اوہ ویری گڈ" ـــــ جی ایم نے تحسین آمیز لہجے میں جواب دیا اور پھر دوبارہ

میجر بریو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آپ مشن کا مکمل پلان لے کر آئے ہیں کیا میں اس پلان کی موٹی موٹی باتوں سے واقف ہو سکتا ہوں؟"

"سوری سر یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ بہرحال میں کل سے کام شروع کر دوں گا اور جلد ہی سب باتیں آپ کے سامنے آجائیں گی" ـــــ میجر بریو نے معذرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ہمارا مشن کسی قیمت پر ناکام نہ ہو" ـــــ جی۔ ایم نے قدرے تحمل بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں ڈاکٹر براؤن کے منصوبے کو استعمال کر کے ہم یقیناً اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس ملک میں کسی بھی مشن کے لئے واحد رکاوٹ یہاں کی سیکرٹ سروس اور احمق انسان عمران ہے۔ مگر ڈاکٹر براؤن کے حربے کو استعمال کرنے کے بعد ان رکاوٹوں کا خدشہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ کسی کو شک بھی نہیں ہوگا کہ ان کے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ سب لوگ قدرتی آفات ہی سمجھ کر برداشت کرتے رہیں گے" ـــــ میجر بریو نے جواب دیا۔

اتنے میں دروازے پر ایک بار پھر مخصوص انداز میں دستک ہوئی۔

"کم آن" ـــــ جی۔ ایم نے بلند آواز میں کہا اور دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور چارلنگ ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اس نے کافی کے دو کپ بنا کر جی ایم اور میجر بریو کے سامنے رکھے اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی میجر بریو تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر ٹرالی کے اردگرد لگایا۔ آلہ خاموش ہی رہا۔ چنانچہ میجر بریو نے

آلہ جیب میں رکھا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"معاف کیجئے ہمیں اپنے سائے سے بھی محتاط رہنا پڑتا ہے" ـــــ میجر بریو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ویسے مجھ کو آپ کی مستعدی پسند آئی ہے۔ آپ جیسے محتاط آدمی یقیناً کسی مشن میں فیل نہیں ہو سکتے" ـــــ جی۔ ایم نے جواب دیا۔

"سر کیا آپ نے خود مظاہرہ دیکھا تھا۔ آپ کی اس کے متعلق کیا رپورٹ ہے" ـــــ میجر بریو نے کافی کی پیالی اٹھاتے ہوئے موضوع بدل دیا۔

"ہاں میں نے خود دیکھا تھا۔ مظاہرہ انتہائی کامیاب تھا۔ ڈاکٹر نے آسمانی بجلی سے ایک کار کو بڑی کامیابی سے ہٹ کر لیا تھا" ـــــ جی ایم نے کافی کی پیالی اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"ویری گڈ اگر ایسا ہے تو پھر ہمارا پلان یقیناً کامیاب ہوگا۔ پھر پلان کے فیل ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے" ـــــ میجر بریو نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

"اگر آپ چاہیں تو اس مظاہرے کی فلم دیکھ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر براؤن نے اس مظاہرے کی فلم بنائی تھی جو میں اپنے ساتھ لے آیا تھا" ـــــ جی ایم نے کہا۔

"اوہ اگر ایسا ہے تو پھر میں وہ فلم ابھی دیکھنا پسند کروں گا۔ تاکہ اس کے مطابق میں اپنا لائحہ عمل مرتب کر سکوں" ـــــ میجر بریو کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"چلیے" ـــــ جی ایم نے کافی کا خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا اور میجر بریو بھی کافی کا آخری گھونٹ حلق میں انڈیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر جی ایم کے ساتھ چلتا ہوا وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔ جہاں دیوار پر ایک بڑی سکرین فٹ تھی اور سامنے سٹینڈ پر ایک پروجیکٹر بھی موجود تھا۔ جی ایم نے ایک خفیہ الماری کھول کر فلم نکالی اور پھر اسے پروجیکٹر پر سیٹ کرنا شروع کر دیا۔

فلم سیٹ کر کے اس نے پروجیکٹر کا بٹن دبا دیا اور سکرین روشن ہو گئی۔ میجر بریو بڑے غور سے سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ سکرین پر شہر کے مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔ آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ آسمان سیاہ رنگ کے بادلوں سے بھرنا شروع ہو گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورا آسمان گہرے سیاہ رنگ کے بادلوں سے اٹ گیا۔

"یہ بادل ڈاکٹر براؤن کے پیدا کردہ ہیں" ——— جی ایم نے میجر بریو کو بتایا اور میجر بریو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر سکرین پر ایک سرخ رنگ کی سپورٹس کار دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ دوسرے ہی لمحے کار کا کلوز اپ سکرین پر ابھر آیا۔ اس میں ایک نوجوان سٹیرنگ پر بیٹھا ہوا بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔

"ارے اس منظر کو جام کیجئے" ——— میجر بریو نے اچانک چیخ کر جی ایم سے کہا اور جی ایم نے بوکھلا کر ایک اور بٹن دبا دیا۔

سکرین پر کار کا کلوز اپ فکس اپ ہو کر رہ گیا۔

"کیا اس کار کو ڈاکٹر براؤن نے ہٹ کیا تھا" ——— میجر بریو نے جواب کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں اسی کار کو کیوں کیا بات ہے" ——— جی ایم نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا ———

"ویری گڈ ویری گڈ آگے چلایئے میں اپنی آنکھوں سے اس کار کو ہٹ ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں" ——— میجر بریو کے لہجے میں اشتیاق کے ساتھ ساتھ بے چینی کا عنصر بھی شامل تھا اور جی۔ ایم نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے فلم چلانے والا بٹن آن کر دیا۔ فلم ایک بار پھر چلنے لگی۔ کار سڑک پر دوڑی چلی جا رہی تھی کہ آسمان پر زوردار گڑگڑاہٹ ہوئی۔

پھر بجلی کی ایک لہر آسمان سے اتر کر سیدھی کار کی طرف بڑھی۔ نوجوان نے کار کو بریکیں لگائیں اور کار پھرکی کی طرف گھوم گئی مگر اسی لمحے آسمان سے گرتی ہوئی بجلی کا رخ بھی ذرا سا مڑا اور پھر پلک جھپکنے میں وہ سرخ رنگ کی سپورٹس کار بجلی کی زد میں آ گئی اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

"وہ مارا عظیم خوشخبری ہم اپنے آدھے مشن میں کامیاب ہو گئے" ——— میجر بریو خوشی سے بے اختیار چیخ پڑا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا آبشار ابل رہا تھا۔

"کیا بات ہے کچھ مجھے بھی بتلاؤ" ——— جی ایم نے میجر بریو کے اس ردعمل پر جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر براؤن نے نادانستگی میں ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس نوجوان کی کار کو ڈاکٹر براؤن نے ہٹ کیا ہے وہ نوجوان علی عمران ہے۔ اور عمران کی موت اس صدی کی سب سے بڑی خوشخبری ہے" ——— میجر بریو نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"علی عمران یہ کون ہے" ——— جی ایم نے انتہائی حیرت سے کہا۔

"یہ یہاں کے ڈائریکٹر انٹیلیجنس سر رحمان کا لڑکا ہے۔ مقامی سیکرٹ سروس کے لیے کام کرتا ہے۔ بظاہر انتہائی احمق انسان ہے۔ اس کی وجہ سے آج تک کسی بھی ملک کو اس ملک میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اس احمق انسان نے سینکڑوں جغادری مجرموں اور جاسوسوں کی گردنیں توڑی ہیں" ——— میجر بریو نے علی عمران کا جی ایم سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تو واقعی قابل فخر کارنامہ ہے" ——— جی ایم نے بھی مسرت سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں بشرطیکہ کار کے ساتھ عمران بھی جل مرا ہو تب" ——— میجر بریو نے اچانک کسی خیال کے آنے سے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اس کے زندہ نکلنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں ہے۔ وہ یقیناً جل کر راکھ ہو گیا ہو گا" ـــــ جی۔ ایم نے یقین سے پر لہجے میں کہا۔

"ہاں ہونا تو ایسا ہی چاہیئے۔ مگر جس شخص کا نام عمران ہے۔ اس کی لاش دیکھے کے بعد کسی کو یقین نہیں آئے گا کہ یہ واقعی مر چکا ہے" ـــــ میجر بریو نے جواب دیا۔

"صبح اخبار میں خود تفصیلات آجائیں گی" ـــــ جی۔ ایم نے جواب دیا۔

"اچھا اب مجھے ڈاکٹر براؤن کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ میں جلد از جلد ان سے مشورہ کر کے کام شروع کر سکوں" ـــــ میجر بریو نے کہا۔

"چلیئے" ـــــ جی ایم نے بھی چونک کر کہا۔ اور پھر وہ دونوں چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔



آج صبح سے پورا شہر دبیز دھند کی لپیٹ میں تھا۔ دھند اتنی گہری تھی کہ دو فٹ سے کچھ دور کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ تمام دارالحکومت کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔ دارالحکومت سوائے ریڈیو سروس کے اور ہر طرف سے پورے ملک سے قطعی طور پر کٹ کر رہ گیا تھا۔ شہر کی تمام ٹریفک جام تھی۔ دفتروں اور سکولوں میں حاضری برائے نام تھی۔ شدید گرمیوں کے موسم میں اس طرح کی اچانک دھند پیدا ہو جانے پر محکمہ موسمیات والے سخت حیران تھے۔ آلات کے مطابق دھند پیدا ہونے کی کوئی وجہ نظر

نہیں آتی تھی۔ مگر دبیز دھند اپنی جگہ پر ایک حقیقت تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔ دھند کا غلاف دبیز سے دبیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ پورا شہر ویران اور سنسان پڑا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔

اسی دوران ٹاور کالونی کے ایک بنگلے کا گیٹ کھلا اور پھر ایک سیاہ رنگ کی کار گیٹ سے باہر نکل گئی۔

کار میں ڈرائیور سمیت پانچ آدمی موجود تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔ کار خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

"سڑکیں سنسان ہیں نادر گاڑی سپیڈ سے چلاؤ" ـــــ ڈرائیور کے قریب بیٹھے ہوئے نوجوان نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اس موسم میں زیادہ سپیڈ سے گاڑی چلانے پر کوئی مشکوک نہ ہو جائے" ـــــ نادر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کوئی سڑک پر موجود ہوگا تو مشکوک بھی ہوگا" ـــــ نوجوان نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور ڈرائیور نے خاموشی سے سپیڈ بڑھا دی۔ ڈرائیور کی نظریں کار کے ڈائل پر بنے ہوئے ایک چھوٹے سے نقشے پر جمی ہوئی تھیں۔ جس پر سرخ رنگ کا نقطہ کبھی دائیں طرف جھکنے لگتا کبھی بائیں طرف اور کبھی درمیان میں۔ ڈرائیور اس نقطے کے اشارے پر کار چلا رہا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے اتنی دبیز دھند میں کار کی ونڈ سکرین سے تو ایک فٹ کے فاصلے پر بھی کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ سرخ کا نقطہ دائیں طرف جھکتا تو نادر فوراً گاڑی دائیں طرف موڑ دیتا۔ جب نقطہ بائیں طرف جھکتا تو وہ گاڑی کو بائیں طرف ٹرن دے دیتا اور اگر روشن نقطہ درمیان میں ہوتا تو وہ گاڑی سیدھی لئے جاتا۔ اسی لئے گاڑی مختلف سڑکوں سے بڑی آسانی سے گزرتی چلی جا رہی تھی۔ نادر کے گاڑی چلانے کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے سڑک پر سب کچھ نظر آ رہا ہو۔ وہ بڑے اطمینان اور سکون

سے گاڑی چلا رہا تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اچانک جیسے ہی گاڑی دائیں سائیڈ پر مڑی، ڈائل پر سبز رنگ کا نقطہ جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا۔ نادر نے وہیں گاڑی روک دی۔

"ہماری منزل آگئی" ——— نادر نے گاڑی کو بریک مارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" ——— ساتھ بیٹھے نوجوان نے کہا اور پھر مشین گن سنبھالتے ہوئے کار کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تین آدمی بھی کار سے باہر آگئے۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" ——— باس نے تینوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر خود اس نے اپنی ریسٹ واچ پر نظر ڈالی۔ ریسٹ واچ پر اب اسی طرح سرخ نقطہ چمک رہا تھا جس طرح کار کا ڈائل تھا۔ سرخ نقطے کی رہنمائی میں باس دائیں بائیں مڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور وہ تینوں آدمی خاموشی سے اس کے پیچھے چلتے رہے۔ اچانک گھڑی پر سبز رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ باس اسی لمحے رک گیا۔ اب ان کے سامنے آدھے فٹ کے فاصلے پر ایک بلند مگر سنگین دیوار دھند کے غلاف میں لپٹی نظر آنے لگی تھی۔ باس نے پیچھے کھڑے ایک آدمی سے کہا۔

"تھیلا مجھے دو اسلم" ——— اور پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے کاندھے پر لٹکا ہوا ایک تھیلا اس کی طرف بڑھا دیا۔ باس نے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا جس میں دو سیاہ رنگ کے تار لگے ہوئے تھے۔

اس نے آلے کا بٹن دبا دیا۔ آلے میں سے ہلکی ہلکی گھر گھر کی آواز آنے لگی۔ باس نے دونوں تار ہاتھ میں پکڑے اور اور پھر انہیں دیوار کے ساتھ چھوا۔ تاروں کے دیوار سے چھوتے ہی ایک شعلہ سا چمکا اور باس نے تار ہٹا کر بٹن آف کر دیا۔ آلہ اس نے دوبارہ تھیلے میں رکھا اور پھر اس میں سے ایک لمبی نال والا برمے نما آلہ نکال لیا۔ آلے

کا بٹن دبتے ہی نال پر لگی ہوئی فولادی سوئی تیزی سے گھومنے لگی۔ باس نے نال دیوار سے لگائی اور پھر کندھے سے پورا زور لگا کر آلے کو دیوار کی طرف دھکیلنے لگا۔

گھر گھر کی تیز آوازیں نکلنے لگیں اور وہ سوئی دیوار میں گھستی چلی گئی۔ آہستہ آہستہ وہ آلے کو ایک بڑے دائرے میں گھمانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑا سا دائرہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے بٹن دبا کر آلہ بند کیا اور اسے تھیلے میں رکھ کر تھیلا اسلم کی طرف بڑھا دیا اور خود مشین گن سنبھال کر اس نے پورے زور سے اس دائرے کے درمیان بھرپور ککڈ لگایا۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور دیوار کا درمیانی ٹکڑا اندر جا گرا۔ اب وہاں ایک خاصا بڑا سوراخ بن گیا۔ چند لمحوں تک وہ چاروں دیوار کے قریب کھڑے آہٹ لیتے رہے مگر چاروں طرف خاموشی ہی تھی۔

باس نے پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں کو اشارہ کیا اور پھر خود تیزی سے اس سوراخ سے ہوتا ہوا دیوار کی دوسری طرف چلا گیا۔ ان تینوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ باس ایک بار پھر ریسٹ واچ پر چمکنے والے نقطے کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔ پھر جیسے ہی سبز نقطہ جلنے بجھنے لگا وہ رک گیا۔ یہ اصل عمارت کی پشت تھی جس پر پانی کا پائپ چھت تک چلا گیا تھا۔ باس نے ایک بار پھر تاروں والے آلے کو پائپ پر آزمایا، اور ایک بار پھر جھماکہ ہوا اور عمارت کے گرد موجود الیکٹرونک حفاظتی نظام کا سرکٹ ٹوٹ گیا۔ باس نے وہ آلہ دوبارہ تھیلے میں رکھا اور خود مشین گن کاندھے سے لٹکا کر بڑی پھرتی سے پائپ پر چڑھنے لگا۔ تقریباً بیس فٹ کی بلندی پر جا کر اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو سرخ رنگ کا نقطہ دائیں طرف چمک رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے پائپ کو پکڑا اور دوسرا ہاتھ اس نے دائیں طرف بڑھایا۔ اس کا ہاتھ ایک کھڑکی کے شیشے تک پہنچ گیا۔ اس نے شیشے پر شہادت کی انگلی کے ناخن کو ایک دائرے کی صورت میں گھمایا اور پھر انگلیوں کی ہلکی سی ضرب دائرے کی نچلی طرف لگائی اور دائرے کے

درمیان میں شیشہ کھڑکی سے نکل کر باہر نیچے جا گرا۔ اس نے ہاتھ اندر ڈالا اور چٹخنی کھول دی۔ چٹخنی کھلتے ہی اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیئے۔ اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر لٹک گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ کھڑکی سے اندر کود چکا تھا۔ چند لمحوں تک تو وہ اندر ہی دبکا رہا۔ پھر اس نے کھڑکی سے سر باہر نکالا اور جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر اس کا رخ نیچے کی طرف کر کے دو دفعہ جلایا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ایک اور آدمی کھڑکی سے اندر کود آیا اور تھوڑی دیر بعد نیچے کھڑے ہوئے تینوں آدمی کھڑکی کے راستے اندر کمرے میں پہنچ چکے تھے۔ ان کے اندر آنے کے بعد باس نے انہیں محتاط رہنے کا اشارہ کیا اور خود جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر جلائی اور اس کی روشنی میں کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ کمرے میں چاروں طرف بڑی بڑی الماریاں پڑی ہوئی تھیں۔ جن کے اوپر سرخ رنگ سے مختلف ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ پنسل ٹارچ سے نکلنے والی روشنی کی لکیر مختلف الماریوں سے گھومتی ہوئی بارہ نمبر کی الماری پر جا کر رک گئی۔ الماری پر موٹے موٹے ہندسوں میں بارہ لکھا ہوا تھا۔ باس نے اسلم کے کاندھے سے تھیلا اتارا اور پھر اس میں سے وہی سرکٹ توڑنے والا آلہ باہر نکال لیا۔ چند ہی لمحوں بعد الماری کے گرد حفاظتی نظام ایک جھٹکے سے ختم ہو چکا تھا۔ باس نے برما نما آلہ نکالا اور اس کی سوئی الماری کے عین درمیان میں رکھ کر بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد وہ سوئی الماری کے اندر چلی گئی باس نے آلہ بند کیا اور پھر ایک جھٹکے سے الماری کے پٹ کھول دیئے۔ الماری کے اندر موٹی موٹی فائلیں موجود تھیں۔ باس نے بڑی تیزی سے فائلیں نکال نکال کر فرش پر گرانا شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں بعد وہ الماری سے تمام فائلیں نکال چکا تھا۔ پھر اس نے الماری کی پشت کو دائیں طرف سے دبایا تو الماری کے اندر بنا ہوا ریک گھوم گیا اب ریک کی پشت باہر کی طرف تھی۔

ریک کی پشت پر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا بٹن موجود تھا۔ باس نے وہ بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرے کی شمالی دیوار اپنی جگہ سے کھسکتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آ رہا تھا جس میں نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ سیڑھیاں نمودار ہوتے ہی باس مڑا اور پھر تیزی سے اس خلا کی طرف بڑھنے لگا۔

"اسلم تم یہیں ٹھہرو اور محتاط رہنا۔ کسی قسم کا بھی خطرہ درپیش ہو تو بلا دریغ فائرنگ کر دینا" ——— باس نے اسلم سے مخاطب ہو کر کہا اور اسلم اثبات میں سر ہلاتا ہوا وہیں رک گیا۔ اور باس نے باقی دو کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ تقریباً بیس سیڑھیاں گزرنے کے بعد ایک سپاٹ دیوار نے ان کا راستہ روک لیا۔ باس نے دیوار کے ادھر ادھر دیکھا مگر اسے کہیں بھی کوئی ایسا بٹن نظر نہ آیا جس سے وہ اس دیوار کو راستے سے ہٹا سکتا۔ باس کے چہرے پر پہلی بار پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس نے چند لمحے سوچنے کے بعد اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی ڈائل پر موجود بارہ کا ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ویدر باس ڈولفن کالنگ اوور" ——— اس نے دبے لہجے میں کہا۔

"ویدر باس سپیکنگ کیا بات ہے اوور" ——— دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

"باس نقشے کے مطابق میں سیڑھیاں اتر گیا ہوں۔ مگر آگے سپاٹ دیوار ہے جس کو ہٹانے کی کوئی ترکیب سمجھ میں نہیں آ رہی اوور" ——— ڈولفن نے مودبانہ لہجے میں کہا

"سیڑھیوں کے بعد دیوار۔ مگر ہمیں جو اطلاعات مہیا کی گئی ہیں۔ اس میں تو کسی دیوار کا ذکر نہیں ہے اوور" ——— ویدر باس نے جواب دیا۔

"پھر باس اب کیا حکم ہے۔ کیا بم سے اس دیوار کو کاٹ دوں اوور" ———

ڈالفن نے سوال کیا۔

"اس کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے۔ مگر پہلے حفاظتی نظام چیک کر لینا اوور"۔ ویدر باس نے ہدایت جاری کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر اوور" ——— ڈالفن نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— ویدر باس نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بارہ کا ہندسہ ایک بار پھر جلنے بجھنے لگا۔ ڈالفن نے ونڈ بٹن کو دبایا تو ہندسہ بجھ گیا۔ ڈالفن نے کندھے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے تاروں والا آلہ نکالا اور اس کا بٹن دبا کر دیوار سے لگا دیا۔ مگر کوئی جھماکہ نہیں ہوا۔ اس نے وہ آلہ بند کر کے دوبارہ تھیلے میں ڈالا اور پھر برما نکال کر دیوار کو کاٹنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دیوار میں اتنا بڑا سوراخ بنا لینے میں کامیاب ہو گیا جس سے ایک آدمی آسانی سے دوسری طرف گزر سکے۔ چنانچہ سب سے پہلے ڈالفن دوسری طرف گیا اور اس کے بعد باقی دو آدمی بھی دیوار پار کر گئے۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا۔ جس کے عین درمیان میں ایک بہت بڑی الماری موجود تھی۔ اس الماری کے علاوہ باقی تمام کمرہ قطعی خالی تھا۔ الماری پر سرخ رنگ کا کراس کا نشان بنا ہوا تھا۔ اور الماری کے گرد جگنو کی طرح کبھی کبھی چمک سی پیدا ہو رہی تھی۔ باس نے بڑی پھرتی سے ایک بار پھر وہی تاروں والا آلہ نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ اس نے دونوں تاریں الماری کے قریب کر دیں مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا کیونکہ جیسے ہی اس نے وہ تاریں الماری کے قریب کیں بجائے سرکٹ ٹوٹنے کے یکدم الماری زمین میں گھستی چلی گئی اور اس سے پہلے کہ ڈالفن اور اس کے ساتھی سنبھلتے الماری مکمل طور پر زمین میں دھنس چکی تھی اور اب وہاں سپاٹ فرش تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں اچانک ایک تیز بلب جل اٹھا تھا۔ اس کی تیز روشنی براہ راست ان تینوں پر پڑ رہی تھی۔

"باس ہمیں چیک کر لیا گیا ہے" ——— ڈالفن کے ساتھی نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

"ہاں مگر اب میں اپنا مقصد حاصل کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم دونوں دیوار کے سوراخ کے پاس آنے والوں کو روکو میں اس الماری کو باہر نکالتا ہوں" ——— ڈالفن نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے دونوں ساتھی تیزی سے دیوار میں بنے ہوئے سوراخ کے دونوں طرف مشین گنیں سنبھال کر کھڑے ہو گئے۔

ڈالفن نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک دستی بم نکالا اور پھر دس قدم پیچھے ہٹ کر اس نے اس کی پن کھینچی اور بم پوری قوت سے عین اس جگہ پھینک دیا جہاں الماری غائب ہوئی تھی اور خود تیزی سے فرش پر لیٹ گیا۔ دوسرے لمحے ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور اس جگہ کا فرش ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ جب گرد و غبار چھٹا تو ڈالفن تیزی سے خلا کی طرف بڑھا۔ الماری ابھی تک زمین میں ہی گھسی ہوئی تھی مگر اس کی چھت غائب ہو چکی تھی اور الماری کے اندر موجود ایک سرخ رنگ کی فائل پڑی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ اب دور سے گولیاں چلنے کی آوازیں بھی تواتر سے آنے لگی تھیں۔ شاید اسلم نے حملہ آوروں کو باہر والے کمرے میں روک رکھا تھا۔ ڈالفن تیزی سے فرش پر لیٹ گیا اور اس نے جھک کر اپنا ہاتھ الماری کے اندر ڈال دیا۔ دوسرے لمحے فائل اس کے ہاتھ میں آ چکی تھی۔ اسی لمحے سیڑھیوں پر بہت سے قدموں کی آوازیں ابھریں اور ڈالفن کے ساتھیوں نے فائرنگ کھول دی۔ ڈالفن نے فائل نکال کر بڑی تیزی سے اپنی قمیض کے اندر رکھ کر قمیض کے بٹن بند کر دیئے اور پھر قریب ہی فرش پر رکھی ہوئی مشین گن اٹھا کر دیوار کی طرف بھاگ پڑا۔

"باس اب باہر نکلنا محال ہے۔ ہم پھنس گئے ہیں" ——— اس کے ایک ساتھی نے ڈالفن سے مخاطب ہو کر کہا۔

اس سے پہلے کہ ڈالفن کوئی جواب دیتا اچانک ایک دستی بم دیوار کے سوراخ میں سے گزرتا ہوا اندر آ گرا۔ اور ڈالفن بڑی پھرتی سے فرش پر لیٹ گیا۔ ایک لمحے بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس کے دونوں ساتھیوں کے جو دیوار کے قریب موجود تھے پرخچے اڑ گئے۔ فرش کے ٹکڑے اڑ کر ڈالفن کو بھی لگے۔ مگر وہ کسی شدید چوٹ سے محفوظ رہا البتہ اس کے جسم سے کئی جگہ سے خون بہنے لگا۔ ڈالفن اٹھنے ہی لگا تھا کہ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ چنانچہ وہ کروٹ بدل کر فرش پر سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔ البتہ نیم وا آنکھوں سے وہ سوراخ کو مسلسل دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں تک تو خاموشی طاری رہی پھر ایک فوجی کا سر سوراخ میں سے نظر آیا۔

فوجی نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر کمرے کے اندر آ گیا۔ اور اس کے بعد تقریباً بیس کے قریب فوجی اندر آ گئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

"یہ نوجوان مجھے زندہ معلوم ہو رہا ہے" ——— ایک فوجی نے ڈالفن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ڈالفن کی نبض پکڑ لی۔

"ہاں یہ بے ہوش ہے باقی ختم ہو چکے ہیں اسے اٹھا کر اوپر لے چلو" ——— اس فوجی نے جو شاید انچارج تھا دوسرے فوجی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے فوجی نے جھک کر ڈالفن کو اٹھایا اور کاندھے پر ڈال کر سوراخ سے ہوتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

باقی فوجی وہیں کمرے میں ہی رہ گئے وہ شاید موقع کا جائزہ لے رہے تھے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد جیسے ڈالفن کمرے تک پہنچا۔ اس نے وہاں اسلم کی لاش پڑی دیکھی اور ... تت کمرے میں تقریباً پانچ کے قریب فوجی موجود تھے۔

"صرف یہی آدمی بے ہوش ہے باقی ختم ہو چکے ہیں" ——— اس فوجی نے ڈالفن کو

فرش پر لٹاتے ہوئے کہا۔

"اس کی تلاشی لو" ——— ایک اور فوجی نے ڈالفن کو لانے والے کو حکم دیا۔ اور پھر جیسے ہی وہ فوجی ڈالفن پر جھکا۔ ڈالفن یکدم اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس سے پہلے کہ کمرے میں موجود فوجی سنبھلتے۔ ڈالفن نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی اور وہ اڑتا ہوا کھڑکی سے باہر چلا گیا۔ جس سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ باہر ابھی تک دبیز دھند پھیلی ہوئی تھی۔ ڈالفن کو بھی احساس تھا کہ جس کھڑکی سے وہ چھلانگ لگا رہا ہے وہ دوسری منزل پر ہے مگر اس نے پیرا ٹروپنگ کی باقاعدہ تربیت حاصل کر رکھی تھی۔ اس لئے اپنے اندازے کے مطابق جیسے ہی وہ زمین کے قریب آیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سامنے کر لئے اور پھر جیسے ہی اس کے ہاتھوں اور پیروں نے زمین کو چھوا۔ ڈالفن تیزی سے قلابازی کھا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے دائیں طرف مڑا اور پھر اس نے ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا۔ اس کے ڈائل پر سرخ نقطہ ایک بار پھر چمکنے لگا تھا۔ سرخ نقطے کی رہنمائی میں وہ تیزی سے بھاگتا چلا گیا۔ اس نے عمارت کے گرد ہلکی سی روشنی پھیلتی دیکھی۔

وہ سمجھ گیا کہ سرچ لائٹیں جلائی گئی ہیں مگر اتنی دبیز دھند میں سرچ لائٹوں کی تیز روشنی بھی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی۔ کیونکہ سرچ لائٹوں سے عمارت کی اوپر والی سطح ہلکی سی روشن ضرور ہو گئی۔ مگر نیچے ویسے ہی اندھیرا تھا۔

سرخ نقطے کی رہنمائی میں وہ جلد ہی بیرونی دیوار کے سوراخ کے پاس پہنچا اور پھر دوسرے لمحے وہ دیوار سے باہر آ چکا تھا۔ ایک بار پھر وہ سرخ نقطے کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہا تھا۔ اور پھر جب وہ نقطہ سبز ہوا تو وہ رک گیا۔

"نادر" ——— ڈالفن نے تیز لہجے میں آواز دی۔

"یس باس" ——— نادر کی آواز چند قدم دور سے سنائی دی اور ڈالفن تیزی سے

نوازکے رخ بڑھ گیا۔ پھر اسے کار نظر آگئی۔ اس لئے تیزی سے کار کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے وہ سیٹ پر تھا۔

" جلدی نکل چلو " ـــــــ ڈالفن نے سینے پر ہاتھ رکھ کر فائل کی موجودگی کا اطمینان کرتے ہوئے کہا۔

" مگر باقی " ـــــــ نادر نے باقی ساتھیوں کے متعلق پوچھنا چاہا۔

" وہ ختم ہو چکے ہیں۔ تم یہاں سے نکلنے کی کرو " ـــــــ ڈالفن نے انتہائی کرخت لہجے میں اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور نادر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

گاڑی کے سپیڈو میٹر پر سرخ نقطہ ایک بار پھر رہنمائی کرنے لگا۔ راستے میں اچانک ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ایسے محسوس ہوا جیسے کار کے اوپر کوئی آن گرا ہو۔

" یہ کیا ہوا " ـــــــ ڈالفن نے چونک کر نادر سے پوچھا۔

" کیا ہونا ہے شاید درخت سے کوئی چیز کار پر گری ہو گی " ـــــــ نادر نے لاپرواہی سے کہا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کار دوبارہ شاور کالونی کے اس بنگلے میں داخل ہو گئی۔ جیسے ہی کار پورچ میں گئی ڈالفن تیزی سے نیچے اترا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔

نادر کار کو خفیہ گیراج میں چھپانے کے لئے آگے بڑھا دیا۔ ڈالفن مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد ایک ہال کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے ہال کے مین گیٹ کے قریب سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی ہال کا فرش ایک کونے سے ہٹتا چلا گیا۔ اس میں نیچے سیڑھیاں اتر رہی تھیں۔ وہ تیزی سے اترتا ہوا ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک موٹر سائیکل موجود تھا۔

ڈالفن نے کمرے کی دیوار سے لگا ہوا ایک ہینڈل کھینچا تو سامنے کی دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی گئی۔ اب وہاں سے ایک طویل سرنگ نظر آ رہی تھی۔ ڈالفن نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور دوسرے ہی لمحے اس کی موٹر سائیکل سرنگ میں تیز رفتاری سے دوڑنے لگی۔ تقریباً دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد سرنگ کا راستہ ایک اور دیوار نے روک لیا تھا۔ ڈالفن کے قریب پہنچتے ہی خودبخود دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی گئی۔ وہ ایک بار پھر چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گیا۔ ڈالفن نے موٹر سائیکل اس کمرے میں روک دیا اور پھر قمیض کے بٹن کھول کر اس نے سرخ رنگ کی فائل باہر نکال لی۔ فائل ہاتھ میں پکڑے وہ کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی دروازہ خودبخود کھل گیا اور اب وہ ایک بڑے کمرے میں داخل ہو گیا۔

" گڈ شو ڈالفن۔ تمہاری صلاحیتیں واقعی قابل ہیں " ـــــــ ہال میں موجود وسیع و عریض میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے میجر بریو نے ڈالفن کو خوش آمدید کہا۔

" تھینک یو باس " ـــــــ ڈالفن نے مؤدبانہ انداز میں جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا اور فائل میجر بریو کی طرف بڑھا دی۔ میجر نے ڈالفن کے ہاتھ سے فائل لی اور سے کھول کر اس کا سرسری جائزہ لینے لگا۔ فائل بند کر کے وہ ڈالفن سے مخاطب ہوا۔

" ویلڈن۔ اب تم جا کر آرام کرو "

" اوکے باس " ـــــــ ڈالفن نے جواب دیا اور تیزی سے چلتا ہوا سامنے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میجر بریو نے ایک بار پھر فائل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ وہ پاکیشیا کا ایک اہم ترین راز حاصل کر چکا تھا۔

دوسرے لمحے میز پر موجود انٹرکام کی گھنٹی بجنے لگی۔

" یس ڈاکٹر " ـــــــ میجر بریو نے چونک کر پوچھا۔

" باس کیا حکم ہے۔ اب وہ دھند ختم کر دی جائے " ـــــــ دوسری طرف سے ڈاکٹر جان نے پوچھا۔

"ارے ہاں ڈاکٹر اب تم دھند ختم کر دو ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔ پاکیشیا کا ایک اہم ترین راز ہمارے قبضے میں آچکا ہے" ——— میجر بولیو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے باس" ——— ڈاکٹر براؤن کی آواز سنائی دی اور میجر نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور ایک بار پھر فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کا جوش موجزن تھا۔



عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں ایک صوفے پر لیٹا ہوا تھا اس کے تمام جسم اور چہرے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ عمران کی نظریں چھت پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے بلیک زیرو بیٹھا بغور عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"عمران صاحب۔ آپ خواہ مخواہ اپنے ذہن پر زور دے رہے ہیں۔ یہ تو ایک حادثہ تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ صفدر وقت پر پہنچ گیا اور آپ کی زندگی بچ گئی" ——— بلیک زیرو نے پردہ چاک کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں بلیک زیرو میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ میری کار پر آسمانی بجلی گرنا قدرتی حادثہ نہیں تھا بلکہ یہ میرے قتل کی ایک خوبصورت کوشش تھی" ——— عمران نے چونک کر جواب دیا۔ اس کے لہجے سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بے حد سنجیدہ ہے۔

"گو آپ کی چھٹی حس نے آج تک آپ کو دھوکا نہیں دیا مگر اس بار مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ خواہ مخواہ غلط راستے پر سوچ رہے ہیں" ——— بلیک زیرو اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"بلیک زیرو مجھے افسوس ہے کہ تمہارا ذہن ابھی تک ناپختہ ہے۔ تم صرف ظاہری حالت دیکھ کر ہی نتیجہ اخذ کر لیتے ہو" ——— عمران نے قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو کا رنگ ندامت سے زرد پڑ گیا۔ اس نے نظریں جھکا لیں اور خاموش ہو رہا۔

عمران چند لمحے بلیک زیرو کو دیکھتا رہا پھر اس نے اس سے دوبارہ مخاطب ہو کر کہا۔ مگر اس بار اس کا لہجہ بے حد نرم تھا۔

"سنو بلیک زیرو! اس شدید گرمی میں اچانک بادلوں کا ظاہر ہونا اور پھر مجھ پر بجلی گرنے کے فوراً بعد بادل کا اسی طرح اچانک غائب ہو جانا۔ اس بات کو سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے اور پھر آج صبح سے پورے دارالحکومت کا دھند کے دبیز غلاف میں لپٹ جانا مجھے تو غیر قدرتی ہی محسوس ہو رہا ہے"۔

"ہو سکتا ہے آپ کی بات صحیح ہو مگر ایسا تو اکثر ہوتا رہتا ہے" ——— بلیک زیرو باوجود ندامت کے اپنی بات پر مصر تھا۔

"اچھا تم محکمہ موسمیات کے ڈائریکٹر کو فون کرو اور اس سے دھند اور اس دن کے بادلوں کے متعلق ذرا معلومات حاصل کرو۔ اگر یہ سب کچھ قدرتی ہے تو انہیں آلات سے معلوم ہو گیا ہو گا" ——— عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت کی۔

بلیک زیرو نے فوراً ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری سے ڈائریکٹر موسمیات کا نمبر معلوم کر کے اس نے نمبر ملانے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

ہلو لے تو ڈائریکٹر محکمہ موسمیات ۔"

"ایکسٹو سپیکنگ ۔ ڈائریکٹر صاحب سے بات کراؤ" ——— بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر" ——— دوسری طرف سے پی ۔ اے کی مؤدبانہ آواز سنائی دی اور پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد ایک بار پھر آواز سنائی دی۔

"اے کے شیرازی ڈائریکٹر موسمیات بول رہا ہوں جناب۔"

"ایکس ٹو سپیکنگ ۔ چیف آف سیکرٹ سروس" ——— بلیک زیرو نے اپنا مزید تعارف بھی کرا دیا۔ کیونکہ محکمہ موسمیات سے آج تک ان کا سابقہ نہیں پڑا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ ڈائریکٹر ایکسٹو سے واقف نہ ہو۔

"فرمایئے سر میں کیا خدمت کر سکتا ہوں" ——— ڈائریکٹر کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

"شیرازی صاحب ۔ یہ آج دارالحکومت پر جو دھند چھائی ہوئی ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رپورٹ ہے" ——— بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"میں آپ کے سوال کا مطلب نہیں سمجھا سر آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ ذرا وضاحت فرمایئے" ——— ڈائریکٹر نے معذرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"میرے پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ آیا یہ دھند قدرتی ہے یا اس کے قدرتی ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے" ——— بلیک زیرو نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"دھند کیسے غیر قدرتی ہو سکتی ہے سر ویسے ایک بات ہے کہ محکمہ موسمیات کے اصولوں اور تھیوری کے لحاظ سے اس دھند کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم اسے غیر قدرتی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایسا اکثر ہو جاتا ہے کہ تھیوری کے بالکل خلاف موسم میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر ہم بعد میں اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر دو دن پہلے عین دوپہر کے وقت آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہوئے اور

تھوڑی دیر بعد ہی غائب ہو گئے۔ یہ بھی تھیوری کے عین خلاف تھا اور ہم اس پر تحقیقات کا آغاز کر چکے ہیں۔" ——— ڈائریکٹر نے پوری تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ان بادلوں کے متعلق آپ کی تحقیقات کس مرحلے پر ہے" ——— بلیک زیرو نے سوال کیا۔

"فی الحال تو ابتدائی مراحل میں ہے ۔ ہم اس کے متعلق اپنے طور پر تحقیقات کر کے اس کے نتائج بین الاقوامی موسمیاتی لیبارٹری کو ارسال کر دیں گے ۔ پھر وہاں سے اس کے متعلق صحیح رپورٹ ملے گی" ——— ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"آپ کو اور بین الاقوامی موسمیاتی لیبارٹری کو نتیجے تک پہنچنے میں کتنا عرصہ لگ جائے گا" ——— بلیک زیرو نے پوچھا۔

"سر کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہرحال امید ہے کہ چھ ماہ تو لگ ہی جائیں گے" ——— ڈائریکٹر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"چھ ماہ" ——— بلیک زیرو چونک پڑا۔ "اتنا عرصہ" ——— بلیک زیرو کے لہجے میں سخت حیرت تھی۔

"یس سر آخر اتنا عرصہ تو لگ ہی جاتا ہے" ——— ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"شیرازی صاحب مجھے اس تحقیقات کے نتیجے سے دلچسپی ہے۔ اس لئے میں آپ کو صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دیتا ہوں کہ آپ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنی تحقیقات مکمل کر کے باضابطہ طور پر اس کے نتائج میرے محکمے کو ارسال کر دیجئے" ——— بلیک زیرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مگر سر چوبیس گھنٹے میں کیا ہو سکتا ہے ۔ آپ کو محکمانہ کارروائیوں کے متعلق

"تو ٹھیک ہے ہی نے ۔۔۔ ڈائریکٹر شیرازی نے جواب دیا۔

"میں اپنا حکم دہرانے کا عادی ہوں مسٹر شیرازی۔ جو میں نے کہا ہے اس کی تعمیل ہونی چاہئے۔ اسی میں آپ کی اور آپ کے محکمے کی بھلائی ہے خدا حافظ۔"

بلیک زیرو نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔

"خوب۔ ڈانٹ پلائی ہے شیرازی کو۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے عمران صاحب ایک معمولی سے مسئلے کی تحقیقات اور چھ ماہ"

بلیک زیرو کو شاید ابھی تک غصہ تھا۔

"یہی تو ہمارے ملک کی سب سے بڑی خرابی ہے۔ اگر تمام محکمے صحیح کام کریں تو یہ ملک تعمیل و ترقی میں کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"ویسے عمران صاحب آپ کا خیال اب صحیح محسوس ہونے لگا ہے۔ میں اپنی بات کی معذرت چاہتا ہوں۔ واقعی اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یہ سب کچھ قدرتی نہیں بلکہ گڑبڑ کی جا رہی ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے معذرت آمیز لہجے میں کہا اور عمران دھیرے سے مسکرا دیا مگر اس کی مسکراہٹ ہونٹوں میں ہی چھپی رہ گئی۔

بلیک زیرو نے بیٹھے بیٹھے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور کمرے کی دیوار پر لگی ہوئی بڑی سی سکرین روشن ہو گئی اور دوسرے لمحے عمران اور بلیک زیرو دونوں ہی چونک پڑے۔ کیونکہ سکرین پر شہر کا منظر واضح تھا اور شہر پر چھائی ہوئی دھند اب چھٹتی جا رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جلد ہی مطلع صاف ہو جائے گا۔ اب لوگ بھی سڑکوں پر نکلتے آ رہے تھے اور کہیں کہیں اکا دکا کاریں بھی سڑکوں پر چلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

"دھند بڑی تیزی سے چھٹ رہا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے سکرین پر غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں دیکھو اب دھند کے پردے سے کیا نمودار ہوتا ہے" ۔۔۔ عمران نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب" ۔۔۔ بلیک زیرو عمران کی بات پر چونک پڑا۔ مگر اس سے پہلے کہ اس سلسلے میں مزید بات چیت ہوتی ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی ۔۔۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان سپیکنگ" ۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"فرمایئے جناب" ۔۔۔ بلیک زیرو نے اس بار مودبانہ لہجے میں کہا۔

"عمران کہاں ہے طاہر" ۔۔۔ سر سلطان کے لہجے میں پریشانی کا عنصر موجود تھا۔

"یہیں موجود ہیں مگر ان کا تمام جسم پٹیوں میں بندھا ہوا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے وہ کیوں۔ کیا ہوا عمران کو" ۔۔۔ سر سلطان کے لہجے میں شدید پریشانی عود کر آئی۔

عمران پر آسمانی بجلی گرنے کے حادثے کو سب سے چھپایا گیا تھا۔

"آسمانی بجلی کا شکار ہو گئے تھے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے بتایا۔

"ارے پھر کیا ہوا۔ عمران ہے تو ٹھیک۔ مجھے کیوں نہ بتایا" ۔۔۔ سر سلطان نے انتہائی کرخت لہجے میں بلیک زیرو کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں جناب بالکل ٹھیک ہیں۔ انہی کے ایما پر یہ خبر چھپائی گئی تھی" بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"میں خود آ رہا ہوں" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔ سر سلطان

کو شاید بلیک زیرو کی بات کا یقین نہ آیا تھا۔

"یار تم بھی عجیب آدمی ہو خواہ مخواہ ذکر لے بیٹھے۔ اب بے چارے پریشان ہوں گے اور اگر انہوں نے ڈیڈی کو اطلاع کر دی تو سمجھو آ گئی مصیبت" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے عمران صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو ایسے ہمدرد بزرگوں کا سایہ میسر ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"جس وقت ڈیڈی جھاڑتے ہیں اس وقت دیکھا کرو کہ میں کتنے ہمدرد بزرگوں کے زیر سایہ زندہ ہوں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو نے گیٹ سکرین روشن کی تو سکرین پر سر سلطان کھڑے نظر آئے۔ بلیک زیرو نے گیٹ کھولنے کا بٹن دبایا اور پھر سر سلطان کا استقبال کرنے کے لئے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور تقریباً دس منٹ بعد وہ سر سلطان سمیت آپریشن روم میں داخل ہوا۔

عمران اسی طرح صوفے پر لیٹا ہوا تھا۔ سر سلطان کو دیکھتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر سر سلطان نے اسے لیٹے رہنے کے لئے کہا اور خود اس کے قریب بیٹھ گئے۔

"کیا ہوا تھا بیٹے۔ مجھے پوری تفصیل بتاؤ" ۔۔۔ سر سلطان کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ عمران کو اس حالت میں دیکھ کر انہیں شدید رنج پہنچا ہے۔

"کوئی اہم بات نہیں ہے۔ بلیک زیرو نے خواہ مخواہ آپ کو تکلیف دی ہے۔ کل پٹیاں اتر جائیں گی اور میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جاؤں گا" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے ٹالو نہیں تفصیل بتاؤ" ۔۔۔ سر سلطان نے فہمائشی لہجے میں کہا۔

اور پھر عمران کو تمام تفصیل بیان کرنی پڑی۔

"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تمہاری زندگی بچا لی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابھی اللہ تعالیٰ کو اس ملک کی بھلائی مقصود ہے" ۔۔۔ سر سلطان نے دعائیہ لہجے میں کہا۔

"آپ نے کس لئے ٹیلیفون کیا تھا؟" ۔۔۔ عمران نے انہیں یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں تمہارے متعلق سن کر میں اتنا پریشان ہوا ہوں کہ وہ اہم ترین بات تو میرے ذہن سے ہی اتر گئی" ۔۔۔ سر سلطان نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"اہم ترین بات خدا خیر کرے۔ اس دھند نے تو کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا" ۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دھند نے تو خیر کیا کارنامہ انجام دینا تھا البتہ دھند کی آڑ میں ضرور ایک بھیانک کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔ ڈیفنس ریکارڈ روم سے ڈیفنس نظام کی مکمل فائل ڈی تھری غائب کر دی گئی ہے" ۔۔۔ سر سلطان نے بتایا۔

"کیا کہا ڈی تھری فائل۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ" ۔۔۔ عمران یہ سنتے ہی اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے لہجے سے شدید پریشانی نمایاں تھی۔

"ہاں بیٹے ہمارے ملک کا سب سے قیمتی راز اس وقت مجرموں کے قبضے میں ہے ایسا راز جس پر ہمارے ملک کے دفاع کا انحصار ہے" ۔۔۔ سر سلطان نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"تفصیل بتلائیے" ۔۔۔ عمران کے لہجے میں چٹانوں کی سی سنجیدگی تھی اور پھر سر سلطان نے واردات کی تمام تفصیل بتا دی۔

"یہ واردات کتنے بجے ہوئی" ۔۔۔ عمران نے پوچھا

"اب سے ٹھیک دو گھنٹے پہلے" ۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ واردات کے فوراً بعد دھند چھٹنی شروع ہو گئی" ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں تقریباً ایسا ہی ہے۔ مگر دھند کا اس واردات سے کیا تعلق" ـــــ سر سلطان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"یہ تعلق بھی معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال قاتل برآمد کرنا سب سے اہم بات ہے" عمران نے سپاٹ سا جواب دیا۔

"ہاں بیٹے یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے مگر تم تو فی الحال صاحب فراش ہو" ـــــــــ سر سلطان نے پریشان لہجے میں جواب دیا۔

"آپ میری فکر چھوڑیں۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد قاتل برآمد کر لوں" عمران نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اور پھر چند لمحے مزید بیٹھنے کے بعد سر سلطان اٹھے اور ان سے مصافحہ کر کے واپس چلے گئے۔

جب بلیک زیرو انہیں چھوڑ کر کمرے میں واپس آیا تو وہ یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ عمران اپنے جسم سے پٹیاں اتارنے میں مصروف تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں عمران صاحب۔ ابھی آپ کے زخم ہرے ہیں" ـــــ بلیک زیرو نے آگے بڑھ کر عمران کو روکنا چاہا۔

"دور ہٹ جاؤ۔ یہ ناممکن ہے کہ پورے ملک کو تنظرہ لاحق ہو اور میں پٹیاں باندھے پڑا رہوں" ـــــ عمران نے انتہائی سختی سے بلیک زیرو کو روکتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ بلیک زیرو ڈانٹ کھا کر ایک طرف ہٹ گیا۔

کیپٹن شکیل دھند کی وجہ سے اپنے فلیٹ میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دھند چھٹے تو وہ فلیٹ سے باہر نکلے۔

کیپٹن شکیل کی فطرت ایسی تھی کہ بغیر کام کئے ایک لمحہ بھی گزارنا اس کے لئے قیامت بن جاتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہے۔ اس فطرت کا نتیجہ ہی تھا کہ جب سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کام نہ ہوتا تو خواہ مخواہ شہر میں چکر لگاتا رہتا مجرموں کے بدنام ترین اڈوں میں وقت گزارتا۔ آج بھی اس کا پروگرام یہی تھا کہ ٹونی بار میں جا کر بیٹھے۔ کیونکہ زیر زمین دنیا میں آجکل ٹونی بار کے چرچے ہر زبان پر تھے مگر اس دھند نے اس کا تمام پروگرام چوپٹ کر کے رکھ دیا تھا اور وہ اپنے فلیٹ میں ہی کسی بے بس پنچھی کی طرح قید ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ بار بار کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف جاتا اور پردہ اٹھا کر شہر میں پھیلی ہوئی دھند کا جائزہ لیتا مگر یہ دیکھ کر اس کی مایوسی اور بڑھ جاتی کہ دھند چھٹنے کی بجائے لمحہ بہ لمحہ دبیز سے دبیز تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ آخر بے چین ہو کر وہ سیڑھیوں سے نیچے اترا اور دھند میں ہی سڑک کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا تاکہ کسی طرح تو بے چینی میں کمی ہو۔

وہ نیچے آ کر کھڑا تو ہو گیا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کیونکہ دھند میں نظر تو کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے چاروں طرف اندھیرے

کی دبیز چادریں کھڑی ہوں۔

اس نے سوچا کہ واپس فلیٹ میں چلا جائے اور جا کر بیڈ پر سو جائے کہ اچانک اس کے کانوں میں دور سے کسی کار کے چلنے کی آواز آئی۔ وہ فلیٹ کی طرف مڑتا مڑتا رک گیا۔ اس دھند میں سڑک پر کسی کار کا چلنا ایک انتہائی حیرت انگیز بات تھی اور آواز سے محسوس ہو رہا تھا کہ کار لمحہ بہ لمحہ اس سے قریب آتی جا رہی ہے اور کار کی سپیڈ اچھی خاصی ہے۔ اس دھند میں جبکہ دو فٹ سے زیادہ فاصلے سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ کار کو اچھی خاصی سپیڈ میں چلانا حیرت انگیز کارنامہ تھا۔ اور اسی بات نے کیپٹن شکیل کی متجسسانہ فطرت کو مزید اکسایا۔ اس نے قدم آگے بڑھائے اور پھر سڑک کے بالکل قریب کھڑا ہو گیا۔ اب وہ ہمہ تن گوش بن چکا تھا۔ کار قریب سے قریب تر آتی چلی جا رہی تھی۔ کیپٹن شکیل آنکھوں پہ زور دے کر زیادہ سے زیادہ دور تک دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر پانچ چھ فٹ کے فاصلے سے اس کو کار کا ایک ہیولہ اپنی طرف بڑھتا نظر آیا۔ کار کی بتیاں بالکل بجھی ہوئی تھیں۔ جس جگہ کیپٹن شکیل کھڑا تھا وہاں سے سڑک نوے درجے کے زاویے سے مڑ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل سوچ رہا تھا کہ کار کا ڈرائیور کس طرح موڑ کاٹے گا۔ اتنے میں کار اس کے نزدیک پہنچ گئی اور پھر یہ دیکھ کر کیپٹن شکیل کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کار بڑے نارمل انداز میں آگے بڑھی اور پھر موڑ کاٹنے لگی۔ کار کی پشت جیسے ہی کیپٹن شکیل کے قریب آئی کیپٹن شکیل کے جی میں نجانے کیا آئی کہ وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر وہ جھکے سے دھماکے سے کار کی ڈگی پر سوار ہو گیا۔ اس کے ہاتھ کار کی چھت پہ تھے اور جسم کار کی ڈگی کے اوپر تھا۔ موڑ مڑتے ہی کار کی سپیڈ قدرے تیز ہو گئی۔ کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ کار سے اتر جائے مگر پھر اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ فلیٹ میں خاموشی سے پڑے رہنے سے یہ بہتر تھا کہ وہ کسی چکر میں ہاتھ پیر تو ہلائے۔

چنانچہ اس نے تیزی سے اپنے جسم کو سمیٹا اور پھر وہ بڑی آہستگی سے کار کی چھت پر رینگ گیا۔ اب وہ کم از کم گرنے سے محفوظ ہو گیا تھا۔ کار کی چھت پر لیٹا ہوا وہ بڑے اطمینان سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اسے سب سے زیادہ حیرت اس بات پر ہو رہی تھی کہ آخر ڈرائیور اتنے اطمینان اور نارمل انداز میں کار کیسے چلا رہا ہے اور اتنی دبیز دھند میں کار چلانے کی تکلیف کرنے سے ان کا آخر مقصد کیا ہے۔ ابھی وہ سوچ رہا تھا کہ کار نے ایک اور موڑ کاٹا اور پھر وہ ایک جگہ رک گئی۔ کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ کار ایک عمارت میں داخل ہو گئی ہے۔ کار کے رکتے ہی دروازہ کھلا اور پھر ایک نوجوان باہر نکل کر تیزی سے عمارت کے اندر جانے لگا۔ اسی لمحے اسے احساس ہوا کہ کار پھر آگے بڑھنے لگی ہے۔ کیپٹن شکیل بھی عمارت کے اندر داخل ہوا۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہو گیا اس کے حساس کانوں میں کسی دیوار کے سرکنے کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہاں پہنچ گیا۔ یہ ایک ہال کمرہ تھا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا۔ اس نے سامنے فرش اپنی جگہ سے ہٹا ہوا محسوس کیا۔ سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ اب کیپٹن شکیل کو محسوس ہوا کہ معاملہ اس کی توقع کے خلاف کچھ زیادہ ہی خطرناک ہے۔ وہ اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر جس تجسس کا شکار ہوا تھا وہ اب کار آمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر ریوالور موجود نہیں تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اس طرح کے چکر میں پڑ جائے گا مگر اب بغیر آخر تک پہنچے وہ کیسے واپس جا سکتا تھا۔

چنانچہ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں اتر کر جیسے ہی وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا اس نے موٹر سائیکل کے چلنے کی آواز سنی جو لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی۔ کیپٹن شکیل تیزی سے آگے بڑھا۔ یہ ایک طویل سرنگ تھی۔ موٹر سائیکل کی بیک لائٹ دور سے چمک رہی تھی جو تیزی سے مدہم ہوتی چلی جا رہی تھی۔

کیپٹن شکیل نے سوچا کہ یہ کافی طویل سرنگ ہو گی۔ اس لئے اسے کراس کرنے کیلئے

موٹر سائیکل کا بندوبست کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے سرنگ میں دوڑ لگا دی۔ آہستہ آہستہ اس کی رفتار بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

کافی دیر تک بھاگنے کے بعد وہ سرنگ کے دوسرے سرے تک آ پہنچ گیا۔ یہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ کیپٹن شکیل نے موٹر سائیکل کے انجن پر ہاتھ رکھا تو انجن گرم تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ موٹر سائیکل سوار ابھی ابھی اتر کر گیا ہے۔

کمرے میں دائیں طرف ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جس کی دوسری طرف بولنے کی ہلکی ہلکی آوازیں آ رہی تھیں۔ کیپٹن شکیل تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ بند تھا۔ کیپٹن شکیل نے دروازے پر موجود کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ وہ یہی باس ہے۔ میز کے سامنے ایک اور نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سرخ رنگ کی فائل تھی۔

نوجوان نے وہ فائل میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کو پکڑا دی۔ داڑھی والے آدمی نے فائل کھول کر ایک لمحے کے لیے اس پر نظریں دوڑائیں اور پھر نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ریسٹ واچ سٹور میں [illegible] کرا کر تم آرام کرو۔"

"او کے باس" ——— فائل دینے والے نوجوان نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا سامنے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

باس نے دوبارہ فائل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ کیپٹن شکیل ابھی اسی مخمصے میں تھا کہ آگے بڑھے یا واپس لوٹ جائے کہ اس نے انٹرکام کی گھنٹی بجنے کی آواز سنی۔ باس نے [illegible] کہا۔

"یس ڈاکٹر ——" پھر دوسری طرف سے کمرے میں ایک آواز گونجی۔

"باس کیا حکم ہے۔ کیا اب دھند ختم کر دی جائے۔"

"ارے ہاں ڈاکٹر اب تم دھند ختم کر دو ہم کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ پاکیشیا کا ایک اہم ترین راز ہمارے قبضے میں ہے" ——— باس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او کے باس" دوسری طرف سے آواز سنائی دی اور باس نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اور ایک بار پھر فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔

کیپٹن شکیل دھند ختم کرنے اور پاکیشیا کے اہم راز کے انکشاف پر بری طرح چونک پڑا۔ اب اس کے خالی ہاتھ واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اتنا تو وہ سمجھتا تھا کہ پاکیشیا کا اہم راز یہی سرخ رنگ کی فائل ہو گی۔ مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ اس کے پاس ریوالور نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری اور پھر اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولنے کے لیے دباؤ ڈالا مگر دروازہ بند تھا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ کھل کر سامنے آ جاتا۔ چنانچہ اس نے دروازے پر دستک دی۔ دستک دینے کے بعد وہ تیزی سے جھکا اور دروازے کے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ دستک کی آواز پر اس نے باس کو بری طرح چونکتے دیکھا اور اس نے باس کو میز پر لگے ہوئے بے شمار بٹنوں میں سے ایک بٹن دباتے دیکھا۔

کیپٹن شکیل تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ خود بخود کھل گیا۔

اب کیپٹن شکیل کو سب سے خطرناک مرحلہ درپیش تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہو گیا باس نے اس پر قابو پا لینا ہے۔ اور وہ اس سے فائل حاصل کرنے میں ناکام رہے گا۔ موٹر سائیکل اس کے قریب ہی کھڑا تھا اور دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا۔ چنانچہ وہ اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔

اس نے موٹر سائیکل کا سیلف بٹن دبا دیا اور پھر موٹر سائیکل سٹارٹ ہوتے ہی اس نے گیئر بدلا اور فل ایکسیلیٹر دبا دیا۔ موٹر سائیکل رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی اور

کیپٹن شکیل موٹر سائیکل پر سوار آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوگیا۔ باس نے جو شاید موٹر سائیکل کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنتے ہی اضطراری طور پر کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ موٹر سائیکل کو پوری رفتار سے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اچھل کر ایک طرف ہٹنے کی کوشش کی۔ سرخ فائل ابھی تک اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ کیپٹن شکیل جیسے ہی موٹر سائیکل لئے باس کے قریب سے گزرا۔ اس نے اس کے ہاتھ سے فائل جھپٹ لی۔

اور پھر فائل پکڑے ہوئے ہاتھ سے اس نے موٹر سائیکل کے ہینڈل کو تیزی سے ٹرن کیا۔ تیزی سے جاتی ہوئی موٹر سائیکل جب اچانک گھومی تو وہ سلپ ہوگئی اور کیپٹن شکیل اچھل کر سیدھا باس کے قریب جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا۔ باس نے بڑی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔ کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے فائل دانتوں میں دبائی اور پھر اس طرح اچھل کر باس سے جا ٹکرایا جیسے زمین سے اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔ اور پھر وہ باس کو گھسیٹتا ہوا دور تک لے گیا۔ ریوالور باس کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ مگر باس نے بڑی پھرتی سے ٹانگ چلائی اور اس بار الٹ کر گرنے کی باری کیپٹن شکیل کی تھی اور کیپٹن شکیل کے نیچے گرتے ہی باس چھلانگ لگا کر اس پر آپڑا۔ مگر کیپٹن شکیل بڑی پھرتی سے کروٹ بدل گیا اور پھر اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ باس ابھی اٹھ ہی رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے اس وقفے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فائل کو مروڑ کر اپنی جیب میں گھسیڑا اور تن کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اب باس بھی اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوچکا تھا۔ دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ اچانک کیپٹن شکیل نے سامنے کے دروازے پر کسی کا سایہ ابھرتے دیکھا۔ کوئی شخص کمرے میں داخل ہونے والا تھا چنانچہ کیپٹن شکیل نے حملہ کرنے میں پہل کی دوسرے ہی لمحے وہ کسی بھینسے کی طرح بھاگتا ہوا باس کی طرف بڑھا۔ باس نے اسے ڈاج دینے کے لئے ایک طرف ہٹنا چاہا لیکن کیپٹن شکیل اسے ڈاج دینے سے پوری طرح واقف تھا۔ چنانچہ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا سمت بدلا اور دوسرے لمحے باس اس کے ہاتھوں میں اٹھتا چلا گیا۔ اب دروازے پر پہلے والا نوجوان ہاتھ میں سٹین گن پکڑے نظر آرہا تھا۔ وہ شاید ابھی عالم حیرت میں ہی تھا۔ کیپٹن شکیل نے پوری قوت سے باس کو اس نوجوان پر اچھال دیا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر دروازے سے دوسری طرف جا گرے۔

کیپٹن شکیل تیزی سے مڑا اور پھر اس نے فرش پر پڑا ہوا موٹر سائیکل سیدھا کیا۔ موٹر سائیکل کا انجن ابھی تک چل رہا تھا۔ سیدھا کرتے ہی کیپٹن شکیل خود بھی موٹر سائیکل کے ساتھ بھاگ کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر دروازے کے قریب ہی اچھل کر اس پر سوار ہوگیا اور موٹر سائیکل کا گیئر تبدیل ہوتے ہی وہ آندھی اور طوفان کی طرح چھوٹے کمرے سے ہوتا ہوا سرنگ میں دوڑنے لگا۔ اس نے اپنے پیچھے گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں مگر وہ ایکسیلیٹر گھماتا چلا گیا اور موٹر سائیکل کی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ جلد ہی وہ سرنگ کے دوسرے دہانے پر موجود چھوٹے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے موٹر سائیکل بند کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہ کی اور اچھل کر موٹر سائیکل سے اترا اور سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس نے آخری سیڑھی سے اچھل کر کمرے کے فرش پر قدم رکھے سیڑھیوں والی جگہ کا فرش تیز سرسراہٹ سے برابر ہوگیا۔ اگر کیپٹن شکیل کو ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ یقیناً سیڑھیوں میں ہی پھنس کر رہ جاتا۔ شاید باس نے اسے پھنسانے کے لئے وہیں سے یہ حربہ اختیار کیا تھا۔ کیپٹن شکیل نے صرف ایک لمحے کے لیے رک کر فرش کی طرف دیکھا اور پھر ایک طویل چھلانگ لگا کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں دروازہ بھی بند نہ ہو جائے مختلف کمروں کو تیزی سے پھلانگتا ہوا وہ عمارت کے برآمدے میں پہنچ گیا۔ اب دھند کافی سے زیادہ چھٹ چکی تھی۔ عمارت کا گیٹ سامنے نظر آرہا تھا مگر کیپٹن شکیل نے

گیٹ کی طرف جانے کی بجائے سائیڈ کی طرف دوڑ لگائی۔ اور پھر ایک خوبصورت طویل جمپ لگا کر وہ کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا سائیڈ کی چھ فٹ دیوار پھلانگ کر دوسری طرف جا گرا۔ یہ ملحقہ کوٹھی کا لان تھا اور وہ لان کے گھاس پر گرا تھا۔ گھاس پر گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے اس کوٹھی کے گیٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ کوٹھی کا لان خالی پڑا تھا۔ شاید اس کے مکین ابھی تک عمارت کے اندر ہی موجود تھے۔

اس نے گیٹ کی ذیلی کھڑکی کی چٹخنی کھولی اور پھر تیزی سے باہر نکل آیا۔ کوٹھی کے قریب ہی ایک چھوٹی سی گلی تھی۔ کیپٹن شکیل تیزی سے اس گلی میں دوڑتا چلا گیا۔ گلی کا انتخاب اس نے اس لئے کیا تھا تاکہ مجرم اسے ٹریپ نہ کر سکیں۔ ابھی سڑکوں پر ٹیکسیوں کی آمد و رفت شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اسے اپنے پیروں پر ہی زور دینا پڑا۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے کی لگاتار ریس کے بعد وہ اپنے فلیٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

فلیٹ میں داخل ہو کر اس نے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور چند لمحے وہ دروازے سے پشت لگائے اپنا سانس درست کرتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔



عمران سے ڈانٹ کھا کر بلیک زیرو چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"مگر جناب فائل حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن تو نہیں ہے اور فائل ہمیں فوری طور پر دستیاب کرنی ہے۔ ورنہ فائل یا اس کے مندرجات دشمن تک پہنچ جائیں گے اور پھر سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔"

"بلیک زیرو جب انسان کام کرنے پر آمادہ ہو جائے تو قدرت خود بخود راستے پیدا کر دیتی ہے۔ میں ڈیفنس ریکارڈ روم جا رہا ہوں۔ وہاں موقع واردات دیکھ کر ہی کچھ سوچا جائے گا" ـــــ عمران نے لباس تبدیل کرتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کچھ جواب دیتا ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی بلیک زیرو نے تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ـــــ بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"شکیل بول رہا ہوں جناب۔ میرے پاس ایک سرخ رنگ کی فائل ہے جس پر ایک کراس بنا ہوا ہے اور کراس کے اندر ڈی تھری کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ڈی تھری فائل مگر یہ تمہارے پاس کیسے پہنچی" ـــــ بلیک زیرو حیرت سے چیخ پڑا۔ یہ جس فائل کا ذکر ہو رہا تھا وہ یہی ڈی تھری فائل تھی۔ ڈی تھری فائل کا سن کر عمران بھی چونک پڑا اس کی آنکھوں میں بھی تعجب کے آثار ابھر آئے۔

اور کیپٹن شکیل نے شروع سے آخر تک اپنے ایڈونچر کی کہانی تفصیل سے سنا دی۔ عمران بھی رسیور سے کان لگائے کھڑا تھا۔ جب کیپٹن شکیل نے بات ختم کی تو رسیور عمران نے لے لیا۔

"ویری گڈ کیپٹن شکیل تم نے سیکرٹ سروس کی لاج رکھ لی۔ مجھے تم جیسے کارکنوں پر فخر ہے جو ہمیشہ اپنی آنکھیں کھلی رکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ تم نے یہ فائل حاصل کر کے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے" ـــــ عمران کا لہجہ انتہائی تحسین آمیز تھا۔

"تھینک یو سر۔ آپ کے یہ الفاظ ہی میری زندگی کی معراج ہیں" ـــــ جواب میں کیپٹن شکیل نے انتہائی مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔ مگر اس کے لہجے میں دبی ہوئی مسرت صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا سنو! میں عمران کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ تم فائل اسے دے دینا لیکن اپنے کارنامے کی مزید تفصیلات بھی اسے بتلا دینا۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ایسی نہ ہو جو تم نے نہ بتلائی ہو اور جب تک عمران تمہارے پاس نہ پہنچ جائے تم نے اپنی جان سے بھی زیادہ فائل کی حفاظت کرنی ہے" ـــــ عمران نے کیپٹن شکیل کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب فائل میرے پاس محفوظ ہے" ـــــ کیپٹن شکیل نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"او کے" ـــــ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ عمران اور بلیک زیرو دونوں کی آنکھوں میں مسرت کے دیپ جگمگا رہے تھے۔

یہ ملک کی انتہائی خوش بختی تھی کہ اس کا اہم ترین راز دشمنوں کے ہاتھوں میں آنے کے باوجود اتنی جلدی واپس وطن دوست ہاتھوں میں پہنچ گیا تھا۔ گو یہ اتفاق تھا مگر کتنا حسین اتفاق تھا۔

"دیکھا بلیک زیرو تم تو کہہ رہے تھے کہ ہمارے پاس لائن آف ایکشن نہیں ہے یہاں قدرت نے ہمارے پاس فائل بھی پہنچا دی ہے" ـــــ عمران نے مسکراتی ہوئی نظروں سے بلیک زیرو کو دیکھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو ہنس کر خاموش ہو گیا۔

عمران نے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور پھر سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں ہی میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"سلطان اسپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی باوقار آواز سنائی

"آپ خالی خولی سلطان بول رہے ہیں یا سر سلطان بات کر رہے ہیں" ـــــ عمران نے چہکتے ہوئے پوچھا۔

"عمران بیٹے تم۔ کیا بات ہے بہت چہک رہے ہو" ـــــ سر سلطان نے جواب میں ہنستے ہوئے پوچھا۔

"جناب میں قطعی نہیں چہک رہا۔ آپ کو قطعی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کوئی جوزف تو نہیں ہوں کہ ایک گھونٹ پیا اور بہکنا بلکہ ابکنا شروع کر دیا" ـــــ عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"جوزف کی بڑی اچھی مثال دی ہے تم نے مگر میں نے چہکنا کہا تھا بہکنا نہیں" ـــــ سر سلطان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"آدمی چہکتا تو تب ہی ہے جب بہکتا ہے۔ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی فرسلطان اوہ ساری سر سلطان صاحب" ـــــ عمران نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب تم نے بہکنا شروع کر دیا ہے۔ اچھا اب مذاق ختم۔ یہ بتلاؤ تم نے فون کیوں کیا تھا" ـــــ سر سلطان نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے سر سلطان صاحب بہک تو آپ رہے ہیں جو مجھ پہ خون کرنے کا الزام لگا رہے ہیں۔ مجھ جیسا شریف آدمی جس نے کبھی مکھی بھی نہیں ماری خون کیسے کر سکتا ہے" عمران نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ تم سے باتوں میں جیتنا ناممکن ہے اب اس کے سوا اور کیا چارہ ہو سکتا ہے کہ میں رسیور رکھ دوں" ـــــ سر سلطان نے زچ ہو کر کہا۔

"ہاں آپ کو اجازت ہے کہ آپ رسیور رکھ دیں۔ اگر آپ کو ڈی تھری فائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہے" ـــــ عمران نے بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا کہا ڈی تھری فائل اور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ تمہیں کیا معلوم بیٹے کہ

اس وقت اعلیٰ حکام کی کیا حالت ہے۔ فائل غائب ہونے پر صدر مملکت تک بوکھلا گئے ہیں۔ ایک حشر برپا ہے۔ ملک کے مستقبل پر تاریک بادل چھا گئے ہیں" ـــــ سر سلطان کے لہجے میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

"ارے خدا کے لئے تاریک بادلوں کا نام نہ لیجئے ورنہ بجلی پھر مجھ غریب پر ہی گرے گی۔ میں تو اب سیاہ بادلوں سے الرجک ہو گیا ہوں" ـــــ عمران نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اب مجبوری ہے بجلی تو تم پر ہی گرنی ہے۔ کیونکہ سب کی نگاہیں تم پر ہی لگی ہوئی ہیں۔ ابھی ابھی وزیر اعظم صاحب نے مجھ سے فون پر بات کی ہے کہ میں فائل کی فوری برآمدگی کے لئے ایکسٹو پر دباؤ ڈالوں" ـــــ سر سلطان نے جواب دیا۔

"معاف کیجئے جناب فائل میرے پیٹ میں تو موجود نہیں ہے کہ آپ اوپر سے دباؤ ڈالیں گے اور فائل نیچے سے نکل آئے گی" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری بات سن کر افسوس ہوا عمران کہ اب تم اتنے گھٹیا مذاق کرنے لگ گئے ہو" ـــــ سر سلطان کو شاید عمران کی بات بے حد ناگوار گزری تھی۔

"سوری سر جب سے بجلی گری ہے میری زبان کا کرنٹ اوور ہو گیا ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں" ـــــ عمران کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ اسے سر سلطان سے ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ اچھا اب بتلاؤ کہ ڈی ٹھمری کے سلسلے میں کیا بات تھی۔ کیا فائل برآمد ہو گئی" ـــــ سر سلطان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اشتیاق آمیز لہجے میں سوال کیا۔

"فائل برآمد ہو گئی جناب۔ میں سیکرٹ سروس کا چیف ہوں کوئی مداری نہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جماؤں۔ بہرحال اتنی بات ضرور ہے کہ فائل برآمد کر دوں گا" ـــــ عمران نے بڑے عجیب سے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا خدا حافظ" ـــــ سر سلطان نے بڑے غصے میں جواب دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو سلطان صاحب بات تو سنیئے ارے قبلہ" ـــــ عمران چیختا ہی رہ گیا۔ مگر دوسری طرف سے ریسیور رکھا جا چکا تھا۔

شاید سر سلطان صاحب ناراض ہو گئے تھے۔

"آپ نے سر سلطان کو ناراض کر دیا۔ سیدھی طرح کہہ دینا تھا کہ فائل مل گئی ہے" بلیک زیرو نے عمران کو منہ لٹکائے دیکھا تو ہنستے ہوئے کہا۔

"بلیک زیرو سیاست بھی سیکھو۔ اگر سیدھی سادی بات کر دی جاتی تو بات کی اہمیت نہیں رہتی اور ہو سکتا تھا۔ سلطان صاحب یہ سوچتے کہ شاید میں نے اپنی اہمیت جتانے کے لئے فائل خود ہی چوری کی ہو" ـــــ عمران نے ریسیور رکھتے ہوئے بلیک زیرو کو جواب دیا اور اس چوری والی بات پر بلیک زیرو بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔

"اچھا میں اب چلتا ہوں کیپٹن شکیل سے فائل لے کر میں خود سر سلطان کے پاس جاؤں گا۔ فائل بھی ان کی میز پر رکھوں گا اور معافی بھی مانگوں گا۔ کم از کم ایک کپ چائے تو پی آؤں گا۔ صبح سے پیٹ میں چوہے تو ایک طرف شیر چیتے قلابازیاں کھا رہے ہیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور الماری سے ریوالور نکال کر جیب میں رکھتے ہوئے آپریشن روم سے باہر نکل گیا مگر چند ہی لمحوں بعد وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔

"خیریت سر" ـــــ بلیک زیرو نے اسے واپس آتے دیکھ کر پوچھا۔

"یار کہاں خیریت ہے شاید بجلی نے میرے ذہن پر بھی اثر ڈالا۔ نسیان کا مریض ہوتا جا رہا ہوں" ـــــ عمران نے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہوئی ہے" ـــــ بلیک زیرو عمران کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

"بات یہ ہے کہ میں کیپٹن شکیل کے پاس جا رہا ہوں۔ تم تمام ممبرز کو لے کر ٹاورز کالونی کے بنگلہ نمبر اکیس پر چھاپہ مارو۔ شاید مجرم ابھی تک وہیں ہوں" ـــــ عمران نے

بلیک زیرو کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر، میں بنگلے پر چھاپہ مارنے کا فوری پروگرام بناتا ہوں" ——— بلیک زیرو نے ٹیلیفون اپنی جانب کھسکاتے ہوئے کہا۔

اور عمران اوکے کہتا ہوا دوبارہ آپریشن روم سے نکل گیا۔



باس سے ٹکرانے کے بعد ذوالفن نے کھڑے ہونے میں بڑی پھرتی دکھلائی مگر اس وقت تک کیپٹن شکیل موٹر سائیکل لے کر کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔ چنانچہ ذوالفن مشین گن سے گولیاں برساتا ہوا اس کے پیچھے بھاگا مگر جب وہ چھوٹے کمرے میں پہنچا تو موٹر سائیکل کی بیک لائٹ سرنگ کے اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی۔ کمرے سے تھوڑی دور سرنگ موڑ کاٹتی تھی۔ اس لئے ذوالفن اس موڑ تک بھاگتا چلا گیا مگر کیپٹن شکیل تو آندھی اور طوفان کی طرح موٹر سائیکل بھگا کر لے گیا تھا چنانچہ اس نے مزید آگے جانا بے سود سمجھا اور وہ واپس باس کی طرف مڑ گیا۔ جب وہ کمرے میں پہنچا تو باس بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔

"کیا ہوا ذوالفن۔ کیا وہ مارا گیا" ——— ذوالفن کو دیکھتے ہی باس نے چیختے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سوری سر، وہ تو غائب ہی ہو گیا ہے" ——— ذوالفن نے جواب دیا۔

"وہ غائب ہو گیا وہ فائل بھی لے گیا اسے ہر قیمت پر روکنا ہے" ——— باس نے کہا اور پھر جھپٹ کر میز کی طرف بڑھا۔

غصے اور جوش میں وہ یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ سیڑھیوں کا سسٹم جام کر سکتا ہے چنانچہ یاد آتے ہی اس نے میز پر لگے ہوئے دو بٹن دبا دیئے اور سامنے دیوار سے لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی۔

اس میں سیڑھیوں کا منظر نظر آ رہا تھا۔ سیڑھیوں کی چھت کھلی ہوئی تھی اور کیپٹن شکیل تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ باس نے اسے دیکھتے ہی ایک اور بٹن دبایا اور اسی لمحے کیپٹن شکیل نے جمپ لگایا اور وہ آخری سیڑھی بھی پھلانگ گیا۔ بٹن دبتے ہی فرش برابر ہو گیا مگر کیپٹن شکیل زد سے باہر ہو چکا تھا۔

اب سکرین پر سیڑھیوں کا اندرونی منظر ہی نظر آ رہا تھا۔ باس نے غصے کے عالم میں دو تین بٹن اور دبا دیئے۔

بٹن دبتے ہی سکرین پر تیزی سے منظر بدلنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی میز کے کنارے سے ایک چھوٹا سا سٹیئرنگ نما ہینڈل بھی باہر نکل آیا۔ باس نے بڑی پھرتی سے سٹیئرنگ گھمانا شروع کر دیا۔ اور پھر کوٹھی کا بیرونی منظر سکرین پر نظر آنے لگا۔ مگر کیپٹن شکیل کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گیٹ بھی اسی طرح بند تھا۔ باس نے بڑی پھرتی سے سٹیئرنگ ادھر ادھر گھمایا اور ساتھ ہی میز پر لگے ہوئے دو تین بٹن دبائے اور سکرین پر باری باری کوٹھی کے سامنے، دائیں بائیں اور عقبی منظر نظر آنے لگے۔

کیپٹن شکیل تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو چکا تھا۔ مایوس ہو کر باس نے مین سوئچ آف کر دیا اور سکرین تاریک ہو گئی۔ باس مایوسی کے عالم میں دھڑام سے کرسی پر گر گیا۔ چند لمحے تک وہ سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے سر اٹھایا اور اپنے قریب کھڑے ہوئے ذوالفن کی طرف گھوم گیا۔

"تم نے اتنے وقت سیڑھیوں کا فرش بند کیوں نہیں کیا تھا اور تم اتنے نکمے ہو گئے ہو کہ دشمن تمہارے پیچھے لگا آیا ہے اور تمہیں احساس تک نہیں ہوا" ——— باس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں ڈالفن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ سر۔ باس نجانے وہ کیسے یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ دھند کی وجہ سے کار کے علاوہ تو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور آپ کو کامیابی کی خوشخبری دینے میں جلدی میں فرش برابر کرنا بھول گیا" ڈالفن نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

"اسے الہام تو نہیں ہو گیا تھا۔ سب تمہاری لاپرواہی ہے جس نے ہمیں اتنا عظیم نقصان پہنچایا ہے" ——— باس کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے ڈالفن کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن جھپٹ لی۔

"سر۔ معاف کر دیجئے باس میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی غلطی نہیں ہو گی" ڈالفن باس کے مشین گن چھیننے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ اس کے متعلق باس کا کیا ارادہ ہے۔

"میں تمہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ تم آئندہ غلطی کر سکو" ——— باس نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن کی نال سے گولیوں کی بوچھاڑ نکلی اور ڈالفن چند لمحے گولیوں کی بوچھاڑ پر رقص کرتا رہا اور پھر دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اس کے جسم میں بلامبالغہ سینکڑوں سوراخ ہو چکے تھے اور ڈالفن غریب کو تڑپنے کی مہلت نہ مل سکی۔

باس چند لمحوں تک غصیلی نظروں سے ڈالفن کی لاش کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر وہ مڑا اور اس نے میز پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دو نوجوان کمرے میں داخل ہوئے۔

"جارج، ڈالفن کی لاش اٹھا کر برقی بھٹی میں جلا دو" ——— باس نے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور تم نادر گیراج سے کار نکال کر پورچ میں لے آؤ۔ ہم یہ کوٹھی ابھی ابھی چھوڑ رہے ہیں" باس نے دوسرے نوجوان سے کہا۔

"بہتر سر" ——— نادر نے جواب دیا اور تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی باس نے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"ڈاکٹر، میں ہوں باس کالنگ یو" ——— باس نے تیز لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

"یس ڈاکٹر براؤن اسپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

"سنو ڈاکٹر۔ وہ فائل جس کے لئے ہم نے دھند کا کھڑاگ پھیلایا تھا۔ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور میں یہ کوٹھی چھوڑ رہا ہوں۔ کیونکہ کسی بھی وقت اس کوٹھی پر اٹیک ہو سکتا ہے۔ میں سنٹر نمبر ۲ میں منتقل ہو رہا ہوں۔ میں تمہیں سنٹر نمبر ۲ پہنچ کر مزید ہدایات دوں گا۔ تم انٹرکام کا کنکشن کاٹ دو کیونکہ میں یہ کوٹھی ڈائنامائیٹ سے تباہ کر دوں گا" ——— باس نے اسے بتایا۔

"مگر یہ کیسے ہوا سر" ——— ڈاکٹر کی حیرت بھری آواز گونجی۔

"تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ میرے ایک کارکن کی معمولی سی غلطی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ بہرحال تم فکر نہ کرو میرا نام میجر پرمود ہے۔ میں اس کا اتنا بھیانک انتقام لوں گا کہ اس ملک میں بسنے والا ہر فرد قیامت تک روتا رہے گا" ——— باس نے انتہائی جوش کے عالم میں کہا اور پھر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

رابطہ ختم کرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے الماری سے ایک چھوٹا سا آلہ نکال کر جیب میں ڈالا اور ایک نظر کمرے پر ڈالی اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا اور وہاں دیوار پر لگے ہوئے ایک کافی بڑے سرخ رنگ کے ہینڈل کو اس نے نیچے دبایا۔

ہینڈل کے ساتھ لگے ہوئے بڑے سے ڈائل پر سرخ رنگ کی سوئی تیزی سے حرکت

کرنے لگی اور وہ دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ جلد ہی وہ راہداری سے گزرتا ہوا پورچ میں آ گیا۔ یہاں کار موجود تھی۔ نادر اور جارج اس کے قریب کھڑے تھے۔

"چلو جلدی کرو" ——— باس نے ڈرائیونگ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر جارج بڑی پھرتی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور نادر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ چند لمحوں بعد کار گیٹ کے قریب پہنچ گئی۔ اب دھند قطعی صاف ہو چکی تھی اور سڑکوں پر آمد و رفت معمول کے مطابق جاری ہو گئی تھی۔ جارج نے نیچے اتر کر گیٹ کھولا اور نادر کار کو باہر نکال لایا۔

"بائیں طرف چلو" ——— باس نے نادر کو حکم دیا اور نادر نے کار بائیں طرف موڑ دی۔ جارج دوبارہ پچھلی سیٹ پر پہنچ چکا تھا۔

تیزی سے دوڑتی ہوئی کار لمحہ بہ لمحہ کوٹھی سے دور ہوتی چلی گئی۔ کوٹھی سے تقریباً دو فرلانگ پر ایک چوک تھا۔ جب کار چوک پر پہنچی تو باس نے نادر کو کار روکنے کا اشارہ کیا۔ نادر نے کار سائیڈ میں روک دی۔ باس نے جیب سے وہی آلہ نکالا اور پھر اس کا ایک بٹن گھمانا شروع کر دیا۔ آلے میں سے ہلکی ہلکی ٹک ٹک کی آواز نکلنے لگی۔ باس چند لمحے بغور آلے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اس کے دائیں سائیڈ پر لگا ہوا بٹن تیزی سے دبا دیا۔ آلے پر لگا ہوا سرخ رنگ کا چھوٹا بلب جل اٹھا اور بلب جلنے کے دس سیکنڈ بعد دور سے ایک اعصاب شکن دھماکہ ہوا اور فضا میں پتھروں اور اینٹوں کے ساتھ گرد و غبار کا ایک فوارہ سا اٹھ آیا اور چند لمحوں بعد جب دھماکے کی بازگشت ختم ہوئی تو باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے آلے کا بٹن دوبارہ دبایا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔

"چلو اب بائیں سائیڈ مڑ جاؤ" ——— باس نے کار کی سیٹ سے پشت لگاتے ہوئے کہا اور نادر نے خاموشی سے کار آگے بڑھا دی۔ باس بظاہر تو خاموش تھا مگر

س کے ذہن میں لاوا سا ابل رہا تھا۔ اس ملک میں فوری کامیابی کے بعد یہ اس کی پہلی ناکامی تھی۔ اس کی مٹھیاں لاشعوری طور پر بھنچ گئیں۔ وہ خوفناک انتقام لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔



عمران کی کار بڑی تیز رفتاری سے فاصلے کو کاٹتی چلی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ مجرم ضرور دوسرا وار کریں گے۔ کوٹھی کے متعلق تو اسے یقین تھا کہ مجرموں نے وہ بھی فوری طور پر خالی یا تباہ کر دی ہوگی۔ مگر پھر بھی اس نے بلیک زیرو کو کوٹھی پر چیک کرنے کے لئے بھیج دیا تھا کہ شاید کوئی سراغ مل جائے۔ یہی سوچتا ہوا وہ جلد کیپٹن شکیل کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔ اس نے کار فلیٹ کے نیچے روکی اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چڑھتا گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے کیپٹن شکیل کھڑا تھا۔ وہ چند لمحوں تک حیرت و تعجب کے عالم میں عمران کو دیکھتا رہا۔

"ارے کیا بات ہے کیا میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں" ——— عمران نے کیپٹن شکیل کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"تشریف لائیے" ——— کیپٹن شکیل نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے بڑی سنجیدگی سے اندر آنے کے لئے کہا اور خود ایک طرف ہٹ گیا۔ عمران اندر

داخل ہوا اور پھر سامنے رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی کیپٹن شکیل نے دروازہ بند کیا اور پھر چلتا ہوا عمران کے سامنے آ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا۔

"اب بتلاؤ تم کون ہو" ——— کیپٹن شکیل کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی

"کیا مطلب" ——— عمران ایک لمحے کے لئے کیپٹن شکیل کے غیر متوقع رویے پر بھونچکا رہ گیا۔

"زیادہ بننے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ تم عمران نہیں ہو بلکہ تم نے عمران کا میک اپ کرنے کی بھونڈی کوشش کی ہے" ——— کیپٹن شکیل نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں عمران کا بھوت ہوں۔ میرے خیال میں تمہارے دماغ پہ دھند چھا گئی ہے" عمران جواب اچانک حیرت کے عالم سے نکل آیا تھا۔ اس لئے اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے۔ سیدھی طرح بتلاؤ کہ تم کون ہو" کیپٹن شکیل نے انتہائی کرخت لہجے میں پوچھا۔

"سیدھی طرح تو میں عمران ہوں اور ٹیڑھی طرح ابن رحمان ہوں اور تم سیدھی طرح تو کیپٹن شکیل ہو اور ٹیڑھی طرح احمق اعظم" ——— عمران نے جواب دیا۔

کیپٹن شکیل کی آنکھوں میں کشمکش کے آثار تھے۔ جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ اس کا مقابل سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم عمران ہو" ——— آخر کیپٹن شکیل نے سوال کیا

"ثبوت تو میں اپنے انسان ہونے کا بھی نہیں دے سکتا اور ویسے بھی میں نے ابھی تک شناختی کارڈ نہیں بنوایا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر میں تمہیں گولی مارنے لگا ہوں۔ کم از کم تمہارے انسان ہونے کا ثبوت تو مل جائے گا" ——— کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں جواب دیا اور اب عمران کو بھی سنجیدگی اختیار کرنی پڑی کیونکہ اس نے کیپٹن شکیل کی نظروں میں انتہائی سنجیدگی نوٹ کر لی تھی۔

"مگر تمہیں میرے میک اپ میں ہونے کا شبہ کیوں ہوا" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"تمہارے چہرے پر جلنے کے نشانات ہیں۔ بال بھی تمام جلے ہوئے ہیں" کیپٹن شکیل نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے کمال ہے اس کا مطلب ہے کہ میں میک اپ میں بھی اناڑی ہوں میک اپ کیا تو جلے ہوئے عمران کا۔ تمہارا قصور نہیں کیپٹن شکیل آدمی جب اتفاق سے کوئی کارنامہ کر لے تو اس کا دماغ خراب ہو ہی جاتا ہے۔ تم نے فائل کیا برآمد کر لی۔ ایکسٹو کو دینے سے انکار کر دیا۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ اندھے کے ہاتھ بٹیر آ گیا تو وہ اپنے آپ کو شکاری سمجھنے لگا" ——— عمران دوبارہ مذاق پہ اتر آیا۔

"کیسی فائل" ——— کیپٹن شکیل نے انجان بنتے ہوئے کہا

"مسٹر شکیل آپ دھند میں مجرم کی کار پہ سفر کرتے ہوئے ٹاور روڈ کی کوٹھی نمبر ایکس گئے۔ وہاں سے آپ نے ڈی تھری فائل حاصل کی اور پھر آپ اپنے فلیٹ پہنچے اور [illegible] نے ایکس ٹو کو اپنے کارنامے کی اطلاع دی۔ ایکسٹو نے وہ فائل لینے مجھے بھیجا ہے مگر جب یہاں پہنچا تو کیپٹن شکیل نے مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اتنی تفصیل کافی ہے یا مزید تفصیلات بتلاؤں" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ اب کیپٹن کی غلط فہمی دور ہو گئی۔ اس کے کرخت چہرے پہ نرمی کے آثار دوڑ گئے اور اس نے ریوالور دوبارہ جیب میں ڈال لیا اور حیرت بھری نظروں سے عمران کے چہرے کی طرف دیکھا

ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔

"اب مجھے یہ تو یقین آ گیا ہے کہ آپ عمران ہیں مگر آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی"۔ کیپٹن شکیل نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔

"شکر ہے کہ تمہیں یقین آ گیا ورنہ مجھے ثبوت کے لئے ڈیڈی کے پاس جانا پڑتا"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دراصل ایکسٹو نے مجھے فائل کی حفاظت کے سخت ترین احکامات دیئے تھے جب آپ اچانک اس حلیے میں سامنے آئے تو میں مشکوک ہو گیا"۔ کیپٹن نے اپنے رویے کی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے کہ تم میرے حلیے سے ہی مشکوک ہوئے ورنہ تم میری جنس سے ہی مشکوک ہو جاتے تو میں تمہارا کیا بگاڑ سکتا تھا"۔ عمران نے بڑی معصومیت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا مذاق چھوڑیئے پہلے یہ بتایئے کہ آپ کو ہوا کیا ہے۔ آپ کا تو پورا جسم جگہ سے جلا ہوا ہے"۔ کیپٹن شکیل نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"اب تم مصر ہی ہو رہے ہو تو بتا دیتا ہوں۔ مگر پہلے یہ وعدہ کرو کہ کسی سے ذکر نہیں کرو گے۔ ورنہ ایکسٹو نے اول تو مجھے زندگی سے آؤٹ کر دینا ہے ورنہ کم از کم آؤٹ تو ضرور ہی کر دے گا"۔ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے میں مگر انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ اور کیپٹن شکیل اس اہم ترین راز میں شریک بننے کے لئے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے۔

"آپ قطعی بے فکر رہیں عمران صاحب آپ کا راز قیامت تک میرے سینے سے باہر نہیں نکلے گا"۔ کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدگی سے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں خیر! قیامت تک اسے روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قبر میں جا کر بیشک نکال دینا۔ مجھے کوئی گلہ نہیں ہو گا"۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی سے اترنے لگا۔

"عمران صاحب میں بے حد سنجیدہ ہوں"۔ کیپٹن شکیل نے عمران کا مذاق ٹالتے ہوئے کہا۔

"سنجیدگی بے حد اچھی چیز ہے پارٹنر۔ اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ آدمی کو خودکشی کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ سنجیدگی کے جراثیم ہی اسے وقت سے پہلے ختم کر دیتے ہیں"۔ عمران نے باقاعدہ سنجیدگی کے فلسفے پر بحث کرنی شروع کر دی۔

"عمران صاحب! آپ وہ راز بتا رہے تھے"۔ کیپٹن شکیل نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ راز۔ مگر دوست ایک بات ہے۔ اس راز پر میری ذاتی سلامتی کا انحصار ہے۔ اگر میں نے یہ راز تمہیں بتلا دیا تو میری ذات کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ میں اپنی ذات میں ہی ٹوٹ پھوٹ جاؤں گا اور شکست و ریخت کا یہ عمل مجھے ریزہ ریزہ کر دے گا اور پھر اس کی کرچیں اس دنیا میں بکھر جائیں گی اور غریبوں کے پاؤں زخمی ہو جائیں گے امیروں کی موٹروں کے ٹائر پنکچر ہو جائیں گے اور مڈل کلاسیوں کے سائیکل پنکچر ہو جائیں گے"۔

عمران کی زبان جب ایک بار چل پڑی تو ظاہر ہے اسے کون روک سکتا تھا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ دنیا میں موجود ہر مشین کی بریکیں ہوتی ہیں سوائے عمران کی زبان کے۔

چنانچہ کیپٹن شکیل بھی ایک طویل سانس لے کر صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ اس کے چہرے سے خجالت کے آثار واضح تھے۔ اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ وہ اب تک عمران کے ہاتھوں بے وقوف بنتا رہا ہے۔

عمران بھی خاموش ہو گیا۔ چند لمحوں تک کمرے میں بوجھل سا سکوت طاری رہا۔

پھر عمران نے ہی اس خاموشی کا پردہ چاک کیا۔

"اچھا سنو تم بھی کیا یاد کرو گے" ——— عمران کے لہجے میں راز بتلانے کی مکمل آمادگی تھی۔ اور یہ شاید اس کے لہجے کا ہی اثر تھا کہ کیپٹن شکیل سب کچھ بھول بھال کر ایک بار پھر اس کی طرف جھک گیا۔

"تمہیں شاید احساس ہو کہ میں جولیا سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔ یہ اعشق آتشی ہے۔ اور اب تک یہ آتش میرے سینے میں ہی چھپی رہی مگر پچھلے دنوں شاید گرمی تھا جب اچانک موسم خوشگوار ہو گیا تو یہ آتش عشق دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ ہو گئی اور میں ققنس پرندے کی طرح اپنی ہی آگ میں جل گیا۔ یہ اسی آگ کے نشانات ہیں جو میرے جسم پر داغ چھوڑ گئے ہیں" ——— عمران نے بڑی سنجیدگی سے راز کا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ دنیا کا سب سے بڑا احمق ہے۔ مگر غلطی اسی کی تھی جس نے عمران جیسے شخص کی بات پر انتہائی سنجیدگی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ کھسیانی ہنسی ہنس کر خاموش ہو جاتا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ کیپٹن شکیل کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر خجالت کا آبشار بہہ رہا تھا۔

"بس عمران صاحب رہنے دیجئے اتنا ہی کافی ہے۔ آپ سے سنجیدگی کی توقع ہی کرنا حماقت ہے۔ آپ فائل لیجئے" ——— کیپٹن شکیل نے ندامت آمیز لہجے میں کہا

"اور دفع ہو جایئے" ——— عمران نے اس کا فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا

"ارے نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں" ——— کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر خفیہ الماری کھول کر اس نے وہی فقری فائل نکالی اور اسے عمران کے سامنے میز پر رکھ دیا۔

"عمران نے ایک نظر فائل کو دیکھا اور پھر فائل اٹھا کر اسے دوہرا کر کے جیب میں

ٹھونس لیا۔

"تم نے یہ فائل پڑھی تو نہیں" ——— اس بار عمران کا لہجہ قدرے سخت تھا۔

"نہیں عمران صاحب میں بیوقوف تو نہیں ہوں میں ملٹری سیکرٹ سروس میں رہا ہوں اور اس کے لفافے میں اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ یہ نافی ڈیفنس سے تعلق رکھتی ہے اور ظاہر ہے ڈیفنس فائل کا متعلقہ آدمی کے علاوہ کسی دوسرے کا پڑھنا ملک سے غداری کے مترادف ہے" ——— کیپٹن شکیل نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"سمجھدار آدمی ہو ——— اچھا مجھے تمام تفصیلات بتاؤ۔ کوئی سٹیپ کوئی فقرہ بیان سے حذف نہیں ہونا چاہیے" ——— عمران نے کہا اور کیپٹن شکیل نے پوری تفصیل سے تمام واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ جب کیپٹن شکیل باس کے اس فقرے پر پہنچا کہ ڈاکٹر اب دھندہ ختم کر دو۔ ہمارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ عمران بری طرح چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک ابھر آئی۔

"کیا تمہیں مکمل یقین ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو واقعی تم نے سنا ہے" ——— عمران نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

"قطعی عمران صاحب۔ میری بات کا ایک ایک حرف سچا ہے" ——— کیپٹن شکیل نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اب مزید تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہیں اپنے فلیٹ ہی پر رہنا۔ شاید مجھے بعد میں تم سے رابطہ قائم کرنا پڑ جائے" ——— عمران نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں موجود رہوں گا۔ مگر ایکسٹو نے اگر مجھے کسی کام سے بھیج دیا تو میں معذرت خواہ ہوں گا۔ کیونکہ میں آپ سے زیادہ اپنے باس کو اہمیت دیتا ہوں" ——— کیپٹن شکیل نے صاف صاف لفظوں میں عمران کو جتا دیا۔

"جب ایکسٹو تمہیں کسی کام سے بھیجنے لگے تو میرا حوالہ دے دینا۔ اس کی ابھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ عمران کا راستہ کاٹ سکے" ——— عمران نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے ہی صاف ظاہر تھا کہ وہ ایکٹنگ کر رہا ہے۔

"ابھی ایکسٹو کے مقابلے میں آپ طفل مکتب ہیں عمران صاحب۔ اس کے ذہن تک پہنچنے کے لئے ابھی آپ کو صدیوں محنت کرنی پڑے گی" ——— کیپٹن شکیل نے اسے مزید چڑاتے ہوئے کہا۔ وہ شاید اپنی سابقہ ندامت کا بدلہ اس انداز میں لے رہا تھا۔

"اچھا آج امتحان ہو جائے گا۔ اگر میرا حوالہ دینے کے باوجود ایکسٹو تمہیں کہیں جانے پر زور دے جائے تو میں اپنی اس خوشگوار زندگی پر لعنت بھیج کر سچ مچ کا عقلمند بن جاؤں گا" ——— عمران نے جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل اس بات پر بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گیا۔

"خوب آدمی ہے یہ بھی" کیپٹن شکیل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

"یس سر حکم فرمائیے! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی اوور" ——— ڈاکٹر براؤن۔ بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ڈاکٹر ابھی ابھی مجھے میجر بریو نے رپورٹ دی ہے کہ وہ اپنے پہلے ہی مشن میں ناکام رہا ہے۔ میں نے اپنے ملک کے اعلیٰ حکام سے بات کر لی ہے۔ انہوں نے فوری طور پر چارج آپ کے ہاتھوں میں دینے کا حکم دیا ہے۔ آپ میجر بریو سے چارج لے لیں۔ اب ویدر باس کا نام آپ اختیار کریں اور مشن کو تیزی سے تکمیل تک پہنچائیں۔ اب مشن کی راہ میں کوئی سستی برداشت نہیں کی جائے گی اوور" ——— دوسری طرف سے سیفر نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"بہتر سر مگر کیا میجر بریو کو اس سلسلے میں ہدایات دی جا چکی ہیں اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے سوال کیا۔

"ہاں میں نے میجر بریو کو مکمل ہدایات دے دی ہیں۔ وہ آپ سے ہر ممکن تعاون کرے گا۔ یہ اس کے کیرئیر کی پہلی ناکامی تھی۔ اس لئے اسے صرف تنبیہہ کی گئی ہے ورنہ وہ فوری طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا اوور" ——— سیفر نے انتہائی کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے سر۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ آپ کو جلد ہی کوئی عظیم خوشخبری سناؤں اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"اوکے آپ کسی بھی وقت سفارت خانے کے پرائیویٹ نمبر پر مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور ویسے بھی آپ کو وقتاً فوقتاً ہدایات دیتا رہوں گا اوور اینڈ آل" ——— سیفر نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر براؤن نے بھی ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر ریوالونگ چیئر سے پشت لگا دی۔ اس کا چہرہ مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ اسے اپنے انچارج بننے پر یقیناً بے حد مسرت ہوئی تھی۔ چند لمحوں تک تو وہ خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے سامنے پڑی ہوئی بڑی سی میز کے کنارے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

چند لمحوں بعد ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک طویل القامت نوجوان اندر داخل

ہوا۔ نوجوان خاصے مضبوط جسم کا مالک تھا اور چہرے پہ درشتی اور سفاکی کے آثار ثبت تھے۔

"فرمایئے ڈاکٹر" ——— نوجوان کے لہجے سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ مؤدبانہ انداز میں بات کرنے کا عادی نہ رہا ہو۔

"بیٹھ جاؤ فلیپر۔ میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں" ——— ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان کرسی پہ بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر کی بات سن کر اس کے چہرے پر اشتیاق کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"سنو فلیپر تمہیں گلہ تھا کہ جب بنیادی کام ہم کرتے ہیں۔ میجر بریو کو ہم پر کیوں مسلط کیا گیا ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل صحیح بات ہے" ——— فلیپر نے بڑے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔

"تو سنو ——— ابھی ابھی سفیر صاحب نے ہدایت دی ہے کہ اعلیٰ حکام نے میجر بریو سے تمام اختیارات چھین لئے ہیں اور اب اس مشن کا انچارج مجھے بنایا گیا ہے۔ میجر بریو میرے انڈر کام کرے گا" ——— ڈاکٹر براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ نیوز اب مشن پر کام کرنے کا مزہ آئے گا۔ اب حکام کو فلیپر کی صحیح صلاحیتوں کا اندازہ ہوگا۔ میں اس مشن پر وہ تیر توڑ دوں گا کہ ان کی سات نسلوں کو فلیپر کا نام تو ابن لرزتا رہے گا" ——— فلیپر نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا تھا۔

"ٹھیک ہے کام تو سب تم نے کرنا ہے۔ میرے متعلق تو تمہیں علم ہے کہ میں بنیادی طور پہ ایک سائنسدان ہوں۔ میرا نام تو صرف ڈمی کے طور پہ استعمال ہوگا۔ بہرحال صرف ایک بات کا خیال رکھنا کہ ہمیں کسی سٹیپ پہ ناکامی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اس مشن کے بعد میں اعلیٰ حکام کو جو رپورٹ دوں گا اس میں تمہاری صلاحیتوں کے متعلق کھل کر لکھوں گا چنانچہ تمہیں یقیناً سیکرٹ سروس میں اعلیٰ عہدے پہ فائز کر دیا جائے گا" ——— ڈاکٹر

براؤن نے کہا۔

"آپ قطعی بے فکر رہیں جناب۔ آپ دیکھیں تو سہی کہ میں کتنی جلد مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرتا ہوں" ——— فلیپر نے بڑے بااعتماد لہجے میں جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ ڈاکٹر براؤن کوئی جواب دیتا۔ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ ڈاکٹر نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس ڈاکٹر براؤن سپیکنگ" ——— ڈاکٹر براؤن نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سر میجر بریو حاضری کی اجازت چاہتے ہیں" ——— دوسری طرف سے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

"بھیج دو" ——— ڈاکٹر نے اس بار سخت لہجے میں جواب دیا اور رسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور میجر بریو اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ گھٹا ہوا تھا۔

"آیئے میجر بریو تشریف رکھیے" ——— ڈاکٹر براؤن نے سنجیدگی سے کہا اور میجر بریو خاموشی سے فلیپر کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

فلیپر بڑی طنزیہ نظروں سے میجر بریو کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو بھی ایم صاحب کی ہدایات مل گئی ہوں گی" ——— ڈاکٹر براؤن نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"یس سر اسی وجہ سے حاضر ہوا تھا" ——— میجر بریو نے مختصر سا جواب دیا۔

"پلان کی تفصیلات مجھے دے دیجئے" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا

"بہتر سر مگر یہ ٹاپ سیکرٹ ہے" ——— میجر بریو نے قریب بیٹھے ہوئے فلیپر کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"فلیپر میرا خاص آدمی ہے۔ اس لئے اس سے کوئی چیز ٹاپ سیکرٹ نہیں ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر جیسے آپ کی مرضی" ——— میجر بریو نے بڑے ناگوار لہجے میں جواب دیا۔ اور پھر جیب سے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر براؤن کے سامنے رکھ دیا۔ ڈاکٹر براؤن نے کاغذ اٹھا کر بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے کاغذ فلیپر کی طرف بڑھا دیا۔

"میرے خیال میں یہ کوڈ میں ہے۔ تم اسے ڈی کوڈ کرو فلیپر" ——— ڈاکٹر براؤن نے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور فلیپر نے کاغذ لے کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے جیب سے بال پوائنٹ قلم نکالا اور اسے ڈی کوڈ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے کاغذ دوبارہ ڈاکٹر براؤن کی طرف بڑھا دیا۔ ڈاکٹر براؤن نے بڑی گہری نظروں سے اس کو پڑھا اور پھر اس نے کاغذ تہہ کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے میجر اب تمہارا کیا پروگرام ہے" ——— ڈاکٹر نے میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جیسے آپ حکم کریں باس" ——— میجر نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔ مگر اسکے لہجے میں ناگواری کی بو صاف آ رہی تھی۔

"تم ہیڈ کوارٹر نمبر ۲ میں جاؤ اور اپنے آدمیوں کو ہر وقت کام کے لئے تیار رکھو میں وقتاً فوقتاً تم سے کام لیتا رہوں گا۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا کہ میں ڈسپلن کی خلاف ورزی قطعی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ آئندہ تمہاری معمولی سی کوتاہی تمہارے حق میں بھیانک ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ میری آخری وارننگ ہے" ——— اس بار ڈاکٹر براؤن کا لہجہ بے حد تحکمانہ تھا۔

"بہتر باس میں کوشش کروں گا کہ مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو" ——— میجر بریو نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا اور میجر بریو خاموشی سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی فلیپر نے ایک زوردار قہقہہ مارا اور ڈاکٹر براؤن بھی مسکرا دیا۔

"بڑا تیس مار خاں بنتا تھا۔ ہونہہ" ——— فلیپر نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

ڈاکٹر نے جیب سے وہی کاغذ نکالا اور فلیپر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"فلیپر اب تم اپنی بہترین صلاحیتوں کا ثبوت دو۔ اور آج سے ہی کام کا آغاز کر دو۔ میری طرف سے تمہیں ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ تم اپنے آپ کو ڈائریکٹر وبدرباس کہلوا سکتے ہو۔ مگر روزانہ مجھے کارکردگی کی رپورٹ دینا نہ بھولنا" ——— ڈاکٹر براؤن نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"آپ قطعی بے فکر رہیں جناب آپ نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے میں اس اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دوں گا" ——— فلیپر نے جواب دیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پھر ڈاکٹر کے سر ہلانے پر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے فائل سرسلطان کو پہنچانے کے بعد اپنی کار کا رخ سیدھا ڈائریکٹر موسمیات کے دفتر کی طرف کیا اور تھوڑی دیر بعد ڈائریکٹر موسمیات کے دفتر کے سامنے موجود تھا۔

"صاحب مصروف ہیں" ـــــ چپڑاسی نے عمران کو دروازے پر ہی روکتے ہوئے کہا۔

"کیا مصروفیت ہے، وہی مسئلہ ہوگا" ـــــ عمران نے بڑے رازدارانہ انداز میں چپڑاسی کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اور چپڑاسی بے اختیار مسکرا دیا۔

"ہاں صاحب اور کیا مصروفیت ہو سکتی ہے" ـــــ چپڑاسی نے اس بار نرم لہجے میں جواب دیا۔ وہ عمران کے انداز سے یہی سمجھا تھا کہ عمران بھی واقف حال ہے۔

"تم فکر نہ کرو میں بھی اسی مصروفیت کے سلسلے میں آیا ہوں۔ تمہارا چائے پانی کھرا ہے" ـــــ عمران نے چپڑاسی کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ چپڑاسی کچھ سمجھتا۔ عمران دروازے پر پڑا ہوا پردہ ہٹا کر شڑاپ سے اندر داخل ہو گیا۔

دفتر خالی پڑا ہوا تھا۔ البتہ ریٹائرنگ روم سے مردانہ آواز کے ساتھ ساتھ چوڑیوں کی کھنک اور نسوانی مترنم قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ عمران نے سر ہلایا اور پھر ایک کرسی کو زور سے گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کرسی جان بوجھ کر گھسیٹی تھی۔ کرسی گھسیٹنے کی آواز پیدا ہوتے ہی ریٹائرنگ روم سے ابھرنے والی آوازیں بند ہو گئیں اور چند لمحوں بعد ایک بھاری جسم کا ادھیڑ عمر آدمی ریٹائرنگ روم کے دروازے سے نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔

عمران کو کرسی پر بیٹھا دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تعجب کے آثار نمودار ہوئے مگر دوسرے لمحے غصے کی سرخی ابھر آئی۔ عمران کے چہرے پر حماقتوں کا آبشار بہہ رہا تھا اور وہ بڑی مسکین سی صورت بنائے کرسی پر بیٹھا تھا۔

"کون ہو تم اور تم نے بلا اجازت آفس میں داخل ہونے کی جرأت کیسے کی" ـــــ ادھیڑ عمر ڈائریکٹر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ زنانہ مردانہ قسم کی مصروفیت میں مشغول ہیں۔ اور ویسے بھی میں نے تو صرف کرسی گھسیٹی ہے" عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ" ـــــ ڈائریکٹر صاحب نے اس کی بات کاٹ کر دہاڑا اور پھر اس نے چپڑاسی کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

"رفیق" ـــــ دوسرے لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"یہ کون ہے اور تم نے اسے اندر کیوں آنے دیا" ـــــ ڈائریکٹر صاحب چپڑاسی پر برس پڑے۔

"یہ زبردستی اندر آ گیا ہے میں ابھی اسے باہر نکال دیتا ہوں" ـــــ چپڑاسی نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"دھکے دے کر باہر نکال دو" ـــــ ڈائریکٹر نے خون برساتی آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور چپڑاسی صاحب کا حکم ملتے ہی بڑے خونخوار انداز میں عمران کی طرف بڑھا۔

"صاحب کو ٹھنڈا پانی پلاؤ۔ ان کا دماغ ضرورت سے زیادہ گرم ہو رہا ہے" ـــــ عمران نے اچانک انتہائی سخت لہجے میں اپنی طرف بڑھتے ہوئے چپڑاسی کو حکم دیا۔ اس کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ چپڑاسی یکدم ٹھٹک کر رک گیا۔ عمران کے چہرے کے تاثرات اس کی آواز کے ساتھ ہی بدل گئے تھے اور اب یہ ایک نیا عمران معلوم ہو رہا تھا۔ ڈائریکٹر بھی عمران کے اس طرح پینترا بدلنے پر چونک پڑا۔

"جو میں نے کہا ہے اس کی تعمیل کرو" ـــــ عمران کے لہجے میں زخمی چیتے کی سی غراہٹ تھی۔ اور چپڑاسی غریب پوری جان سے لرز گیا۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"آپ کون ہیں" ـــــ ڈائریکٹر بھی عمران کے لہجے سے مرعوب ہو چکا تھا۔ اس لئے اس بار اس کا لہجہ جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے کمزور بھی تھا۔

"تشریف رکھیے اور اپنے دماغ کو ٹھنڈا رکھ کر بات کیجئے۔ آپ ایک ذمہ دار افسر ہیں اور آپ اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں نہیں بلکہ ایک سرکاری دفتر میں موجود ہیں" ـــــ عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مخصوص لہجے میں ڈائریکٹر سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈائریکٹر چند لمحے عمران کے چٹان کی طرح ٹھوس چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں میں تعجب کے ساتھ ساتھ ہلکے سے خوف کی آمیزش بھی تھی۔

"کیا رنگ رلیاں منانے کے لئے سرکاری دفاتر ہی رہ گئے ہیں۔ یہ ٹارگنگ روم میں کون ہے"... ـــــ عمران نے میز کے مقابل پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"کیسی رنگ رلیاں اور تم کون ہو۔ تمہیں شاید معلوم کہ میں کون ہوں" ـــــ ڈائریکٹر شاید اپنے آپ پر قابو پانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے لہجے میں دوبارہ سختی عود کر آئی تھی۔

"کیا ان بادلوں اور دھند کے متعلق رپورٹ مکمل ہو چکی ہے" ـــــ عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سوال کر دیا۔

"بادلوں دھند یہ تم کیا کہہ رہے ہو کیسی رپورٹ" ـــــ ڈائریکٹر نے یکدم چونک کر کہا۔

اور عمران نے ایک کارڈ جیب سے نکال کر ڈائریکٹر کے سامنے میز پر پھینک دیا۔ ڈائریکٹر نے کارڈ اٹھا کر پڑھا۔ کارڈ پر سیکرٹ سروس کا مخصوص نشان بنا ہوا تھا اور اس پر نمائندہ خصوصی ایکسٹو چیف آف دی سیکرٹ سروس کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

"ایکسٹو" ـــــ ڈائریکٹر کا رنگ کارڈ پڑھتے ہی زرد پڑ گیا۔ اب اس کی آنکھوں میں وحشت کے آثار ابھر آئے تھے۔

"مم۔ معاف کیجئے۔ میرا آپ سے پہلے تعارف نہیں تھا ورنہ..." ـــــ ڈائریکٹر نے اس بار بے حد عاجزانہ لہجے میں جواب دیا۔ اب اس کے چہرے پر پسینے کے آثار ابھر آئے تھے۔

"جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دیں" ـــــ عمران نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔

"پہلے آپ یہ بتلائیں ٹھنڈا پئیں گے یا گرم اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے رویے کی معافی چاہتا ہوں۔ یقین کیجئے ایسا غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے ورنہ میں کبھی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا" ـــــ ڈائریکٹر نے انتہائی معذرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"صاحب کے لئے چائے لے آؤ جلدی" ـــــ ڈائریکٹر نے چپڑاسی کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"شیرازی صاحب مجھے افسوس ہے کہ دشمن ملک کی سلامتی کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور آپ رنگ رلیاں منا رہے ہیں۔ آپ جیسے غیر ذمہ دار لوگوں نے ہی اس ملک کا ستیاناس کیا ہوا ہے" ـــــ عمران کے لہجے میں تلخی عود کر آئی۔

"معافی چاہتا ہوں۔ ویسے ریٹائرنگ روم میں میری پرسنل سیکرٹری ہے اور میں اسے ڈکٹیشن دے رہا تھا" ـــــ شیرازی نے آنکھیں نیچی کرتے ہوئے کہا۔

"خوب ڈھونڈی ہے جگہ ڈکٹیشن دینے کے لئے آپ نے۔ آپ پہلے اپنی سیکرٹری کو رخصت کریں اس کے بعد مجھ سے بات کریں۔ میرے پاس

آپ کی طرح نالتو وقت نہیں ہے" ---- عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔ اور شیرازی تیزی سے اٹھ کر ریٹائرنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ریٹائرنگ روم کا دوسرا دروازہ شاید کسی اور طرف کھلتا تھا۔ کیونکہ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تو اکیلا تھا۔

"میں نے اسے بھیج دیا ہے" ---- شیرازی نے کہا اور دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ ویسے وہ عمران سے نظریں ملانے سے گریز کر رہا تھا۔

اتنے میں چپڑاسی نے چائے لا کر عمران اور شیرازی کے سامنے رکھ دی اور بڑی تعجب بھری نظروں سے عمران کو دیکھتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

"آپ کو ایکسٹو نے بادلوں اور دھند کے متعلق چوبیس گھنٹے کے اندر رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ رپورٹ اب کس مرحلے پر ہے" ---- عمران نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ ویسے میں نے رپورٹ کی فوری تیاری کے لئے احکامات جاری کر دیئے تھے" ---- شیرازی نے انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر کہا۔

"اسلم سروے رپورٹ نمبر دس تیار ہو کر آ گئی ہے"

"نو یس سر ابھی تک تو نہیں پہنچی" ---- دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"فوراً معلوم کرو کہ رپورٹ کس مرحلے پر ہے اور اسے مکمل کر کے فوراً میرے پاس پہنچاؤ" ---- شیرازی نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"جس مرحلے میں بھی ہو اسے منگواؤ" ---- عمران نے کہا اور اس کی بات سنتے ہی شیرازی نے اسلم کو ہدایت کر دی۔

"بہتر جناب ابھی لے آتا ہوں" ---- اسلم نے جواب دیا اور شیرازی نے انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔

"ویسے اگر یہ کوئی سرکاری راز نہ ہو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ سیکرٹ سروس کو بادلوں اور دھند سے یکایک کیا دلچسپی پیدا ہو گئی ہے" ---- شیرازی نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔

"بغیر دلچسپی کے ہم اپنا وقت ضائع کرنے کے عادی نہیں ہیں شیرازی صاحب" ---- عمران نے گول مول سا جواب دیا۔ اور شیرازی خاموش ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں فائل پکڑے اندر داخل ہوا۔ اس نے وہ فائل شیرازی کے آگے رکھ دی۔

شیرازی نے اسے سر کے اشارے سے جانے کے لئے کہا اور وہ مودبانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

شیرازی نے فائل کھول کر اس کا سرسری جائزہ لیا اور پھر اسے عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ ابھی نامکمل ہے جناب آپ دیکھ لیجئے۔ اگر آپ کا کام اس سے چل سکتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے ایک روز کی مہلت اور دے دیجئے۔ میں رپورٹ مکمل کرا لوں گا" ----

عمران نے فائل لے کر اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ رپورٹ بالکل ابتدائی مرحلے میں تھی مگر اس کے باوجود عمران کا مطلب کسی حد تک حل ہوتا تھا۔ رپورٹ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد عمران نے وہ فائل میز پر رکھ دی اور شیرازی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شیرازی صاحب! یہ بتلائیے کیا مصنوعی بادل فضا میں پیدا کئے جا سکتے ہیں"۔

"جی ہاں ترقی یافتہ ممالک میں اس کے متعلق کامیاب تجربات کئے جا چکے ہیں"۔

شیرازی نے جواب دیا۔

"چلو یہ تو ٹھیک ہے یہ بتلائیے کہ ان بادلوں میں بجلی بھی پیدا کی جا سکتی ہے اور اگر کی جا سکتی ہے تو کیا اس بجلی کو کسی مخصوص عمارت پر گرایا جا سکتا ہے" —— عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں جناب یہ ناممکن ہے۔ اول تو یہی قطعی ناممکن ہے کہ مصنوعی بادلوں میں بجلی پیدا کی جائے کیونکہ آسمانی بجلی تب ہی پیدا ہوتی ہے جب نیگیٹو اور پازیٹو قسم کے بادل آپس میں ٹکراتے ہیں اور مصنوعی بادل یا نیگیٹو ہو سکتے ہیں یا پازیٹو۔ کیونکہ وہ ایک ہی قسم کی گیس سے بنائے جاتے ہیں۔ اور اگر بجلی پیدا بھی ہو جائے تو اس بجلی کو کنٹرول کرنے کے متعلق تو سوچا بھی نہیں جا سکتا" —— شیرازی نے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"کیا دھند بھی مصنوعی پیدا کی جا سکتی ہے" —— عمران نے مزید پوچھا۔

"آج تک تو اس کے متعلق کہیں بھی تجربہ نہیں ہوا" —— شیرازی نے جواب دیا۔

"تجربے کی بات چھوڑیں میں تھیوری کے لحاظ سے پوچھ رہا ہوں۔ اگر کوئی سائنسدان کوشش کرے تو کیا ایسی تھیوری ہو سکتی ہے جس سے کسی مخصوص علاقے میں دبیز دھند پیدا کی جا سکے اور پھر اسے قائم بھی رکھا جا سکے" —— عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب یہ ناممکن ہے۔ ایسی کوئی تھیوری موجود نہیں ہے" —— شیرازی نے جواب دیا۔

عمران اس کی بات سن کر چند لمحے خاموش رہا۔ اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا ہو۔

"جناب جہاں تک میں سمجھا ہوں۔ آپ کے خیال کے مطابق پچھلے دنوں دارالحکومت میں پیدا ہونے والی دھند اور ان سے پہلے یکایک نمودار ہونے والے بادل مصنوعی تھے اور کسی سائنسدان نے یہ تجربہ کیا تھا" —— شیرازی نے سوال کیا۔

"شیرازی صاحب مجھے یقین ہے کہ ایسا ہوا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ بادلوں میں آسمانی بجلی پیدا کر کے اسے ایک مخصوص عمارت پر گرایا گیا ہے۔ اور آپ کی اطلاع کے لئے بتا دوں کہ وہ عمارت میں ہوں۔ آپ میرے چہرے پر داغ دیکھ رہے ہیں۔ یہ آسمانی بجلی کا ہی کرشمہ ہے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ بڑی تعجب خیز بات ہے۔ ویسے اگر ایسا ہے تو پھر یہ کسی انتہائی ذہین سائنسدان کا کارنامہ ہے" —— شیرازی کی آنکھیں واقعی حیرت سے پھیل گئیں۔

"اچھا شیرازی صاحب تھینک یو ویری مچ۔ آپ کل تک رپورٹ مکمل کر دیں ورجن پوائنٹس پر میں نے آپ سے گفتگو کی ہے ان کو بھی پیش نظر رکھیں اور مجھے امید ہے کہ آئندہ آپ کم از کم دفتر میں سرکاری پوزیشن کا خیال رکھیں گے" —— عمران نے اسے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ اسے باہر نکلتا دیکھ کر چپڑاسی ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے باقاعدہ سیلوٹ داغ دیا۔ عمران اسے آنکھ مارتا ہوا کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے سڑکوں پر پھسلتی ہوئی سنٹرل پبلک لائبریری کی وسیع و عریض عمارت کے پورچ میں جا کر رک گئی۔ عمران کار سے نیچے اترا اور پھر عمارت میں داخل ہو کر سیدھا چیف لائبریرین کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"فرمائیے جناب" —— چیف لائبریرین نے بڑے اخلاق سے سوال کیا۔

"کیا آپ کے پاس عالمی سائنس لیبارٹریز کی کیٹلاگ ہوتی ہے" —— عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں ہے۔ آپ کو کون سے موضوع کی کیٹلاگ چاہیئے" —— چیف لائبریرین نے پوچھا۔

"مجھے موسمیات پر عالمی ریسرچ کی کیٹلاگ چاہیئے۔ چاہے وہ کیٹلاگ براہ راست اقوام متحدہ کی ریسرچ کمیٹی کی طرف سے مرتب کی گئی ہو یا پھر اخبارات میں شائع شدہ

ریلیشن کٹنگ پر مشتمل ہو" ——— عمران نے اپنی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے پاس دونوں ٹائپ کی کیٹلاگ موجود ہے۔ اگر موسمیات میں آپ اپنے موضوع کی مزید وضاحت کر دیں تو زیادہ آسانی رہے گی" ——— چیف لائبریرین نے کہا

"مجھے مصنوعی بارش، مصنوعی آسمانی بجلی یا مصنوعی دھند وغیرہ پر مشتمل ریسرچ انفارمیشن چاہئے" ——— عمران نے اپنے موضوع کی مزید وضاحت کر دی۔

"ٹھیک ہے آپ کو اس کے مطابق انفارمیشن مل جائے گی مگر اب وقت ختم ہونے والا ہے آپ کل تشریف لائیے" ——— چیف لائبریرین نے جواب دیا۔

"سوری مجھے یہ انفارمیشن ابھی چاہئے" ——— عمران نے سنجیدگی سے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ویری سوری آپ لیٹ آئے ہیں۔ لائبریری ٹائم ختم ہونے والا ہے اور آپ کو انفارمیشن کولکٹ کرنے کے لئے کم از کم ایک گھنٹہ لگ جائے گا" ——— چیف لائبریرین نے بھی ناگوار لہجے میں جواب دیا۔

"کمال ہے اس ملک کا تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے جو ملتا ہے بادن گرا ہی ملتا ہے" ——— عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ تمیز سے بات کریں۔ آپ ایک ذمہ دار افسر کے سامنے بیٹھے ہیں" ——— لائبریرین نے عمران کی بات سن کر چڑتے ہوئے کہا۔

"آپ کی شادی ہو چکی ہے" ——— عمران نے اچانک سوال کیا۔

"ہاں ہو چکی ہے مگر آپ سے مطلب" ——— چیف لائبریرین نے پہلے تو روادار کی میں جواب دیا مگر فوراً ہی سوال کی نوعیت کو محسوس کر کے چونک پڑا۔

"پھر آپ کی بیوی ضرور تھانیدار ہوگی۔ اس نے گھڑی پر روزنامچہ رکھا ہوا ہوگا۔ تبھی آپ کو گھر جانے کی جلدی ہے" ——— عمران نے یوں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے تمام مسئلہ اس کی سمجھ میں آ گیا ہو۔

"آپ کا دماغ ٹھیک ہے۔ آپ جاتے ہیں یا میں چپڑاسی کو بلواؤں" ——— چیف لائبریرین عمران کا فقرہ سنتے ہی جھٹکے سے اکھڑ گیا۔

"اگر ایسی بات نہیں ہے تو آپ اتنے چڑچڑے کیوں ہیں۔ ادب کے چوکیدار کو کم از کم بے ادب نہیں ہونا چاہئے" ——— عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ لہجہ ایسا تھا جیسے بات نہ کر رہا ہو بلکہ کان سے مکھی اڑا رہا ہو۔

لائبریرین کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

عمران نے دیکھا کہ اب پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دس بارہ کارڈ نکال کر ان میں سے ایک کارڈ اس نے بڑے مؤدب انداز میں لائبریرین کے سامنے رکھ دیا۔ اسی لمحے چپڑاسی کمرے میں داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ لائبریرین اس سے کچھ کہتا عمران نے مڑ کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"دو کوک لے آؤ جلدی" ——— اور چپڑاسی عمران کی بات سنتے ہی جھٹکے سے باہر نکل گیا۔ لائبریرین کا منہ کھلنے کا کھلا رہ گیا۔

"منہ میں مکھی چلی جائے گی۔ اس لئے منہ بند کر کے کارڈ پڑھ لیں" ——— عمران نے اس کے کھلے منہ کا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا اور لائبریرین کا منہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

مگر پھر جیسے ہی اس کی نظر کارڈ پر پڑی وہ اچھل پڑا اور غصے سے سرخ چہرہ زرد پڑتا گیا۔ کارڈ پر سپرنٹنڈنٹ انٹیلیجنس فیاض احمد لکھا ہوا تھا۔ اب بھلا اس کے سامنے غریب لائبریرین کس کھیت کی مولی تھا۔

چنانچہ دوسرے لمحے اس نے دانت نکال دیئے۔

"سپرنٹنڈنٹ صاحب فرمائیے۔ اگر آپ پہلے ہی اپنا تعارف کروا دیتے تو اتنی بات

سی نہ ہوتی" ـــــ چیف لائبریرین نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

"پھر آپ کے پاس تالا نہ ہے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بالکل جناب بھلا آپ لوگوں کے لئے تالہ کی پابندی ہے۔ آپ تو تمام ذاتی لائبریری کھلوا سکتے ہیں" ـــــ چیف لائبریرین بالکل ہتھیار ڈال چکا تھا۔ اتنے میں چپڑاسی نے کوکا کولا کی دو بوتلیں لا کر میز پر رکھ دیں۔ بوتلیں رکھ کر وہ جیسے ہی مڑنے لگا عمران نے اسے روک لیا۔

"یہ لو ایک تم پیو" ـــــ عمران نے ایک بوتل اٹھا کر چپڑاسی کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔ اور چپڑاسی ہکا بکا آنکھیں پھاڑے کھڑا رہ گیا۔

"بوتل پکڑو اور سیٹ میں بیٹھ کر پیو جلدی کرو" ـــــ عمران نے چپڑاسی کو سخت لہجے میں ڈانٹتے ہوئے کہا اور چپڑاسی کے چہرے پر تعجب کے تاثرات جیسے ثبت ہو کر رہ گئے۔ اس نے بے بس نظروں سے چیف لائبریرین کی طرف دیکھا۔

"جیسا صاحب کہہ رہے ہیں ویسا ہی کرو" ـــــ چیف لائبریرین نے کہا۔ ویسے اس کی نظروں سے معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران کی یہ بات اسے بہت ناگوار گزر رہی ہو۔ مگر وہ بے انٹیلیجنس کے سپرنٹنڈنٹ کے سامنے کیا کہہ سکتا تھا۔

چنانچہ چپڑاسی نے بوتل پکڑی اور پھر یوں کرسی کے کنارے پر بیٹھ کر بوتل پینے لگا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کوئی چیز پی رہا ہو۔

"یہ آپ لیجئے" ـــــ چیف لائبریرین نے دوسری بوتل عمران کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ بیٹھا عیاشی کرتا رہوں۔ یہ بھی چپڑاسی ہی پیئے گا۔ آپ مجھے ریفرنس روم میں لے چلئے" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلئے جناب" ـــــ چیف لائبریرین اپنی توہین پر غصہ سے سرخ ہوتا ہوا مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق خاموش ہو گیا۔

مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ عمران کو ایک ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں لے گیا جہاں ایک میز، آرام کرسی اور ٹیبل لیمپ موجود تھا۔ چیف لائبریرین نے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور پھر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر ایک ضخیم سی فائل نکالی اور پھر وہ فائل عمران کے سامنے رکھ دی۔

"آپ اسے دیکھئے میں دفتر میں بیٹھا ہوں۔ کوئی حکم ہو تو یہ میز کے کنارے لگا ہوا بٹن دبا دیجئے۔ میں حاضر ہو جاؤں گا" ـ چیف لائبریرین نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمران کے اثبات میں سر ہلانے کے بعد وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران نے فائل کھول کر دیکھنی شروع کر دی تھی۔ چیف لائبریرین نے تیز تیز قدم اٹھاتا جب اپنے دفتر میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ چپڑاسی کرسی میں دھنسا بڑے اطمینان سے دوسری بوتل مزے لے لے کر پی رہا تھا۔

"گیٹ آؤٹ یو نانسنس" ـــــ چیف لائبریرین غصے سے دھاڑا اور چپڑاسی غریب بوتل ہاتھ میں پکڑے تیزی سے باہر جانے لگا۔

"یہ خالی بوتل بھی لے جاؤ نواب صاحب" ـــــ چیف لائبریرین نے چیختے ہوئے کہا اور چپڑاسی نے پہلی خالی بوتل اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"نجانے کیسے کیسے گدھے حکومت نے پال رکھے ہیں جنہیں دفتر کے وقار کا بھی خیال نہیں۔ ہونہہ اب بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک چپڑاسی فرسٹ کلاس افسر کے ساتھ بیٹھ کر کوکا کولا پیئے" ـــــ چیف لائبریرین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ یکلخت اس کے ذہن میں ایک نیا خیال بجلی کی طرح کوندا۔ کافی عرصہ پہلے کی ایک بات اس کے ذہن میں آئی تھی کہ کلب میں ایک دوست نے اس کی ملاقات سپرنٹنڈنٹ

نیاض سے کرائی تھی۔ اور اب اسے یاد آ رہا تھا کہ وہ سپرنٹنڈنٹ نیاض یہ تو نہیں تھے ان کا رکھ رکھاؤ اور دبدبہ وہ تو کچھ اور ہی تھا۔ یہ تو کوئی کالج کا لونڈا معلوم ہوتا تھا

"فراڈ!" —— اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال گونجا اور وہ بیٹھے بیٹھے اچھل پڑا۔ اس نے تیزی سے ٹیلیفون اپنی جانب کھسکایا اور پھر انکوائری سے سپرنٹنڈنٹ نیاض کا نمبر پوچھ کر اس نے نمبر گھمانے۔ جوش اور ذلت کے امتزاج سے اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ دل ہی دل میں وہ دعائیں مانگ رہا تھا کہ خدا کرے یہ نوجوان فراڈ نکلے۔ اور پھر وہ اس سے اپنی توہین کا دل کھول کر انتقام لے گا۔ رابطہ فوراً ہی مل گیا۔

"ہیلو سپرنٹنڈنٹ نیاض سے بات کرائیں" —— چیف لائبریرین نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں؟" —— دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ شاید سپرنٹنڈنٹ صاحب کی لیڈی سیکرٹری بول رہی تھی۔

"چیف لائبریرین سنٹرل پبلک لائبریری" —— چیف لائبریرین نے جواب دیا

"ایک منٹ توقف کیجئے" —— دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور چند لمحوں بعد ایک انتہائی سخت اور رعب دار آواز چیف لائبریرین کے کانوں سے گونجی۔

"ہیلو فیاض احمد۔ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل انٹیلی جنس سپیکنگ" ——

اور چیف لائبریرین کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس کا خیال صحیح نکلا تھا یہ نوجوان فراڈ نکلا تھا۔

"سر ایک نوجوان ابھی ابھی میرے پاس آیا ہے۔ اس نے آپ کا کارڈ مجھے دیا ہے اور وہ ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ دیکھنا چاہتا تھا مگر مجھے اس پر شک گزرا اس لئے میں نے تصدیق کے لئے آپ کو ٹیلیفون کیا تھا" —— چیف لائبریرین نے اپنی بات کی اہمیت جتانے کے لئے ٹاپ سیکرٹ کا لفظ ساتھ جوڑ دیا تھا۔ حالانکہ پبلک لائبریری میں ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ کا ذکر ہی حماقت تھا۔

"میرا کارڈ" —— دوسری طرف سے سوپر فیاض کی حیرت بھری آواز گونجی۔

"جی ہاں آپ کا کارڈ اس وقت بھی میرے سامنے موجود ہے" —— چیف لائبریرین نے جواب دیا۔

"وہ نوجوان اب کہاں ہے اور اس کا حلیہ کیا تھا" —— سوپر فیاض کا لہجہ اس بار بے حد کرخت ہو گیا شاید اسے بھی اس فراڈ پر غصہ آگیا تھا۔

"سر وہ اس وقت ریفرنس روم میں ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ کا مطالعہ کر رہا ہے۔ اور وہ بڑے سڈول جسم اور کشیدہ قامت جوان ہے۔ آنکھوں میں بے پناہ چمک ہے چہرہ اور ہاتھ کہیں کہیں سے جلے ہوئے ہیں۔ سر کے بال بھی جلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں" —— چیف لائبریرین نے عمران کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہا۔

"ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ اور میرا ریفرنس۔ یہ بات ہے۔ وہ ضرور کوئی ملک دشمن ہوگا۔ آپ اسے قابو میں رکھیں میں فوراً پہنچ رہا ہوں" —— سوپر فیاض پر ٹاپ سیکرٹ کا لفظ اثر کر گیا تھا اور اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ پبلک لائبریری میں کون سا ٹاپ سیکرٹ ریکارڈ ہو سکتا ہے۔ حلیے سے بھی وہ نہ سمجھ سکا کہ وہ نوجوان کون ہوگا۔ اس لئے وہ فوری ملک دشمن کی گرفتاری پر آمادہ ہو گیا۔

چیف لائبریرین کے چہرے پر مسرت کا آبشار بہنے لگا۔ اس نے ریسیور رکھا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ریفرنس روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دروازے کی جھری سے جھانکا تو عمران فائل میں ہمہ تن غرق تھا۔ چیف لائبریرین نے بڑی آہستگی سے ہینڈل گھمایا اور پھر اس کے آٹومیٹک لاک

میں لگی ہوئی چابی گھما کر نکال لی۔ اب لاک بند ہو چکا تھا۔ لاک بند کر کے اس نے ایک بار پھر کی ہول سے اندر جھانکا۔ عمران بدستور ناول میں غرق تھا۔

چیف لائبریرین کو تسلی ہو گئی چنانچہ وہ دبے قدموں چلتا ہوا واپس اپنے دفتر میں پہنچ گیا۔

ابھی اسے دفتر میں بیٹھے دس پندرہ منٹ ہوئے تھے کہ اچانک بھاری قدموں کی آوازیں گونجیں اور دوسرے لمحے سوپر فیاض بمعہ چند سپاہیوں کے اپنی مکمل یونیفارم میں ملبوس دفتر میں داخل ہوا۔ چیف لائبریرین ان کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ نوجوان کہاں ہے" ——— فیاض نے انتہائی رعب دار لہجے میں پوچھا۔

"سر وہ ریفرنس روم میں ہے۔ میں نے ریفرنس روم باہر سے لاک کر دیا ہے۔"

چیف لائبریرین نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہونہہ۔ اچھا کیا۔ اب بتلاؤ کیا کیا باتیں ہوئیں اور وہ کون سا ریکارڈ دیکھنا چاہتا تھا" ——— سوپر فیاض کو اب یہ اطمینان ہو چکا تھا کہ نوجوان اب کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس لئے اس نے تفصیل طلب کر لی اور چیف لائبریرین نے مکمل تفصیل سے تمام گفتگو بتلا دی اور ساتھ ہی عمران کا کارڈ بھی میز پر سے اٹھا کر سوپر فیاض کے سامنے رکھ دیا۔ سوپر فیاض نے بڑے غور سے کارڈ کو دیکھا اور پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"ایک بار پھر حلیہ بتلاؤ" ——— سوپر فیاض نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کیونکہ جو تفصیل چیف لائبریرین نے بتلائی تھی۔ اس سے فیاض پھر سوچ میں پڑ گیا تھا کہ ایسی الٹی سیدھی حرکتیں عمران اکثر کرتا رہتا ہے۔ چیف لائبریرین نے دوبارہ حلیہ بتلا دیا۔

"اچھا ریفرنس روم میں ہمیں لے چلو" ——— سوپر فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور

نکالتے ہوئے کہا۔ اور سپاہیوں نے بھی اپنی اپنی رائفلیں تان لیں اور وہ سب چیف لائبریرین کی راہنمائی میں چلتے ہوئے ریفرنس روم کی طرف بڑھ گئے۔

"کھولو" ——— سوپر فیاض نے دبے لہجے میں چیف لائبریرین کو حکم دیا اور چیف لائبریرین نے بڑی آہستگی سے کی ہول میں چابی ڈال کر گھما دی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ شاید اس قسم کی سچوایشن سے اس کا پہلی بار سابقہ پڑا تھا۔ اس لئے اس کے اعصاب پر اس کا بے پناہ دباؤ تھا۔

سوپر فیاض نے ریوالور ہاتھ میں پکڑا اور پھر لات مار کر دروازہ ایک دھماکے سے کھول دیا اور اچھل کر اندر چلا گیا۔

"ہینڈز اپ" ——— سوپر فیاض نے کمرے میں جاتے ہی انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ لٹو کی طرح گھوم گیا۔ مگر دوسرے لمحے ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی کیونکہ کمرہ خالی تھا۔

چیف لائبریرین اور سپاہی بھی اندر داخل ہو گئے۔ چیف لائبریرین نے جب مقفل کمرے کو اندر سے خالی پایا تو اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"کہاں ہے وہ نوجوان" ——— سوپر فیاض نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں چیف لائبریرین سے کہا۔

"ا۔ ا۔ اب۔ ابھی تو وہ کمرے کے اندر تھا۔ میں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا اور ابھی آپ کے سامنے کھولا ہے" ——— چیف لائبریرین کا ذہن بھونچال کی زد میں آیا ہوا تھا۔

"شٹ اپ۔ وہ نوجوان کوئی جن بھوت تھا کہ بند کمرے سے غائب ہو گیا۔ سیدھی طرح بتاؤ مجھے یہاں بلانے سے تمہارا کیا مقصد تھا" ——— سوپر فیاض جھنجھلا کر

پھر وہ چیف لائبریرین پر چڑھ دوڑا۔

"تم۔ تم۔ میں سچ بول رہا ہوں جناب میں نے اسے کمرے میں بند کیا تھا ——" چیف لائبریرین نے بوکھلا کر جواب دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ نوجوان کے غائب ہونے کی کیا توجیہہ پیش کرے۔

سوپر فیاض اس میز کی طرف بڑھا جس پر وہ ضخیم سی فائل پڑی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض نے فائل اٹھائی تو اس کے نیچے کاغذ کا ایک پرزہ پڑا ہوا تھا۔ سوپر فیاض نے جلدی سے وہ کاغذ اٹھا لیا۔

"تمہارے کارڈ کی بڑی اہمیت ہے سوپر فیاض۔ چیف لائبریرین جو مجھے گھاس بھی نہیں ڈال رہا تھا۔ تمہارا کارڈ دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا۔ اب اس غریب کو کچھ نہ کہنا۔ مجھے جو کچھ چاہیے تھا وہ میں لے جا رہا ہوں۔ تم سے ملاقات کے لیے یہاں ٹھہرتا تو ضرور۔ مگر میرے پاس وقت نہیں۔ اچھا اجازت۔ بائی۔ بائی۔ عمران۔"

کارڈ پر لکھی ہوئی عبارت پڑھتے ہی سوپر فیاض کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ عمران کا مشن کامیاب رہا تھا۔ اس نے کاغذ مروڑ کر جیب میں ڈالا۔

"اچھا اب ہم چلتے ہیں" —— اس بار اس نے بڑے نرم لہجے میں چیف لائبریرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اس کے نرم لہجے پر ہی چیف لائبریرین کو یہ پوچھنے کا حوصلہ ہوا کہ وہ نوجوان کون تھا اور کیسے غائب ہو گیا۔

"تم فکر نہ کرو۔ وہ میرا ہی آدمی تھا اور چونکہ بھوت کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کا غائب ہو جانا کوئی حیرت کی بات نہیں" —— سوپر فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر سپاہیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ چیف لائبریرین ہونق بنا کھڑا تھا۔ شاید ابھی تک یہ مسئلہ اس کی

عقل سے پیچھے نہیں آ رہا تھا کہ بند کمرے سے نوجوان کیسے غائب ہو گیا۔



میجر ہربو ایک کونے سے کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے اور پریشانی کا ملا جلا تاثر تھا۔ وہ بار بار مٹھیاں بھینچتا، دانت پیستا اور کچھ زیر لب بڑبڑا کر رہ جاتا۔ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز کمرے میں گونجی۔ اس نے جھٹکے سے مڑ کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا اور چند لمحے بے حس و حرکت کھڑے رہنے کے بعد اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس میجر ہربو سپیکنگ" —— اس کے لہجے میں بے پناہ کرختگی اور شدید جھنجھلاہٹ تھی۔

"سر فلیپر نے ابھی ابھی اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کیے ہیں کہ وزارت خارجہ کے دفتر کے ریکارڈ روم پر حملہ کر کے نارا سیکرٹ سروس کی فائل حاصل کریں۔ ڈاکٹر براؤن وزارت خارجہ کی عمارت کے ارد گرد شدید بارش کر کے اور آسمانی بجلی گرا گرا انہیں کو روکے گا" —— دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے مشن کے بعد مجھے رپورٹ دینا کہ ان آدمیوں کا کیا انجام ہوا۔ فلیپر اور ڈاکٹر براؤن پر اس کا کیا رد عمل ہوا" —— میجر ہربو کا چہرہ جوش سے سرخ

ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں پُراسرار سی چمک دوڑ آئی تھی۔

"بہتر ہے میں مطلع کر دوں گا" ——— دوسری طرف سے جواب آیا اور میجر برلو نے رسیور رکھ دیا۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

"اب میں دیکھوں گا فلیپر کیسے کامیاب ہوتا ہے۔ میں اعلیٰ حکام کو بتلاؤں گا کہ میجر برلو کے بغیر ان کا مشن کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے" ——— اور پھر وہ تیزی سے مڑا اور کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ کوٹھی سے باہر نکل کر وہ تیزی سے سڑک کے کنارے چلتا ہوا ایک کمرشل بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ بلڈنگ کے برآمدے میں پبلک فون بوتھ موجود تھا۔ فون بوتھ میں داخل ہو کر اس نے جیب سے ایک ڈائری نکالی اور اس میں سے ایک نمبر نکال کر اس نے بوتھ میں سکے ڈالے اور پھر ڈائری پر لکھے ہوئے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"پی۔ اے ٹو سیکرٹری فارن منسٹری" ——— دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز گونجی۔

"سیکرٹری سر سلطان سے بات کرائیں۔ ایمرجنسی" ——— میجر برلو نے دانستہ طور پر آواز کو بھاری بناتے ہوئے کہا۔

"آپ کون صاحب ہیں" ——— پی۔ اے نے اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے پوچھا۔

"ایک دوست! آپ سیکرٹری صاحب سے فوراً بات کرائیں۔ ورنہ ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائے گا" ——— میجر برلو نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ایک منٹ ہولڈ کریں" ——— دوسری طرف سے پی۔ اے نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد سر سلطان کی باوقار آواز گونجی۔

"سلطان سپیکنگ" ———

"سر سلطان اب سے تھوڑی دیر بعد وزارت خارجہ کی عمارت پر حملہ ہونے والا ہے" ——— میجر برلو نے انہیں اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ کون بول رہے ہیں" ——— سر سلطان کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی کا عنصر بھی شامل تھا۔

"یہ تکلفات چھوڑیں آپ اپنا انتظام کریں" ——— میجر برلو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھ کر وہ فوراً پبلک بوتھ سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔ اسے مکمل یقین تھا کہ فلیپر کا یہ مشن ناکام ہو جائے گا۔ اور اس طرح اعلیٰ حکام کی نظروں میں اس کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔

اپنے کمرے میں واپس پہنچتے ہی اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر ریوالور جیب میں ڈال کر وہ باہر نکل آیا۔ گیراج سے اس نے کار نکالی اور دوسرے لمحے اس کی کار کوٹھی سے نکل کر تیزی سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ کار چلاتے چلاتے اس نے آسمان پر نظریں دوڑائیں تو سیاہ رنگ کے بادل تیزی سے آسمان پر جمع ہوتے دکھائی دیئے۔ اس کے لبوں پر پراسرار سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس کے ذہن میں اپنے ہی ملک کو ڈبل کراس کرنے کا پروگرام تھا۔ چنانچہ مختلف سڑکوں پر کار دوڑانے کے بعد وہ جلد ہی وزارت خارجہ کی وسیع و عریض عمارت کے قریب پہنچ گیا۔

عمارت سے کافی دور اس نے کار پارک کی اور پھر کار کو لاک کر کے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

عمارت کے گیٹ پر حسب معمول دو سپاہی سٹین گنیں لئے پہرہ دے رہے تھے اور اسے کہیں بھی ایسے آثار نظر نہیں آ رہے تھے جن سے وہ سمجھتا کہ سر سلطان کو

اس نے فون ملنے کے بعد ہنگامی دفاعی انتظامات کیے گئے ہوں اس نے سوچا کر شاید سلطان نے اس کی کال کو کوئی اہمیت نہ دی ہو۔ عمارت کے قریب پہنچ کر اس نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ اب بادلوں کی تہہ خاصی گہری ہو گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ شدید بارش کے دوران فلیپر کے آدمی عمارت پر حملہ کریں گے۔ اس لیے اس کے پاس ابھی کافی وقت موجود تھا۔ اس نے جان بوجھ کر سلطان کو یہ نہیں بتایا کہ حملہ آوروں کا ٹارگٹ کیا ہے۔ ورنہ ہو سکتا تھا سر سلطان سب سے پہلے وہ نائل وہاں سے ہٹا دیتے اور اس طرح فلیپر کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا مشن ناکام ہو جاتا۔ وہ گھومتا ہوا عمارت کی پشت کی طرف آ گیا۔ اس کی عقابی نظریں پوری عمارت کا گویا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ اندر داخل ہونے کے لئے کوئی رخنہ ڈھونڈ رہا تھا اور پھر وہ رخنہ اسے نظر آ گیا۔ عمارت کی پشت پر ایک بڑی سی کھڑکی تھی جس پر سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ کھڑکی کافی اونچائی پر تھی۔ اور اس کے نیچے دیوار قطعی سپاٹ تھی۔ بظاہر کھڑکی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تھا مگر کھڑکی دیکھتے ہی اس کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اسے دور نزدیک کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔ آسمان پر گہرے سیاہ رنگ کے بادل پوری طرح چھا چکے تھے اس لئے ماحول پر خاصا اندھیرا چھا چکا تھا۔ چاروں طرف دیکھنے کے بعد وہ خاصا مطمئن ہو گیا اور پھر وہ تیزی سے عمارت کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے ایک پتلی سی رسی نکالی جس کے ایک سرے پر ہک لگا ہوا تھا۔ اس نے رسی کا ایک کونا پکڑ کر اسے ہاتھ میں گردش دی اور پھر اسے کھڑکی کی طرف اچھال دیا۔ اس کا پہلا ہی وار کامیاب رہا۔ ہک ایک سلاخ میں پھنس گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھا اور پھر بندر کی سی پھرتی سے رسی کے سہارے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ تقریباً دو منٹ کے قلیل عرصے میں کھڑکی کی سلاخ کو تھام چکا تھا۔

ایک ہاتھ سے اس نے سلاخ تھامی اور دوسرے ہاتھ کو اس نے معمولی سا جھٹکا دیا اور اس کے ہاتھ میں پہنی ہوئی انگوٹھی کا نگ ڈھکن کی طرح کھلتا چلا گیا۔ دوسرے لمحے اس نے اس انگوٹھی کو کھڑکی کی سلاخوں پر پھیر دیا۔ انگوٹھی سے ایک سیال کی فوار نکل کر سلاخوں پر پڑی اور جس جس جگہ وہ سلاخ پر سیال گرا سلاخ وہاں سے گلتی چلی گئی۔ چنانچہ میجر پرمود نے ایک ہی ہاتھ سے تمام سلاخوں کو اوپر کی طرف موڑ دیا۔ اب کم از کم اس کے گزرنے کا راستہ بن گیا تھا۔ راستہ بننے کے بعد اس نے کھڑکی کے شیشے پر ہاتھ مارا اور کھڑکی کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ کر اندر جا گرا۔ اس نے ہاتھ اندر ڈال کر چٹخنی کھول دی اور دوسرے لمحے کھڑکی اس کے ہاتھ کے معمولی سے دباؤ سے کھلتی چلی گئی۔ کھڑکی کھلتے ہی وہ تیزی سے اچھلا اور پھر ایک جھٹکے میں وہ کھڑکی سے ہوتا ہوا کمرے کے اندر کود گیا۔

اندر کودنے کے بعد اس نے ایک بار پھر باہر کی طرف دیکھا۔ اب ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی اور اندھیرا پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور پھر جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں بڑی بڑی الماریاں موجود تھیں۔ اس نے ایک الماری کھول کر دیکھا تو اس میں آفس فائلیں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے الماری دوبارہ بند کر دی اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیب سے مڑی ہوئی ایک تار نکالی اور اس تار کے ذریعے اس نے چند ہی لمحوں میں دروازے کا لاک کھول دیا اور پھر اس نے دروازہ بند کرنا ہی چاہا تھا کہ اچانک اسے دور سے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ قدموں کی آواز سے محسوس ہوتا تھا کہ آنے والوں کی تعداد کافی ہے۔ الماری میں چھپنے کی اور کوئی جگہ نہیں تھی۔ اسلئے

نے تیزی سے دروازہ کھول کر دوبارہ کمرے میں داخل ہو گیا اور اس نے بجلی سے مگر بغیر کوئی آواز پیدا کئے دروازہ بند کر دیا۔ اور آنکھ کی ہول پر جما دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پانچ آدمیوں کو سامنے سے گزرتے دیکھا۔ جن میں سے دو افراد مسلح اور یونیفارم میں تھے۔ ان کے گزرنے کے بعد میجر پرمود نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکا تو اس نے پانچوں آدمیوں کو راہداری کے دوسرے سرے پر مڑتے دیکھا۔ وہ بھی دروازہ سے نکل کر ان کے پیچھے چل دیا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا جلد ہی وہ راہداری کے سرے پر پہنچ گیا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ اس نے سیڑھیوں پر سے نیچے جھانکا تو وہ پانچوں افراد ایک بند دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔

"آپ نے ریکارڈ روم پر پہرہ دینا ہے اور چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے، یہاں سے نہیں ہلنا" ——— ایک ادھیڑ عمر باوقار آدمی نے یونیفارم میں ملبوس مسلح افراد کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"مگر سلطان صاحب اگر دشمن ریکارڈ روم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ پوری حفاظتی فورس کو ختم کر کے ہی یہاں تک پہنچ سکتے ہیں چنانچہ ان افراد کی زیادہ ضرورت باہر ہے نہ کہ یہاں" ——— ایک اور آدمی نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم ملک دشمن افراد کے متعلق نہیں جانتے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان کا ٹارگٹ ریکارڈ روم ہی ہو۔ ان کا مقصد کچھ اور بھی ہو سکتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ سیدھے راستہ سے حملہ کریں۔ وہ ریکارڈ تک پہنچنے کے لئے کوئی اور راستہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ اس لئے ان افراد کی یہاں ضرورت ہے" ——— سر سلطان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے سر جیسے آپ مناسب سمجھیں" ——— تجویز کنندہ نے جواب دیا اور سر سلطان سر ہلا کر واپس ہو گئے۔

ان کے ساتھ دو اور سول ڈریس میں ملبوس افراد سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ میجر پرمود انہیں واپس آتا دیکھ کر واپس مڑا اور راہداری میں تقریباً بھاگتا ہوا پہلے والے کمرے میں گھس آیا۔ پیروں میں موجود کریپ سول جوتوں کی وجہ سے اس کے قدموں کی آواز بالکل نہیں گونج رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سر سلطان اپنے ساتھیوں سمیت دروازے کے سامنے سے گزر گئے۔ جب ان کے قدموں کی آوازیں معدوم ہو گئیں تو میجر پرمود دوبارہ باہر نکلا اور پھر دوبارہ سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔ اب اسے ریکارڈ روم کے محل وقوع کا علم ہو گیا تھا۔ سیڑھیوں کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس نے نیچے جھانکا۔ دونوں مسلح دربان دروازے کے سامنے چوکنے کھڑے تھے۔ میجر پرمود نے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر دوسری جیب سے سائیلنسر نکال کر ریوالور پر فٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ فائر کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس نے ایک دربان کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹٹوں کی آواز نکلی اور وہ دربان الٹ کر گرا۔ گولی اس کی پشت میں لگی تھی۔ دوسرے دربان نے چونک کر اوپر دیکھا۔ مگر میجر پرمود دوسری بار ٹریگر دبا چکا تھا۔ دوسرے دربان کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ دونوں کو گولیاں ایسے مقام پر لگی تھیں کہ وہ تڑپ بھی نہ سکے تھے۔ ان کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد میجر پرمود تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے ریکارڈ روم کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے دروازے کے تالے پر فائر کیا اور تالا ایک ہی فائر سے ٹوٹ گیا۔

میجر پرمود نے تیزی سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ بہت بڑا ریکارڈ روم تھا۔ دیواروں میں چاروں طرف الماریاں فٹ تھیں جن میں فائلیں

بھری ہوئی تھیں۔ درمیان میں ایک بہت بڑی الماری موجود تھی جس پر سرخ رنگ کا کراس بنا ہوا تھا۔ میجر بریو اس الماری کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اس کے تمام کانوں میں دور سے بے تحاشا فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ پہلے سے زیادہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ لیبر کے آدمیوں نے عمارت پر حملہ کر دیا ہے اور اس کے فون کی وجہ سے چونکہ محافظ پہلے سے چوکنے تھے اس لئے زوردار مقابلہ ہو رہا ہو گا۔ اب اس کی کامیابی اسی میں تھی کہ وہ جتنی جلد ہو سکے الماری سے فارن سیکرٹ سروس کی فائل حاصل کر کے عمارت سے نکل جائے۔ چنانچہ الماری کے قریب پہنچتے ہی اس نے اس پر بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی مگر پہلا فائر ہوتے ہی پورا کمرہ بلکہ عمارت تیز سائرن کی خوفناک آوازوں سے گونجنے لگی۔

دراصل جلدی میں وہ یہ بھول گیا تھا کہ الماری کے گرد خودکار حفاظتی نظام موجود تھا مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا جو حماقت ہونی تھی ہو چکی تھی۔ اس لئے اس نے فائرنگ جاری رکھی اور پھر ایک جھٹکے سے الماری کے ٹوٹے ہوئے پٹ کھول ڈالے۔ سائرن کی آوازیں اب بہت تیز ہو چکی تھیں۔ الماری کے اندر ایک ہی فائل موجود تھی۔

میجر بریو نے جھپٹ کر فائل پکڑی اور پھر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ مگر دروازہ خود بخود بند ہو چکا تھا۔ میجر بریو نے جنون کے عالم میں دروازے پر لیفٹ کاندھے کی زوردار ٹکریں ماریں اور چند لمحوں کی سرتوڑ کوشش کے بعد وہ دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرے لمحے وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا راہداری میں آ پہنچا اور پھر بڑی پھرتی سے پہلے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔

اسی لمحے راہداری میں بھاری قدموں کی آوازیں گونجیں۔ میجر بریو نے فائل جیب میں ڈالی اور پھر کھڑکی کھول کر اس کے ساتھ لٹکی ہوئی رسی پکڑی اور پھرتی سے نیچے اترنے لگا۔ باہر شدید ترین بارش ہو رہی تھی۔ مگر وہ بارش کی پرواہ کئے بغیر بڑی پھرتی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اس کا چہرہ اپنی کامیابی پر مسرت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ اعلیٰ حکام کی نظروں میں ایک بار پھر اپنی اہمیت منوانے کے قابل ہو چکا تھا۔



ہکٹر ہرالڈ ایسا سائنسدان ہے جس نے مصنوعی موسم پر خاصا کامیاب تحقیقی کام کیا ہے اور یہ ڈاکٹر ہمارے دشمن ملک کافرستان سے تعلق رکھتا ہے"۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو کو بتایا۔

"مگر یہ کیا ضروری ہے کہ ڈاکٹر ہیرالڈ ہی ہمارے ملک میں کام کر رہا ہے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"پوری فائل میں مجھے یہی ایک ڈاکٹر نظر آیا ہے جس کا کسی حد تک ہمارے ملک سے تعلق ہو سکتا ہے۔ چاہے یہ تعلق دوستی کا ہو یا دشمنی کا۔ اس کے علاوہ جتنے بھی سائنسدان تھے وہ سب یورپین ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے ہمیں پہلے کافرستانی سفارتخانے کو چیک کرنا چاہئے"۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹیلیفون کا رسیور اپنی طرف کھسکایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ٹائیگر سپیکنگ" ـــــ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران سپیکنگ" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"فرمائیے سر" ـــــ ٹائیگر نے بے حد مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"ٹائیگر کافرستانی سفارت خانے میں جگہ بناؤ اور کسی سائنسدان ڈاکٹر ہواؤن کے متعلق معلومات حاصل کرو جتنی جلدی یہ کام ہو سکے کرو اور مجھے مطلع کرو" ـــــ عمران نے اسے ہدایات دیں۔

"بہتر سر میں ابھی کوشش شروع کر دیتا ہوں" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"آپ ٹائیگر کو باقاعدہ سیکرٹ سروس میں کیوں نہیں شامل کر لیتے" ـــــ بلیک زیرو نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ وہ پچھلے چند کیسز میں ٹائیگر کی اعلیٰ ترین کارکردگی اور بہترین صلاحیتوں کا دل سے قائل ہو چکا تھا

"ایک ہی تو کام کا آدمی ہے۔ تم اسے بھی مفت خوروں کے گروہ میں شامل کرانا چاہتے ہو" ـــــ عمران نے جواب دیا۔ اور بلیک زیرو جھینپ کر رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ـــــ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان سپیکنگ" ـــــ عمران سے بات کراؤ۔

دوسری طرف سے سرسلطان کی سنجیدگی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں جناب" ـــــ عمران نے سرسلطان کی آواز میں بے پناہ سنجیدگی محسوس کرتے ہوئے جواب بھی سنجیدگی سے دیا۔

"عمران بیٹے۔ ابھی ابھی مجھے ایک گمنام فون ملا ہے کہ مجرم وزارت خارجہ

کے دفتر پر حملہ کرنے والے ہیں" ـــــ سرسلطان نے کہا۔

"وزارت خارجہ کی عمارت پر حملہ" ـــــ عمران نے چونک کر جواب دیا۔ اور بلیک زیرو بھی عمران کی بات سن کر سیدھا ہو گیا

"ہاں ابھی ابھی مجھے فون ملا ہے۔ میں نے آپریٹر سے فون نمبر حاصل کرنا چاہا تو اس نے بتلایا کہ کال انٹرپرائز کمرشل بلڈنگ کے پبلک بوتھ سے کی گئی ہے" سرسلطان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ فوراً وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم پر دو آدمی متعین کر دیں اور سیکورٹی فورس کو چوکنا کر دیں۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت وہاں پہنچتا ہوں۔ ہم لوگ باہر سے عمارت کو کور کریں گے" ـــــ عمران نے فوری طور پر سکیم بتلا دی۔

"ٹھیک ہے" سرسلطان نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے رسیور رکھا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا

"اگر واقعی آج وزارت خارجہ پر حملہ ہوا تو ہمیں مجرموں کے خلاف ایک لائن آف ایکشن مل جائے گی۔ تم فوراً سیکرٹ سروس کے ممبران کو کال کر کے انہیں عمارت کو خفیہ طریقے سے گھیرنے کے احکامات جاری کر دو۔ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا" ـــــ عمران نے بلیک زیرو کو ہدایات دیں اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار دانش منزل کے گیٹ سے بندوق کی گولی کی طرح باہر آئی اور پھر تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی سڑکوں پر طوفانی انداز میں دوڑنے لگی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس کی کار تقریباً چار پانچ منٹ کے بعد انٹرپرائز کمرشل بلڈنگ کے سامنے پہنچ گئی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے کار کو

بریک لگائی اور پھر بغیر اسے لاک کئے تیزی سے دوڑتا ہوا عمارت کے برآمدے میں داخل ہو گیا۔ پبلک بوتھ برآمدے میں ہی موجود تھا۔

پبلک بوتھ میں اس وقت کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ دور ایک دروازے کے سامنے ایک چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

عمران تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اپنی طرف عمران کو اس جارحانہ انداز میں بڑھتے دیکھ کر چپڑاسی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران نے قریب پہنچ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر بند مٹھی چپڑاسی کے ہاتھ میں کھول دی۔ مٹھی میں پچاس روپے کا نوٹ تھا۔

"تم کس وقت سے یہاں موجود ہو" ۔۔۔۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرگوشی کی۔

"تقریباً دو گھنٹے سے جناب" ۔۔۔۔ چپڑاسی نے بوکھلا کر جواب دیا۔ ویسے پچاس کے نوٹ کو اس نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

"آخری بار پبلک بوتھ کتنی دیر پہلے استعمال ہوا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ابھی دس منٹ پہلے ایک خوبصورت نوجوان نے بات کی ہے" ۔۔۔۔ چپڑاسی نے جواب دیا۔

"کیا اس کی حرکات مشکوک تھیں" ۔۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔

"یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں" ۔۔۔۔ چپڑاسی نے پہلی بار احتجاج کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میری بات کا جواب دو" ۔۔۔۔ عمران نے یکدم سخت لہجے میں جواب دیا۔

"ویسے تو شکوک کی کوئی بات نہیں جناب۔ البتہ فون کرنے کے بعد اس نے بڑے پراسرار طریقے سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا" ۔۔۔۔ چپڑاسی نے جواب دیا اور عمران اس کی بات سن کر تیزی سے واپس پبلک بوتھ کی طرف مڑا۔ جیسے ہی عمران پبلک بوتھ کے قریب پہنچا۔ اچانک ایک نوجوان لڑکی برآمدے میں داخل ہوئی اور بوتھ کا دروازہ کھولنا چاہا۔ مگر عمران نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے ارے محترمہ کیا غضب کر رہی ہیں۔ اس بوتھ میں ابھی ابھی قتل ہو گیا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں جھپکتے ہوئے کہا۔ اور لڑکی یوں بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اس کا چہرہ یکدم زرد پڑ گیا تھا۔

"قتل مگر۔ کون قتل ہو گیا" ۔۔۔۔ لڑکی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میرا دل" ۔۔۔۔ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا اور پھر تیزی سے بوتھ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی شاید چند لمحے اس کا مطلب نہ سمجھ سکی مگر جب اسے عمران کی بات سمجھ میں آئی تو اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

مگر عمران اس کے غصے اور شرم سے بے نیاز اپنی کارروائی میں مصروف ہو گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبی نکال کر اس کا ڈھکن کھولا اور اس میں موجود سفید پاؤڈر ریسیور اور ڈائل پر چھڑکنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے فون پر انگلیوں کے نشان ابھر آئے۔ جس جس نمبر کو ڈائل کیا گیا تھا وہاں وہاں انگلیوں کے نشان موجود تھے اور یہ نمبر ماہ رمضان کا بنتا تھا۔ عمران نے زیر لب مسکراتے ہوئے ریسیور پر موجود انگلیوں کے نشانات کو دیکھا اور پھر اس ڈبی کی پشت پر بنے ہوئے ایک خانے سے ایک باریک کاغذ نکالا اور کاغذ کو ریسیور کے اوپر رکھ کر ہاتھ کا دباؤ ڈالا۔ ریسیور پر موجود انگلیوں کے نشانات کاغذ پر ابھر

آئے۔ کاغذ کو ایک لمحے کے لیے بغور دیکھنے کے بعد اس نے احتیاط سے اسے جیب میں رکھ لیا اور پھر پاؤڈر والی ڈبی کو بند کر کے جیب میں ڈالا اور پھر رومال نکال کر اس نے رسیور اور ڈائل پر سے نشانات مٹائے اور بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ لڑکی کو شاید کہیں ضروری فون کرنا تھا۔ اس لئے وہ جا چکی تھی۔ عمران بوتھ سے باہر نکلا اور پھر تیز تیز چلتا ہوا برآمدے کے باہر موجود اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی وزارت خارجہ کے دفتر کی طرف دوڑنے لگی۔

عمران نے سر اٹھا کر دیکھا تو آسمان پر گہرے سیاہ رنگ کے بادل چھا چکے تھے عمران کی آنکھوں میں ایک پُراسرار سی چمک لہرائی اور اس نے کار کی رفتار اور بھی تیز کر دی تھوڑی دیر بعد وہ وزارت خارجہ کی عمارت کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے اپنی کار عمارت سے ہٹ کر ایک طرف کھڑی کی۔ اس سے پہلے وہاں ایک کار موجود تھی۔

عمران جیسے ہی اس کار کے قریب سے گزرا اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا کار کے شفاف ہینڈل پر ایک انگلی کا نشان واضح طور پر نظر آ رہا تھا اور اسکے ٹھٹھکنے کی وجہ بھی وہی نشان تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے جھک کر اس نشان کو دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے چہرے پر پُراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

عمران تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھا اور پھر وہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ اب آسمان پر بادل اس حد تک گہرے ہو چکے تھے کہ ماحول پر اندھیرا چھاتا چلا جا رہا تھا عمران نے ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور دوسرے لمحے کار کے ڈائل پر ایک سرخ رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ عمران سپیکنگ" ـــــ عمران نے آہستہ سے کہا۔

"یس صفدر اٹنڈنگ یو اوور" ـــــ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"صفدر کیا تم لوگوں نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا ہے اوور" ـــــ عمران نے پوچھا۔

"ہاں اس وقت عمارت ہمارے محاصرے میں ہے اوور" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"سنو صفدر جب تک میں کال نہ دوں تم نے قطعاً کسی چیز میں مداخلت نہیں کرنی اوور" ـــــ عمران نے اسے ہدایات دیں۔

"بہتر جناب اوور" ـــــ صفدر کا جواب سنائی دیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر بٹن دبا کر سلسلہ منقطع کر دیا مگر وہ کار سے باہر نہیں نکلا۔ اب بارش بھی شروع ہو گئی تھی جو لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ بادلوں کے موڈ سے صاف نظر آ رہا تھا جیسے آج ہی برسنے کی قسم کھائی ہو۔

عمران خاموشی سے بیٹھا عمارت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب موسلا دھار بارش برسنے لگی اور بارش کے زور میں آس پاس کے ماحول کو دیکھنے میں مشکل پیش آنے لگی۔ تو عمران نے کار کے ڈیش بورڈ کا بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی خانہ کھل گیا۔ عمران نے خانے میں رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی دوربین نکالی۔ دوربین کے نیچے کے ساتھ ایک چھوٹا سا پیچ لگا ہوا تھا۔ عمران نے وہ پیچ انتہائی حد تک دائیں طرف گھما دیا اور پھر دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ اب شدید ترین بارش کے باوجود باہر ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ماحول ٹرانسپیرنٹ ہو گیا ہو۔ ابھی اسے دوربین لگائے چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ اس

نے دو کاریں موڑ مڑ کر عمارت کی طرف بڑھتی ہوئی دیکھیں۔ عمران چونکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ مین گیٹ سے تھوڑی دور پہلے رک گئیں اور پھر ان میں سے تقریباً بارہ آدمی برساتیوں میں ملبوس باہر نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ وہ تیزی سے مین گیٹ کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے عمران نے دیکھا کہ آسمان پر بجلی کا کڑاکا ہوا اور پھر اس نے آسمان پر سے بجلی کی ایک لہر کو نیچے آتے دیکھا۔ دوسرے لمحے بجلی عمارت کے مین گیٹ پر گری اور مین گیٹ بلڈنگ کی عمارت میں زمین بوس ہو گیا۔ ظاہر ہے وہاں موجود سپاہیوں کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ جیسے ہی دروازہ بجلی سے جل کر نیچے گرا اس نے حملہ آوروں کو تیزی سے پھلانگ کر عمارت کے اندر جاتے دیکھا۔

عمران کے چہرے پر ایک بار پھر پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ چند لمحوں بعد اندر سے بے تحاشا فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔

عمران نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"ہیلو صفدر۔ کیا مین گیٹ کے باہر موجود کاریں تمہیں نظر آ رہی ہیں اوور" ——— عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مجھے یہ دونوں کاریاں نظر آ رہی ہیں۔ گو بے حد دھندلی ہیں اوور" صفدر نے جواب دیا۔

"تم لوگوں کے پاس کاریں ہیں یا موٹر سائیکل اوور" ——— عمران نے سوال کیا۔

"ہم موٹر سائیکلوں پر آئے تھے اوور" ——— صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا تم ایسا کرو فوراً عمارت سے دو سو گز دور پیپل کے درخت سے سو فٹ بائیں طرف آ جاؤ۔ جلدی۔ اوور اینڈ آل" ——— عمران نے کہا اور دوبارہ عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ عمارت پر بار بار بجلی گر رہی تھی اور اندر سے بے تحاشا

فائرنگ کی آوازیں آ رہی تھی۔

چند لمحوں بعد اسے صفدر پانی میں تیرا ہوا بیک کار کی طرف آتا دکھائی دیا۔ عمران تیزی سے کار سے باہر نکلا اور پھر جیسے ہی صفدر قریب آیا اس نے صفدر کو سرگوشی میں کہا

"میں عمران ہوں صفدر۔ تم میری کار میں بیٹھ جاؤ اور یہ ریڈ لینز والی عینک بھی لگا لو۔ اس عینک سے تمہیں شدید بارش کے باوجود بھی نظر آئے گا۔ تم نے ان دونوں کاروں کا تعاقب کرنا ہے" ——— عمران نے اسے بتایا۔

"مگر آپ" ——— صفدر نے کار میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تم میری فکر نہ کرو۔ اور ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں کو پیچھے آنے کا کہہ دینا تاکہ وہ تمہیں کور دے سکیں گو شدید بارش میں موٹر سائیکل چلانا تقریباً ناممکن ہے مگر شاید وہ اسے سنبھال جائیں" ——— عمران نے اسے مزید ہدایات دیں اور پھر تیزی سے اگلی کار کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے ہینڈل پر اس نے نشان دیکھا تھا۔

کار کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے تار نکالا اور پھر کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ سیٹوں کے درمیان دبک کر اس نے کار کا دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ کار میں زیادہ آدمی نہ گھس آئیں ورنہ وہ چیک ہو جائے گا۔

سیٹوں کے درمیان دبکا ہوا وہ کار کے شیشے سے آنکھیں نکالے باہر دیکھ رہا تھا۔ گو شدید بارش کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا مگر بار بار بجلی کوندنے سے کسی حد تک منظر نظر آ جاتا تھا۔ اور پھر اس نے ایک سایہ کو جھکے جھکے تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھا۔ دوسری بار جب بجلی کوندی تو اس نے سائے کو کار کے بے حد قریب پایا۔ اس آدمی نے برساتی پہن رکھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی عمران

فوری طور پر سیٹ کے نیچے دبک گیا۔ دوسرے لمحے کار کا دروازہ کھلا اور پھر وہ آدمی سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے دروازہ بند کیا اور دوسرے لمحے گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔

کار سٹارٹ ہوتے ہی آگے بڑھنے لگی۔ اس کی رفتار بے حد سست تھی۔ کیونکہ شدید بارش میں سامنے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ مگر اس کے باوجود ڈرائیور بڑے ماہرانہ انداز میں گاڑی بڑھائے چلا جا رہا تھا۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا ہوگا کہ اچانک کار میں ایک سیٹی کی سی آواز گونجنے لگی۔ پھر ڈرائیور نے ڈیش بورڈ پہ لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو میجر بریو۔ ویدرباس کالنگ یو اوور“ —— دوسری طرف سے ایک تیکھی آواز سنائی دی اور عمران میجر بریو کا نام سن کر چونک پڑا۔ چند لمحے تو اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرے مگر پھر ایک پراسرار سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ تیرنے لگی۔

”یس میجر بریو سپیکنگ اوور“ —— نوجوان نے جو کار چلا رہا تھا قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”میجر بریو ہم نے تمہاری کار چیک کر لی ہے اور ہم کسی بھی لمحے تمہاری کار پر بجلی گرا کر تمہیں بھسم کر سکتے ہیں اوور“ —— دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

”مگر میرا قصور اوور“ —— میجر بریو نے بڑے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ مگر اس کے لہجے میں موجود طنز عمران سے چھپا نہ رہ سکا۔

”قصور —— تم غدار ہو تم نے فارن سیکرٹ سروس کی فائل پہلے ہی اڑا لی ہے۔ اور جب ہمارے آدمیوں نے عمارت پر حملہ کیا تو وہاں کی سیکورٹی پوری طرح

چوکس تھی۔ نتیجہ یہ کہ ہمارا ایک آدمی بھی زندہ واپس نہیں نکل سکا۔ مگر ہم نے تمہیں کھڑکی کے راستے نیچے اترتے چیک کر لیا تھا۔ اور اس وقت تمہاری کار ہمارے حملے کی زد میں ہے اوور“ —— ویدرباس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

”مگر سر اس میں میرا کیا قصور میں تو ویسے ہی ادھر نکل آیا تھا۔ شدید بارش کی وجہ سے رک گیا۔ اب واپس جا رہا ہوں۔ آپ کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے اوور“۔ میجر بریو نے بدستور مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ہو جو بھی۔ تم نہیں مان رہے۔ بہر حال تم سیدھے ہیڈ کوارٹر آؤ۔ ہم تمہیں مسلسل چیک کرتے رہیں گے۔ اگر تم نے ڈاج دینے کی کوشش کی تو اسی لمحے کار سمیت زندہ جل جاؤ گے۔ اوور اینڈ آل“ —— ویدرباس نے دھمکاتے ہوئے کہا۔

اور اس نے ڈیش بورڈ کا ایک اور بٹن دبا دیا۔ ڈیش بورڈ پورے کا پورا گھوم گیا اس میں ایک ڈائل اور مختلف گوٹیاں فٹ تھیں۔ میجر بریو نے تیزی سے ایک گوٹ گھمائی۔ اور ایک فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے ایک بٹن دبا دیا۔ کار میں ایک بار پھر سیٹی کی آواز گونجنے لگی۔ چند لمحوں بعد ایک باوقار آواز نے سیٹی کی جگہ لے لی۔

”جی۔ ایم۔ سپیکنگ اوور“ ——

”میجر بریو سپیکنگ سر اوور“ —— میجر بریو نے جواب دیا۔

”میجر بریو کیا بات ہے اوور“ —— جی ایم کے لہجے میں حیرت تھی جیسے اس کے لئے میجر بریو کی کال غیر متوقع رہی ہو۔

”سر آپ نے مجھے ہٹا دیا۔ مگر اب میں نے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمارے آدمیوں نے وزارت خارجہ کی عمارت پر فارن سیکرٹ فائل حاصل کرنے کے لئے حملہ کیا مگر وہ سب ختم ہو گئے۔ ادھر میں نے اپنا بہان الزام دھونے کے لئے اکیلے ہی کوشش کی اور اس وقت فائل میرے پاس ہے۔ کیا اس سے میری صلاحیتیں ثابت

نہیں ہوتیں۔ اب ریڈ رباس نے مجھے ہیڈ کوارٹر بلایا ہے اور دھمکی دی ہے کہ اگر میں نہ آیا تو میری کار پر بجلی گرا کر مجھے ختم کر دیں گے اوور" ——— میجر پریو نے جی ایم کو تفصیلات بتائیں۔

"تم ہیڈ کوارٹر جاؤ میں ریڈ رباس سے بات کروں گا اور پھر تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کیا جائے گا اوور" ——— جی ایم نے جواب دیا۔

"اوکے اوور اینڈ آل" ——— میجر پریو نے کہا اور بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

عمران خاموشی سے پچھلی سیٹوں کے درمیان دبکا ہوا تمام گفتگو سن رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ میجر پریو پر ہیں حملہ کر کے اس سے فائل چھین لے مگر اس طرح دو نقصانات تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ مجرموں کے ہیڈ کوارٹر تک نہ پہنچ سکے گا اور دوسرا کار اس وقت مجرموں کی نگرانی میں ہے۔ اس طرح وہ خود بھی ان کی نظروں پر چڑھ جائے گا۔ مگر دوسری صورت اس سے بھی زیادہ خطرناک تھی کہ اگر فائل مجرموں کے ہاتھ پہنچ گئی اور وہ اسے فوراً حاصل نہ کر سکا تو یہ ملک کے لئے تباہ کن ہوگا کیونکہ اس فائل میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے پاکیشیا کے جاسوسوں کے پتے اصل نام اور فوٹو موجود ہیں۔ یہ فائل کسی قیمت پر بھی مجرموں کے ہاتھوں تک نہیں پہنچنی چاہئے۔ مگر ہیڈ کوارٹر والی بات اپنی جگہ اہم تھی۔ آخر اس نے ایک اور فیصلہ کیا کہ کسی طرح وہ میجر پریو کو فائل سمیت اغوا کر کے لے جائے۔ اس طرح وہ میجر پریو کے ذریعے ہیڈ کوارٹر کا بھی پتہ چلا لے گا۔ اور فائل بھی مجرموں تک نہیں پہنچ سکے گی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ذہنی طور پر مطمئن ہو گیا۔ اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا اور پھر ریوالور کو نال سے پکڑ کر وہ یکدم سیدھا ہو گیا اور پھر اس سے پہلے کہ میجر پریو بیک مرر میں اسے دیکھ کر چونکتا، عمران نے ایک ہاتھ سے اس

کے سر سے فلیٹ ہیٹ جھٹک دی۔ دوسرے ہاتھ سے ریوالور کا دستہ اس کی کھوپڑی پر جما دیا۔

پہلا وار ہی اتنا بھرپور ثابت ہوا کہ میجر پریو کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ عمران نے تیزی سے میجر پریو کو گھسیٹ کر ایک طرف کیا اور پھر تیزی سے اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر خود بیٹھ گیا۔

کار چونکہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی اس لئے اس تبدیلی کے باعث کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔ عمران نے کار اسی رفتار سے آگے بڑھا دی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ سے سٹیرنگ پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے پڑے ہوئے میجر پریو کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ جلد ہی اس کا ہاتھ فائل تک پہنچ گیا۔ اس نے فائل نکال کر اپنی جیب میں ڈالی اور پھر کار کی ونڈ سکرین پر آنکھیں جما دیں۔ اب وہ کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جس کی آڑ میں وہ چند لمحوں کے لئے ویژن آئی سے بچ جاتا۔ اسی دوران وہ میجر پریو کو نکال لے جا سکتا تھا۔

چند لمحوں بعد اسے وہ جگہ نظر آ گئی۔ یہ ایک کافی بڑی عمارت تھی جس کے درمیان میں کار کا راستہ موجود تھا۔ اندر دونوں سائیڈوں پر سپر مارکیٹیں تھیں اور عمارت کا دوسرا گیٹ سڑک پر نکلتا تھا۔ عمران نے بڑی آہستگی سے گیئر بدلا اور دوسرے لمحے سٹیرنگ کو پوری قوت سے موڑ کر فل ایکسیلیٹر دبا دیا۔ کار جو آہستہ آہستہ چل رہی تھی بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح مڑ کر عمارت کے گیٹ میں گھستی چلی گئی۔ عمارت میں جیسے ہی کار داخل ہوئی۔ عمران نے پوری قوت سے بریکیں دبا دیں اور پھر برق کی سی تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ سپر مارکیٹیں شاید شدید بارش کی وجہ سے سنسان پڑی تھیں۔ عمران اچھل کر دوسری طرف آیا اور پھر اس نے دروازہ کھول کر بیہوش میجر کو باہر گھسیٹ کر کندھے پر

ڈالا اور عمارت کے دوسرے دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ عمارت سے باہر نکل کر وہ عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگا۔ وہ حتی الامکان مجرموں کی نظروں سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔ دیوار ختم ہوتے ہی وہ ایک کھلے میدان میں آگیا۔ اس نے پوری قوت سے دوڑ لگا دی اور میدان کو پار کر کے سامنے کی عمارتوں کی طرف جانے لگا۔

مگر اس نے ابھی آدھا میدان ہی پار کیا تھا کہ اچانک اسے آسمان پر بجلی کے تیز جھماکے کا احساس ہوا اور بھاگتے بھاگتے عمران نے یکدم دائیں طرف چھلانگ لگا دی۔ یہی چھلانگ اس کی جان بچا گئی۔ کیونکہ جس لمحے عمران کے قدموں نے وہ جگہ چھوڑی تھی اسی لمحے عین اسی جگہ پر بجلی گری تھی۔ عمران چھلانگ لگا کر جیسے ہی ایک طرف ہٹا اس نے زگ زیگ انداز میں بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔ مگر ایک بار پھر وہ بجلی کی زد میں آتے آتے بچا۔ زگ زیگ انداز ہی اسے بچا گیا تھا مگر ابھی سامنے والی عمارتیں کافی فاصلے پر تھیں اور عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ فاصلہ اس کی زندگی اور موت کا فاصلہ ہے۔ اگر کوئی آدمی سامنے ہوتا تو وہ اپنے نشانہ بازی سے کام لے کر جان بچا سکتا تھا مگر اب وہ اس آسمانی بجلی کا کیا علاج کرے۔ اب تو اس کی پھرتی اور تیز رفتاری ہی اس کی جان بچا سکتی تھی۔

ایک اور مسئلہ یہ آن پڑا تھا کہ اب تک جس جگہ پر وہ دوڑ رہا تھا وہ جگہ اونچی تھی جس کی وجہ سے وہاں پانی ٹھہرا ہوا نہیں تھا۔ مگر آگے جگہ ڈھلوان تھی۔ بارش کی وجہ سے وہاں پانی بھرا ہوا تھا۔ عمران کو علم تھا کہ اگر پانی کے درمیان میں بجلی گری تو پانی میں بجلی کی لہر دوڑ جائے گی اور اس طرح وہ پانی کے اندر کہیں بھی موجود ہوا تو بجلی کا شکار ہو جائے گا۔

مگر مجبوری بھی تھی۔ اسے ہر قیمت پر میدان کراس کر کے عمارتوں کے اندر پناہ

لینی تھی ورنہ وہ یقیناً آسمانی موت کا شکار ہو جاتا۔ ادھر بجلی تھی کہ بار بار اس پر گر رہی تھی۔ اب تک وہ اپنی پھرتی یا حسن اتفاق سے بچ گیا تھا مگر کب تک۔

چنانچہ ڈھلوان میں دوڑتا چلا گیا۔ پانی اس کے گھٹنوں تک آ رہا تھا۔ اس وقت چونکہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے دوڑ رہا تھا اس لئے پانی کے باوجود اس کی رفتار تیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اچانک دوڑتے دوڑتے اس کا پاؤں پھسلا اور وہ پانی کے اندر میجر بریوسمیت دور تک قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔

میجر بریو اس کے کندھے سے اچھل کر دور جا گرا تھا۔ عمران نے اسی لمحے فیصلہ کیا کہ اب اسے میجر بریو کا خیال چھوڑ کر اپنی جان بچانی چاہیئے۔ میجر بریو کے بوجھ کی وجہ سے اس کی رفتار میں بھی رکاوٹ آ رہی تھی۔ چنانچہ عمران تیزی سے اٹھا اور پھر پوری قوت سے دوڑنے لگا۔ اب ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کو پر لگ گئے ہوں۔ اس کی رفتار انتہائی حد تک تیز تھی۔ ابھی وہ عمارتوں سے تھوڑی ہی دور تھا کہ اسے آسمان پر ایک بار پھر چمک محسوس ہوئی اور اسی لمحے عمران نے پوری قوت سے جمپ لگایا اور وہ جیسے ہوا میں اڑتا ہوا آگے چلا گیا۔ بجلی گری ضرور مگر عمران جہاں گرا تھا وہ جگہ اس میدان کا اونچا سرا تھا جہاں پانی موجود نہیں تھا۔ بجلی پانی میں گری اور عمران بال بال بچ گیا تھا۔ خشکی پر گرتے ہی وہ اچھلا اور پھر ایک اور جمپ نے اسے عمارت کی دیوار تک پہنچا دیا۔

اس نے ایک لمحے کے لئے مڑ کر دیکھا تو پانی میں میجر بریو کی جلی ہوئی لاش تیر رہی تھی۔ دوسرے لمحے عمران دوڑتا ہوا عمارت کے گیٹ کے قریب پہنچا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے دروازہ کراس کر گیا۔

اسی لمحے اس بار بجلی دروازے پر گری اور دروازہ دھڑا دھڑ جلنے لگا۔

عمران بھی کسی حد تک اس کی زد میں آگیا تھا۔ بجلی کی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پورے جسم میں آگ بھر گئی ہو۔ اور وہ جھٹکا کھا کر دھیں گر گیا۔ اور اسی لمحے جلتا ہوا بھاری بھرکم دروازہ اس کے اوپر آگرا اور عمران جو اب تک موت سے بال بال بچتا چلا آیا تھا۔ آخرکار موت کی زد میں آ ہی گیا

ڈاکٹر براؤن اور فلیپ مشین روم میں ہی موجود تھے۔ ڈاکٹر براؤن نے ویڈیو کنٹرول مشین سنبھال رکھی تھی اور فلیپ مین سکرین کو کنٹرول کر رہا تھا۔

سکرین میں شہر میں ہوتی ہوئی بارش صاف نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک ہلکی سی کھٹک کی آواز آئی اور مین سکرین کے ساتھ موجود سب سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سب سکرین پر دو کاریں عمارت کے گیٹ سے باہر نکل رہی تھیں۔ فلیپ نے ایک بٹن دبایا اور پھر وہ ہینڈل گھما کر کاروں کی رہنمائی کرنے لگا۔ شاید بارش کے باوجود کاریں کافی تیزی سے سڑکوں پر دوڑتی چلی جا رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کاریں مین سکرین پر موجود منظر میں داخل ہو گئیں اور اس کے ساتھ ہی کھٹک کی آواز سے سب سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔

مین سکرین پر ایک بہت بڑی عمارت صاف نظر آ رہی تھی۔ دونوں کاریں اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر رک گئیں۔

فلیپ نے ہینڈل تیزی سے گھمایا اور مین سکرین پر منظر بدلنے لگا۔ عمارت کے مختلف پہلو بڑی تیزی سے سکرین پر ابھرتے اور مٹتے چلے جا رہے تھے۔ پھر جیسے ہی سکرین پر عمارت کی پشت کا منظر ابھرا فلیپ بری طرح چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے ایک بٹن دبایا اور سکرین پر موجود منظر ساکت ہو گیا۔ عمارت کی پشت پر ایک کھڑکی موجود تھی اور اس کھڑکی سے ایک آدمی رسی کے ذریعے نیچے اتر رہا تھا۔

فلیپ نے ایک اور بٹن دبایا اور نیچے اترنے والے نوجوان کا چہرہ واضح ہو گیا۔

"اوہ یہ تو میجر بریو ہے" — فلیپ ایک بار پھر اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

"میجر بریو" — ڈاکٹر براؤن بھی حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات نمایاں تھے

"میرے خیال میں میجر بریو ہم سے پہلے فائل پر قبضہ کر چکا ہے" — فلیپ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور اسی لمحے میجر بریو نے زمین پر پہنچ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جیب سے فائل نکال کر اطمینان کیا اور پھر اس نے دوبارہ فائل کو اچھی طرح جیب میں گھسیڑ لیا۔

دوسرے لمحے وہ تیزی سے عمارت سے دور ہٹنے لگا۔

فلیپ نے ایک اور بٹن دبایا اور اس کے سامنے رکی ہوئی کاریں تیزی سے آگے بڑھ کر عمارت کے قریب جا کر رک گئیں۔

"گیٹ پر الیکٹرک اٹیک کریں ڈاکٹر" — فلیپ نے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک ہینڈل تیزی سے گھمایا اور پھر بٹن دبا دیا۔ اسی لمحے فلیپ نے دیکھا کہ آسمان پر بجلی کا جھماکا ہوا اور دوسرے لمحے ہی عمارت کے گیٹ پر گری اور گیٹ اپنے چوکیداروں سمیت جل کر راکھ ہو گیا۔ کاروں سے نکلنے والے نقاب پوشوں نے ہتھیار سنبھالے اور تیزی سے جلتا ہوا

گیٹ کراس کر گئے۔

اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر سب سکرین روشن ہو گئیں۔ اب سکرین پر عمارت کے اندرونی مناظر نظر آ رہے تھے۔ جیسے ہی فلیپ کے آدمی اندر داخل ہوئے ان پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور ڈاکٹر نے بار بار الیکٹرک اٹیک کر کے اپنے آدمیوں کو کور دینا شروع کر دیا مگر عمارت کے محافظ پہلے سے چوکنے اور مورچہ بند تھے۔ اس لئے تھوڑی ہی دیر بعد ان کے تمام آدمی ایک ایک کر کے ختم ہو گئے۔

"یہ بدمعاشی میجر بریو کی ہے۔ اس نے شاید پہلے سے حملے کی اطلاع دے دی تھی" — فلیپ نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لے کر سب سکرین تاریک کر دی۔ عمارت پر اس کا حملہ ناکام ہو چکا تھا۔

اس نے ایک بار پھر مین سکرین پر عمارت کے سامنے کا رخ ساکت کیا اور پھر اسے میجر بریو عمارت سے تھوڑی دور کھڑی کار میں بیٹھتا نظر آیا۔

"میں اس میجر بریو کو ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ لوگ اس کے تصور سے بھی کانپ اٹھیں گے" — فلیپ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا

"پہلے اس سے فائل حاصل کر لیں" — ڈاکٹر براؤن نے مین سکرین کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ میجر بریو کی کار آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع ہو گئی۔

فلیپ چند لمحے اس کار کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس نے تیزی سے قریب موجود ایک ٹرانسمیٹر پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور بٹن دبا دیا۔

"ہیلو میجر بریو۔ ڈیو باس کالنگ یو اوور" — فلیپ نے باوقار آواز میں کہا۔

"یس میجر سپیکنگ اوور" — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے میجر بریو کی آواز سنائی دی۔

"تم نے غداری کی ہے میجر۔ تم نے وزارت خارجہ کو حملے کی اطلاع دی ہے اور

قاتل خود لے اُڑے ہو اوور" ——— فلیپر نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو علم نہیں میں تو ویسے ہی اِدھر آنکلا تھا اوور" ——— میجر بریو نے پرسکون آواز میں کہا مگر اس کے لہجے میں موجود طنز نمایاں تھا۔

"اچھا اب تم سیدھے ہیڈ کوارٹر آؤ۔ میں تمہاری نگرانی کر رہا ہوں۔ اگر تم نے ڈاج دینے کی کوشش کی تو تمہیں کار سمیت بھسم کر دوں گا۔ اوور اینڈ آل" ——— فلیپر نے اسے حکم دیا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"ڈاکٹر ہوشیار رہیں اگر میجر بریو ڈاج دینے کی کوشش کرے تو اس کی کار پر الیکٹرک اٹیک کر دیں۔ قاتل کی بھی پرواہ نہ کریں" ——— فلیپر نے ڈاکٹر سے کہا اور ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ میجر بریو کی کار آہستہ روی سے سڑک پر مسلسل چل رہی تھی اور فلیپر اور ڈاکٹر براؤن دونوں اس پر نظریں گاڑے ہوئے تھے۔

کافی دیر بعد اچانک کار آہستہ سے ڈولی مگر جلد ہی سیدھی ہو گئی۔

"میرے خیال میں میجر بریو کی نیت میں فتور آیا تھا مگر جلد ہی ہوش آ گیا" ——— فلیپر نے کہا۔ ڈاکٹر براؤن خاموش رہا۔

پھر اچانک وہ دونوں حیرت سے اچھل پڑے۔ کیونکہ ایک بڑی سی عمارت کے سامنے پہنچتے ہی اچانک کار انتہائی سپیڈ سے مڑی اور عمارت کے اندر داخل ہو گئی۔ اب سکرین پر صرف عمارت ہی نظر آ رہی تھی۔

"ہوشیار ڈاکٹر ہمیں ڈاج دیا جا رہا ہے" ——— فلیپر نے چیخ کر ڈاکٹر سے کہا اور پھر تیزی سے میز پر لگے ہوئے بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ سکرین پر تیزی سے منظر تبدیل ہوتا چلا گیا۔ اور پھر جیسے ہی عمارت کی دوسری سائیڈ سکرین پر واضح ہوئی وہ دونوں ایک بار پھر حیرت سے اچھل پڑے۔ سکرین پر انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے کو کاندھے پر لادے تیزی سے عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگا

چلا جا رہا ہے۔ فلیپر نے ایک اور بٹن دبایا اور سکرین پر ان دونوں کا کلوز اپ آ گیا۔

"اوہ یہ تو کوئی آدمی میجر بریو کو کاندھے پر ڈالے جا رہا ہے" ——— فلیپر نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہ آدمی پہلے سے ہی میجر بریو کی کار میں چھپا ہوا تھا۔ ذرا اس کا چہرہ اور واضح کرو" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا اور فلیپر نے ایک گوٹ گھما دی۔

"ارے یہ تو عمران ہے جو میرے پہلے تجربے کا شکار ہوا تھا۔ میجر بریو اس کی موت پر بے حد خوش ہوا تھا۔ اس نے آتے ساتھ ہی مجھے مبارکباد دی تھی۔ وہ پہلے تجربے کی فلم جی ایم کے پاس دیکھ آیا تھا" ——— ڈاکٹر براؤن کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"عمران تو پھر یہ کیسے بچ گیا۔ یہ تو کار سمیت جل گیا تھا" ——— فلیپر کو بھی یاد آ گیا کہ اس آدمی کی موت پر میجر بریو نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔

معلوم نہیں مگر اب اسے بچ کر نہیں جانا چاہئے یہ انتہائی خطرناک آدمی ہے اگر یہ میجر بریو کو لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو ہم شدید خطرے کا شکار ہو جائیں گے" ——— ڈاکٹر براؤن نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

عمران اس وقت تک میجر بریو کو لئے ہوئے عمارت کی پناہ سے نکل کر کھلے میدان میں آ گیا تھا۔ اس کا رخ سامنے والی عمارتوں کی طرف تھا۔

"الیکٹرک اٹیک جلدی کرو ڈاکٹر۔ اس کو کسی قیمت پر نہیں بچنا چاہئے" ——— فلیپر نے کہا اور ڈاکٹر براؤن نے مڑ کر ڈائل سیٹ کیا اور پھر اس نے بٹن دبایا آسمان سے بجلی کی لہر نیچے آئی مگر عمران چھلانگ لگا کر ایک طرف ہو گیا اور اٹیک ضائع ہو گیا۔ اب عمران زگ زیگ انداز میں دوڑ رہا تھا۔

ڈاکٹر نے بار بار اٹیک کرنے شروع کر دیئے۔ مگر عمران اپنی پھرتی اور چالاکی سے ہر بار بال بال بچ جاتا تھا۔

"ڈاکٹر یہ بچ کر نکلتا جا رہا ہے" ——— فلیپر نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا

اور ڈائل پر تھرتھراتی ہوئی سرخ رنگ کی سوئی کو بغور دیکھنے لگا ۔ اس بار وہ صحیح معنوں میں نشانہ باندھ کر اٹیک کرنا چاہتا تھا ۔

" ویسے بھی اب یہ بچ نہیں سکتا ڈاکٹر ۔ اب آگے میدان میں پانی ختم ہے آپ اٹیک کریں " ——— فلیپ نے سکرین کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا ۔

" ہاں اب اگر اٹیک نشانے پر نہ بھی بیٹھے تب بھی یہ دونوں نہیں بچ سکتے " ڈاکٹر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا ۔ اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا ۔ اسی لمحے عمران پھسل کر گر پڑا ۔ اور اس کے کاندھے پر لدا ہوا میجر برڈیو اچھل کر دور جا گرا عمران تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے میجر برڈیو کو اٹھانے کی بجائے تیزی سے سامنے عمارتوں کی طرف دوڑ لگا دی ۔ پانی کے باوجود اس کی رفتار انتہائی حد تک تیز تھی ۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کو پر لگ گئے ہوں ۔

" اٹیک کرو ڈاکٹر کیا سوچ رہے ہو ورنہ بدروح کا بچہ صاف نکل جائے گا " ——— فلیپ نے چیخ کر کہا ۔

اور ڈاکٹر نے سرخ رنگ کا بٹن پوری قوت سے دبا دیا ۔ دوسرے لمحے بجلی کی لہر سیدھی عمران کی طرف لپکی ۔

" وہ مارا " ——— فلیپ نے اچھلتے ہوئے کہا ۔

مگر جب چمک ختم ہو گئی تو یہ دیکھ کر ان پر اوس پڑ گئی کہ عمران جمپ مار کر بچ نکلا تھا ۔ البتہ میجر برڈیو بجلی کی زد میں آ گیا تھا ۔ عمران اب سوکھی جگہ پر دوڑ رہا تھا ۔ ڈاکٹر براؤن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا ۔ اس نے ایک بار پھر اٹیک کیا ۔ مگر اسی لمحے عمران عمارت کے دروازے میں گھس چکا تھا ۔ مگر اس بار ڈاکٹر اپنے مقصد میں بنیادی طور پر کامیاب ہو گیا تھا کہ سکرین پر انہوں نے صاف طور پر دیکھا تھا کہ جلتا ہوا بھاری بھرکم دروازہ اس پر جا گرا تھا اور عمران اس جلتے ہوئے دروازے کے

نیچے آ گیا تھا ۔

" بڑی مشکل سے ختم ہوا ہے " ——— ڈاکٹر براؤن نے طویل سانس لیتے ہوئے ماتھے سے پسینہ پونچھا ۔ مگر دوسرے لمحے چلتی ہوئی مشین یکدم رک گئی اس کے اوپر لگا ہوا زرد رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا ۔ اور کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی ۔

ڈاکٹر نے بوکھلا کر مین سوئچ آف کر دیا اور مشین کے تمام بلب بجھ گئے اور اس کے ساتھ ہی سکرین بھی تاریک ہو گئی ۔

" کیا ہوا ڈاکٹر " ——— فلیپ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا ۔

" بار بار اٹیک کرنے سے مشین گرم ہو گئی ہے ۔ اگر میں چند لمحے اور مشین بند نہ کرتا تو مشین برسٹ ہو جاتی " ——— ڈاکٹر براؤن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا ۔

" اگر چند لمحے اور سکرین آف نہ ہوتی تو عمران کے انجام کے متعلق تصدیق ہو جاتی " فلیپ نے سوچنے والے انداز میں کہا ۔

اس کا انجام صاف ظاہر ہے کہ جلتے ہوئے دروازے کے نیچے آنے کے بعد اب اس کے انجام کے متعلق کیا شک باقی رہ گیا ہے ۔ مگر اس کا مجھے ہمارے ساتھ برا ہو رہا ہے میجر برڈیو نے پہلا قدم اٹھایا تو منہ کی کھائی ۔ اب ہم نے پہلا قدم اٹھایا تو تب بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔ تمام مجرم بھی نہ ملے ۔ پانچ آدمی بھی ختم ہو گئے ۔ میجر برڈیو بھی مارا گیا اور سب سے بڑا خطرہ جو میرے ذہن میں آ رہا ہے ۔ وہ یہ کہ اب ہمارے ویدر کنٹرول کی بات بھی راز نہیں رہ سکے گی ۔ وزارت خارجہ کی عمارت پر بجلی کا گرنا اور پھر عمران کا بجلی کی زد میں آ کر مرنا اور میدان میں بار بار بجلی کا گرنا آخر کس طرح راز رہ سکتا ہے " ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا ۔

" ہاں یہ بات تو ہے مگر اس کے باوجود یہاں کے لوگ مصنوعی آسمانی بجلی کے متعلق نہیں سوچ سکتے مگر اس کے باوجود ہمیں اپنے پلان کے متعلق ایک بار پھر غور

کرنا پڑے گا بجائے چھوٹے چھوٹے سٹیپ اٹھانے کے ہم کیوں نہ یکدم بڑا سٹیپ اٹھائیں تاکہ اس سے پہلے کہ یہاں کے لوگ ہوشیار ہوں ہم اپنا کام کر جائیں" ——— فلیپر نے رائے دی۔

"ٹھیک ہے میں جی ایم سے بات کرتا ہوں" ——— ڈاکٹر براؤن کی سمجھ میں بھی بات آگئی۔

اس سے پہلے کہ وہ اس سلسلے میں قدم اٹھاتے۔ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔

فلیپر نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

"جی ایم کالنگ ویدر باس اوور" ——— دوسری طرف سے باوقار آواز سنائی دی۔ فلیپر جی ایم کی آواز سن کر ایک طرف ہو گیا اور ڈاکٹر براؤن نے اس کی جگہ لے لی۔

"ویدر باس سپیکنگ اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر براؤن تھوڑی دیر پہلے میجر برونے نے مجھے کال کیا تھا کیا بات تھی اوور" جی ایم نے سوال کیا۔

اور ڈاکٹر براؤن نے مشن کی تمام تفصیلات سے اسے مختصراً بتلا دیں اور ساتھ ہی عمران کا ذکر بھی کر دیا۔

"اوہ یہ تو بہت برا ہوا۔ ڈاکٹر میجر برونے ختم ہو گیا اور ہمارا مشن بھی ناکام ہو گیا۔ میجر برونے ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ تھا۔ اعلیٰ حکام کو جب اس سانحے کی خبر ملے گی تو انہیں بے حد دکھ ہوگا۔ اوور" ——— جی ایم نے افسوس آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"یہ مجبوری تھی اگر ہم اس کو بچاتے تو عمران اسے لے جاتا اور اس طرح مشن ناکام ہو جاتا اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"مشن تو اب بھی مجھے ناکام ہوتا نظر آرہا ہے۔ اب تک دو کوششیں کی گئی ہیں اور دونوں ناکام ہو گئی ہیں اوور" ——— جی ایم نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"سر یہی بات میں سوچ رہا ہوں۔ بجائے چھوٹے چھوٹے اقدامات کرنے کے کیوں نہ میجر آپریشن کر دیا جائے۔ اگر ہمارا میجر آپریشن کامیاب ہو گیا تو ان چھوٹے چھوٹے اقدامات کی کیا پوزیشن رہ جاتی ہے۔ اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے تجویز پیش کی۔

"میجر آپریشن کے لئے کیا تم پوری طرح تیار ہو۔ یہ چھوٹے چھوٹے اقدامات تو محض اس لئے رکھے گئے تھے تاکہ ویدر کنٹرول مشین کی وسعت اور کارکردگی کا صحیح اندازہ ہو جائے اوور" ——— جی ایم نے کہا۔

"میں مشین سے پوری طرح مطمئن ہوں اس میں مزید وسعت پیدا کرنے کے لئے ایک ہفتہ لگانا پڑے گا۔ اس کے بعد ہماری مشین یقیناً اس قابل ہوگی کہ اس ملک کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہ کر دے اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میجر آپریشن کی تیاری کرو۔ میں اعلیٰ حکام سے بات چیت کرتا ہوں اوور اینڈ آل" ——— جی ایم نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"فلیپر ایک ہفتے تک تمام سرگرمیاں بند کر دو۔ میں مشین کی قوت بڑھانے کا کام آج ہی سے شروع کر دیتا ہوں" ——— ڈاکٹر براؤن نے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر سر ٹھیک ہے" ——— فلیپر نے جواب دیا اور پھر مودبانہ انداز میں سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران پر جیسے ہی جلتا ہوا دروازہ گرا۔ عمران کو ایک لمحے کے لئے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی آتش فشاں پہاڑ کے لاوے کے نیچے دب گیا ہو مگر دوسرے لمحے اس نے بے پناہ قوت ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے ہوش و حواس درست کئے اور پھر اس دروازے کے نیچے سے نکلنے کے لئے زور لگانے لگا۔ اسی لمحے اس نے کئی آدمیوں کے قدموں کی آوازیں اور شور سنا۔ یہ شاید بلڈنگ کے مکین تھے

اور پھر چند ہی لمحوں بعد عمران کو دروازے کے نیچے سے گھسیٹ لیا گیا۔

عمران کا لباس چونکہ پانی میں تر ہو رہا تھا اس لئے اس کا لباس آگ پکڑنے سے بچ گیا تھا البتہ کھلا جسم کئی جگہ سے جل گیا تھا۔ اس بلڈنگ میں ایک ڈاکٹر کا مطب بھی موجود تھا۔ اس نے عمران کی مرہم پٹی کی اور اسے ہسپتال جانے کا مشورہ دیا۔

عمران پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔ اس نے جیب کے اندر موجود فائل کی موجودگی کا اطمینان کیا اور پھر ان سب لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور بلڈنگ کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور وہ خود حیران ہو رہا تھا کہ وہ موت کے منہ سے کیسے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ دھماکہ جس انداز میں اس پر حملہ کیا گیا تھا اس کے بچ نکلنے کے ایک فیصد بھی امکان

نہیں تھا۔ اب بارش بند ہو چکی تھی اور بادل چھٹ گئے تھے۔ شہر کا کاروبار دوبارہ معمول پر آنے لگا تھا۔ عمران نے ایک خالی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر ڈرائیور کو پرنس روڈ پر چلنے کو کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب پانی سر سے اونچا ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اس نے فوری کوئی تدارک نہ کیا تو نتائج بے حد خطرناک نکلیں گے اور چونکہ یہ ایک خالص ترین سائنسی حربہ ہے۔ اس لئے اسے ایک ذہین سائنسدان کی سخت ضرورت تھی۔ اسی لئے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو پرنس روڈ چلنے کو کہا تھا کیونکہ وہ فوری طور پر ملک کے عظیم سائنسدان ڈاکٹر داور سے اس سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا تھا

چند ہی لمحوں بعد ٹیکسی پرنس روڈ پر پہنچ گئی۔ عمران نے ڈرائیور کو ایک عظیم الشان کوٹھی کے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور جب ٹیکسی پورچ میں رکی تو عمران باہر آ گیا۔ اس نے جیب سے بٹوا نکال کر ڈرائیور کو ایک بڑا نوٹ دیا اور بقایا لئے بغیر بڑی ہی بے نیازی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

ٹیکسی ڈرائیور چند لمحے تو اسے جاتا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بڑی پھرتی سے وہ نوٹ جیب میں ڈالا اور ٹیکسی اتنی تیزی سے آگے بڑھا لے گیا۔ جیسے اسے خطرہ ہو کہ کہیں عمران اس سے بقایا کا مطالبہ نہ کر بیٹھے۔

مگر عمران نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور برآمدے میں موجود کال بیل پر انگلی جما دی۔ اس نے اس وقت تک بٹن سے انگلی نہ ہٹائی جب تک کہ سائیڈ کا دروازہ ایک جھٹکے سے نہ کھل گیا۔

دروازے پر ڈاکٹر داور کی لڑکی نسیم چہرے پر جلال کا تاثر لئے کھڑی تھی۔ عمران کو بھی اس کی آمد کی امید تھی۔ کیونکہ اسے علم تھا کہ ڈاکٹر داور ملازم رکھنے کا عادی نہ تھا اور اس عظیم الشان کوٹھی میں ڈاکٹر داور اپنی اکلوتی بیٹی نسیم کے ساتھ اکیلا رہتا تھا۔ نسیم اور عمران کے درمیان خوب چھنتی تھی۔ شروع شروع میں نسیم نے عمران پر ڈورے ڈالنے

کی انتہائی کوشش کی تھی مگر عمران بھلا ان داؤ پیچ میں کب آتا تھا۔

چنانچہ نسیم نے تھک ہار کر کوشش ہی چھوڑ دی تھی۔ البتہ عمران نے اسے خوب تنگ کیا کرتا تھا۔ اب چونکہ عمران کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور چہرے پر ابھی تک جلنے کے نشانات موجود تھے۔ اس لئے نسیم اسے پہچان نہ سکی۔

"مسٹر تمہیں گھنٹی بجانے کی تمیز ہے" ——— نسیم نے انتہائی جھنجھلائے ہوئے لہجے میں عمران سے کہا جو بڑی معصوم سی صورت بنائے کھڑا تھا۔

"مس نسیم جہاں، راحت جہاں عرف تمیز دار بیگم بندہ گستاخی کی معافی چاہتا ہے۔ ویسے جہاں تک گھنٹی بجانے کا تعلق ہے میں نے ایک سکول میں دس سال تک گھنٹی بجانے کی ملازمت کی ہے۔ اس لئے آپ میری پیشہ ورانہ صلاحیت کو چیلنج نہیں کر سکتیں" ——— عمران نے بڑے مودبانہ لہجے میں سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔ نسیم بڑی حیرت بھری نظروں سے اس نوجوان کو دیکھنے لگی۔ جو اتنی بے تکلفی سے توہین آمیز لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"کون ہو تم" ——— نسیم شاید اس کی بات پر آتش زیر پا ہو گئی تھی۔

"مجھے اگر گھنٹی بجانے کی تمیز نہیں تو معاف کیجئے آپ کو بات کرنے کی تمیز نہیں۔ لئے حساب برابر اور آؤ پھر ایک دوسرے کی باہوں میں باہیں ڈال کر اس دنیا سے دور بلکہ اس دنیا کے اس کونے میں چلیں جہاں بندہ نہ بندے کی ذات ہو۔ گدھوں کی ذات بے شک ہو" ——— عمران نے ٹھیٹھ عاشقانہ جواب دیا۔

"شٹ اپ یو نانسنس! نہ جانے کس پاگل سے واسطہ پڑا ہے" ——— نسیم نے اس بار بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"یہ واسطہ تو زندگی بھر کا ہے مس نسیم جہاں اور اس واسطے کو پائیدار بنانے ہی حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ کے قبلہ گاہی اسمعٰی قبلہ و کعبہ والد صاحب المعروف ڈاکٹر داور صاحب موجود ہوں تو انہیں میری تشریف آوری کی اطلاع دے دیجئے" ——— عمران نے ڈھیٹ ہو کر کہا۔

"جاؤ بھاگ جاؤ ورنہ میں نوکروں کو بلوا کر دھکے مار مار کر نکلوا دوں گی" ——— نسیم نے آگ بھبھوکا ہوتے ہوئے کہا۔

"ہی ہی آپ بے فکر رہیں مجھے مشاطہ نے پوری معلومات دی ہیں کہ آپ کی کوٹھی میں نوکر موجود نہیں ہیں۔ البتہ اگر آپ مجھے نوکر رکھ لیں تو یقین رکھیں میں فالتو آدمی کو دھکے مار مار کر باہر نکالنے کے کام میں ماہر ہوں" ——— عمران نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

"آخر تم ہو کون اور کیا چاہتے ہو۔ صاف صاف بتلاؤ" ——— نسیم اب بڑی حد تک بیزار ہو چکی تھی۔

"فی الحال تو آپ کا مستقل مہمان بننے کا ارادہ لے کر آیا ہوں۔ آگے آپ کی مرضی" ——— عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا ٹھہرو میں ڈاکٹر صاحب کو بھیجتی ہوں" ——— نسیم کو جب اور کوئی بات نہ سوجھی تو وہ یہ کہہ کر اندر چلی گئی۔ مگر دروازہ اس نے بند کر لیا تھا۔ عمران نے دل ہی دل میں مسکرا دیا تھا۔ کیونکہ ڈاکٹر داور کی طبیعت وہ اچھی طرح جانتا تھا جب انہیں غصہ آتا تھا تو وہ بات کرنے کی بجائے گولی مار دینا بہتر سمجھتے تھے۔ اور اسے علم تھا کہ نسیم ڈاکٹر صاحب کو خوب الٹی سیدھی لگا کر لائے گی۔ چنانچہ وہی ہوا چند لمحوں بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور ڈاکٹر داور ہاتھ میں بندوق لئے باہر نکل آئے۔ ان کے چہرے پر شدید طیش کے آثار نمایاں تھے۔ نجانے نسیم نے انہیں کیا کہا تھا۔

"کون ہو تم اوباش کمینے" ——— ڈاکٹر داور نے بندوق کی نال عمران کے

سینے پر رکھتے ہوئے انتہائی جلال کے عالم میں پوچھا۔

"س۔۔۔س سر۔ مم۔ میں۔ آ۔ آ۔ علی۔ عم عم۔ عمران ہوں" ۔۔۔۔ عمران کے چہرے پر انتہائی خوف کے تاثرات تھے۔ اور زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ مگر اس بار وہ اپنے اصلی لہجے میں بولا تھا۔

"کیا کہا تم نے۔ علی عمران" ۔۔۔۔ ڈاکٹر داور بری طرح چونکے اور ان کے پیچھے کھڑی نسیم کو تو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر ایٹم بم گر پڑا ہو۔ اسکی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹنے کے قریب تھیں۔

"جج۔ جی ہاں۔ علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی ایس سی آکسن ولد الحلال سر رحمان ڈائریکٹر انٹیلیجنس" ۔۔۔۔ عمران نے اپنا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے کہا۔

اور ولد الحلال کے لفظ پر ڈاکٹر داور کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ رینگ گئی البتہ نسیم اپنی ہنسی نہ چھپا سکی اور بے اختیار اس کا قہقہہ نکل گیا۔

"اب ہنس رہی ہو اگر ڈاکٹر صاحب باہر نکلتے ہی مجھے گولی مار دیتے تو تم ساری عمر بیوہ رہتیں" ۔۔۔۔ عمران یکدم اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے رحم طلب نظروں سے ڈاکٹر داور کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ اور ڈاکٹر داور بے اختیار ہنس پڑے۔

"اس چڑیل نے تو مجھے کہا تھا کہ کوئی غنڈہ کوٹھی میں گھس آیا ہے" ۔۔۔۔ ڈاکٹر داور نے بندوق ہٹا کر عمران کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

"غنڈی ہو گی یہ خود میں شریف النسل انسان ہوں" ۔۔۔۔ عمران نے ڈاکٹر سے نظریں بچا کر نسیم کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"دیکھیے ابو! یہ بالواسطہ طور پر آپ کو غنڈہ کہہ رہے ہیں" ۔۔۔۔ نسیم نے

ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چلو بیٹے اندر چلیں۔ یہ تم نے اپنا حال کیا بنا رکھا ہے" ۔۔۔۔ ڈاکٹر نے نسیم کی نوک جھونک کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اور ڈاکٹر کی بات سن کر نسیم بھی چونک پڑی۔

"ہاں عمران صاحب یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ کا تو تمام جسم جگہ جگہ سے جلا ہوا ہے" ۔۔۔۔ نسیم نے بھی اس بار ہمدردانہ اور سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"بس کچھ نہ پوچھو بے خطر آتش عشق میں کود پڑا تھا اب مجھے کیا معلوم تھا کہ جل جاؤں گا۔ میں تو یہی سمجھا تھا کہ آگ گل و گلزار میں تبدیل ہو جائے گی" ۔۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں جواب دیا اور ڈاکٹر داور کھلکھلا کر ہنس پڑے ڈاکٹر داور بے حد سنجیدہ قسم کے آدمی تھے۔ مگر عمران ہی ایک ایسی شخصیت تھی جس کی باتوں پر وہ بھی دل کھول کر ہنستے تھے۔

ڈاکٹر داور عمران کو لئے سیدھے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ انہوں نے لڑکی پانے پیش کی اور خود بھی ڈاکٹر کے قریب بیٹھ گئی

"تم جاؤ بیٹی تمہارے والد سے ایک ایسی بات کرنے والا ہوں۔ جس پر لڑکیوں کو شرمانا چاہیے۔ شاباش جاؤ" ۔۔۔۔ عمران نے نسیم کو پچکارتے ہوئے کہا۔ اس نے نہ جانے کیا بات تھی کہ نسیم بے اختیار شرما کر اٹھ گئی۔ حالانکہ وہ عمران کی طبیعت سے واقف تھی۔

"کیا بات ہے عمران یہ تمہاری کیا حالت ہوئی ہے۔ مجھے تفصیل بتاؤ" ۔۔۔۔ ڈاکٹر داور نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب اسی لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ میری یہ حالت اس لئے ہوئی ہے کہ دو بار مجھ پر آسمانی بجلی گر چکی ہے اور آئندہ بھی کسی وقت گرنے کا سو فیصد

امکان ہے ——— عمران نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آسمانی بجلی۔ عمران بیٹے مذاق مت کرو۔ میں بے حد سنجیدہ ہوں" ——— ڈاکٹر داور نے حیرت آمیز لہجے میں کہا۔

"یقین کریں ڈاکٹر صاحب میں قطعی سنجیدہ ہوں" ——— عمران نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس لئے مجبوراً ڈاکٹر کو اس پر یقین کرنا پڑا۔ چنانچہ اس کے چہرے پر شکنیں ابھر آئیں۔

"مجھے تفصیل بتاؤ" ——— ڈاکٹر داور نے جواب دیا۔

اور عمران نے تمام واقعات تفصیل سے بیان کر دیا۔

"پھر تو تمہاری بات صحیح ہے۔ میرے خیال میں یہ ہمارے ملک کے خلاف سب سے خطرناک ترین حربہ ہے" ——— ڈاکٹر داور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اگر مجرموں نے اس حربے کا دیدہ دلیری سے پر استعمال کیا تو ملک یقیناً تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اور دوسرا خدشہ جو میری نظر میں ہے وہ یہ مجرم کسی بھی وقت ہمارے ملک کی اہم ترین شخصیت پر بجلی گرا کر اسے جلا کر راکھ کر سکتے ہیں" ——— عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں یہ بھی ممکن ہے۔ پھر تمہارے ذہن میں اس حربے کا کیا سدباب ہے" ——— ڈاکٹر داور نے پوچھا۔

"میری سمجھ میں تو فی الحال کوئی بات نہیں آ رہی۔ ہمارے ہاں محکمہ موسمیات میں ماہرین نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو ہیں ان کی معلومات بھی بالکل سطحی ابتدائی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کوئی سائنسدان ایسا ہو جو فوری طور پر اس حربے کا توڑ پیدا کرے تاکہ جب تک میں مجرموں پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکوں اس وقفے میں وہ ملک کو نقصان سے بچا سکے" ——— عمران نے کہا۔

"ہمارے ملک میں تو ایسا کوئی سائنسدان نہیں ہے جو موسم پر ریسرچ کا ماہر ہو" ڈاکٹر داور نے سوچتے ہوئے کہا۔

"آپ ہمسایہ ملک کافرستان کے سائنسدان ڈاکٹر براؤن سے واقف ہیں" ——— عمران نے اچانک کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر براؤن" ——— ڈاکٹر داور نام سن کر چونک پڑے۔ پھر چند لمحے وہ سوچتے رہے اچانک ان کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔

"ہاں ایک بین الاقوامی میٹنگ میں میری ڈاکٹر براؤن سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہ بھی شاید موسم پر ریسرچ کر رہا تھا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ اس سازش کے پیچھے اس کا ہاتھ ہے" ——— ڈاکٹر داور نے سوال کیا۔

"میں نے سنٹرل پبلک لائبریری سے موسم پر ریسرچ کرنے والے سائنسدانوں کے تازہ ترین کارناموں کے متعلق ریفرنس تلاش کئے تھے۔ اس میں مجھے یہی ایک نام مشکوک محسوس ہوا ضروری نہیں کہ اس تمام سازش کے پیچھے یہی نام ہو" ——— عمران نے جواب دیا۔

ڈاکٹر داور چند لمحوں تک سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں اس سلسلے میں کوشش کرتا ہوں۔ ایک یورپین سائنسدان سے میرے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ میں اس سے فوری رابطہ قائم کرتا ہوں۔ وہ بھی مصنوعی موسم پر ریسرچ کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سلسلے میں ہماری کوئی مدد کر سکے"

"ٹھیک ہے آپ فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کریں۔ اس دوران میں مجرموں پر ہاتھ ڈالنے کی کوئی راہ نکالتا ہوں" ——— عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہاتھ ملا کر کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ جلد ہی ایک ٹیکسی نے اسے دانش منزل پہنچا دیا۔ اس نے بلیک زیرو کو وہ فائل سرسلطان کو پہنچانے کی ہدایت کی اور خود ٹرانسمیٹر پر

فریکوئنسی سیٹ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"ایکسٹو اوور" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی عمران نے مخصوص لہجے میں بات کی۔

"صفدر سپیکنگ سر اوور" ـــــ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"صفدر رپورٹ دو اوور" ـــ عمران نے پوچھا۔

"سر میں عمران کی گاڑی میں مجرموں کا انتظار کرتا رہا۔ مگر تمام مجرم عمارت کے اندر ہی ختم ہو گئے۔ وہ سب غیر ملکی تھے۔ بعد میں کاروں کے نمبر کے متعلق میں نے معلومات حاصل کیں تو نمبر پلیٹیں جعلی ثابت ہوئیں۔ رجسٹریشن آفس سے یہ نمبر ابھی الاٹ ہی نہیں کئے گئے اوور" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"اچھا تم ایسا کرو کہ کیپٹن شکیل اور صدیقی کو ساتھ لے کر دارالحکومت میں موجود تمام غیر ملکیوں کے فارن آفس سے ریکارڈ چیک کرو اور پچھلے ایک ماہ سے جو غیر ملکی دارالحکومت میں آئے ہیں ان کی فہرست مرتب کر کے باری باری ان سب سے ملو اور اپنے طور پر کسی مشکوک آدمی کا انتخاب کرو اوور" ـــ عمران نے اسے ہدایت دی۔

"مگر سر دارالحکومت میں تو پچھلے ایک ماہ میں سینکڑوں غیر ملکی آئے ہوں گے ان سب سے ملاقات کرنے کے لئے تو کم از کم ایک ماہ چاہیئے اوور" ـــ صفدر نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"تم لسٹ تو تیار کرو۔ پھر میں سب ممبران میں کام بانٹ دوں گا اوور" ـــ عمران نے اس بار قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"او کے سر میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں اوور" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر مجھے لسٹ مل جانی چاہیئے اوور اینڈ آل"۔

عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ ٹرانسمیٹر آف کرتا۔ اچانک تیز سیٹی کی آواز کمرے میں گونج اٹھی عمران نے چونک کر ڈائل پہ نظر ڈالی۔ یہ فریکوئنسی ٹائیگر کی تھی۔ عمران نے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو ٹائیگر کالنگ اوور" ـــ دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز گونجی۔

"عمران سپیکنگ اوور" ـــ عمران اس بار اپنے اصل لہجے میں بولا تھا۔

"سر میں نے کافرستانی سفارت خانے میں ایک اہم عہدہ حاصل کر لیا ہے اس کے لئے مجھے سفیر صاحب کے پرسنل سیکرٹری کو اغوا کرنا پڑا۔ میں آج سے پرسنل سیکرٹری کے روپ میں ڈیوٹی دے رہا ہوں۔ مجھے اس کے لئے مستقل طور پر سفارت خانے میں رہنا پڑے گا اوور" ـــ ٹائیگر نے تفصیل بتائی۔

"ویری گڈ وہاں آنکھیں کھول کے رہنا اور کسی بھی مشکوک بات پر مجھ سے فوری رابطہ قائم کرنا اوور" ـــ عمران نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ـــ عمران نے جواب دیا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹائیگر کی طرف سے تو وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ اگر کافرستانی سفارت خانے میں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے تو ٹائیگر یقیناً اس کا سراغ لگا لے گا۔

عمران کرسی پہ بیٹھا آئندہ کے لئے کسی لائن آف ایکشن کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ابھی تک دو بار دارالحکومت کی اہم عمارتوں پہ حملہ ہو چکا تھا۔ دو دفعہ اہم ترین فائلیں اڑائی جا چکی تھیں۔ عمران پہ بار بار حملے کئے جا چکے تھے۔ مگر سیکرٹ سروس کی کارکردگی فی الحال صفر تھی۔ کوئی لائن آف ایکشن ہی نہیں تھی جس پہ چل کر مجرموں کا سراغ لگایا جا سکے۔ عمران قطعی اندھیرے میں تھا اور اسی بنا پر عمران کو بیحد تشویش تھی کہ نہ ہی وہ مجرموں کا معمولی سا سراغ لگا سکا۔ اور نہ ہی اسے مجرموں کے مقاصد کا کچھ علم تھا۔ وہ ابھی تک اندھیرے میں ہی ٹامک ٹوئیاں

مار رہا تھا سوچتے سوچتے اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں ایک پراسرار سی چمک لہرائی اور اس نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔

"یس آپریٹر فارن کال"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ یس سر"۔۔۔۔ اس بار آپریٹر کا لہجہ بوکھلایا ہوا تھا۔

"ایمرجنسی کال فار ناگالینڈ۔ انٹرنیشنل ویدر ریسرچ لیبارٹری ٹاپ سیکرٹ"۔ عمران نے اسے کال کے متعلق بتایا۔

"ہولڈ فار ون منٹ سر"۔۔۔۔ آپریٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران انتظار کرنے لگا۔

ناگالینڈ میں اس کا بہترین دوست نکلسن ایک سائنسدان تھا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ نکلسن کسی موسمی ریسرچ لیبارٹری میں کام کرتا ہے جو اقوام متحدہ کے تحت قائم کی گئی ہے۔ اس لئے سوچا کہ شاید وہ اس مسئلے پر روشنی ڈال سکے۔ ایک منٹ سے پہلے رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

"ریسپشنسٹ انٹرنیشنل لیبارٹری ناگالینڈ سپیکنگ"۔۔۔۔

"ڈاکٹر نکلسن سے بات کراؤ فوراً میں پاکیشا سے بول رہا ہوں"۔۔۔۔ عمران نے انتہائی وقار سے کہا۔

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ریسپشنسٹ نے سوال کیا۔

"تم ڈاکٹر نکلسن سے بات کراؤ میرے نام سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہونا

چاہیئے"۔۔۔۔ عمران نے اسے قدرے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"او کے سر ہولڈ فار ون منٹ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے ریسپشنسٹ نے قدرے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اور چند لمحوں بعد ایک باوقار آواز گونجی۔

"یس ڈاکٹر نکلسن سپیکنگ"۔۔۔۔

عمران نے گو آپریٹر کو ٹاپ سیکرٹ کہہ دیا تھا اور اسے علم تھا کہ اب آپریٹر اس کی کال نہیں سنے گی۔ مگر پھر بھی احتیاط کے طور پر اس نے بطور ایکسٹو ڈاکٹر نکلسن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈاکٹر علی عمران سے بات کیجئے"۔۔۔

"علی عمران"۔۔۔ ڈاکٹر نکلسن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے عمران اپنی اصل آواز میں بول پڑا۔

"ہیلو ڈاکٹر نکلسن! میں پاکیشا سے علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ سناؤ تمہاری محبوبہ فلورا کا کیا ہوا۔ کہیں اسے چیچک تو نہیں نکل آئی"۔۔۔۔ عمران نے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔ فلورا کا حوالہ اس نے نکلسن کو یاد دلانے کے لئے دیا تھا۔ آکسفورڈ میں نکلسن کی ایک محبوبہ تھی۔ جس کے دماغ میں ہر وقت یہ سنک سوار رہتی تھی کہ کہیں اسے چیچک نہ نکل آئے اور اس کا چہرہ بدنما نہ ہو جائے۔

حوالہ کامیاب رہا۔ ڈاکٹر نکلسن کو عمران کی بابت سب کچھ یاد آگیا۔

"ارے مسخرے کی اولاد۔ تم اتنی مدت کے بعد آج کہاں سے ٹپک پڑے"۔ ڈاکٹر نکلسن نے انتہائی بے تکلفانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوش میں رہ کر بات کرو ڈاکٹر۔ اگر ڈیڈی کو پتہ چل گیا کہ تم نے انہیں مسخرہ

کہا ہے تو وہ تمہیں ناگا لینڈ آکر شوٹ کر دیں گے۔ ہاں اور میں ابھی ابھی نہیں ٹپکا مجھے شجر حیات سے ٹپکے ہوئے پینتیس سال ہو چکے ہیں" ——— عمران نے بھی بڑے خوشگوار لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا اچھا ٹپکے صاحب یہ بتلاؤ کہ کیسے یاد کیا اور کیا کر رہے ہو وہاں پہ۔ سڑکیں ناپ رہے ہو گے۔ تم جیسے مسخرے کو بھلا کس نے نوکری دینی ہے" ——— ڈاکٹر نکلسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم تو یار کوئی نجومی ہو۔ تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں سڑکیں ناپ رہا ہوں" عمران نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا اب جلدی سے مجھے وہ کام بتلاؤ جس کے لئے فون کیا ہے۔ فارن کال ہے۔ اچھے خاصے پیسے خرچ ہو جائیں گے۔ کہیں ڈاکہ تو نہیں ڈالا" ——— ڈاکٹر نکلسن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے نوکری کی ضرورت ہے یار" ——— عمران نے بڑے فریاد بھرے لہجے میں کہا۔

"تو آ جاؤ میرے پاس ڈرائیور کی جگہ خالی ہے" ——— ڈاکٹر نکلسن نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"کتنی گاڑیاں روز خرید سکتے ہو۔ کیونکہ جس گاڑی کا میں ڈرائیور رہوں گا اس کو ایک ہی دفعہ سڑک پر نکلنا نصیب ہو گا" ——— عمران نے جواب دیا۔

"اچھا میں رسیور رکھ رہا ہوں۔ بھائی تم تو نکمے آدمی ہو۔ مگر میرا وقت بہت قیمتی ہے" ——— ڈاکٹر نکلسن نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"ادھر رسیور نہ رکھنا بڑی مشکل سے کال ملی ہے۔ یہ بتلاؤ کہ کیا کوئی ایسی مشین ایجاد کر لی گئی ہے جس سے مصنوعی بارش برسائی جا سکے اور آسمانی بجلی پیدا کر کے

کنٹرول کیا جا سکے" ——— عمران اصل مطلب پر آ گیا۔

"فی الحال ایجاد تو نہیں ہوئی مگر اس تھیوری پہ ریسرچ ہو رہی ہے۔ کیوں کیا بات ہے" ——— اس بار ڈاکٹر نکلسن کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ حیرت بھی شامل تھی۔

"بالفرض محال اگر ایجاد کر لی گئی ہو تو اس مشین کو ڈھونڈنے کا کوئی طریقہ ہے" عمران نے پوچھا۔

"ہاں جہاں وہ مشین فٹ ہو گی اس کا اگزاسٹ ایریل ہو گا۔ جس کے ذریعے وہ بخارات فضا میں پھیلائے جائیں گے۔ اور وہ ایریل خاصی بلندی تک لے جانا ہو گا۔ اس ایریل سے اس مشین کا پتہ چلایا جا سکے گا" ——— ڈاکٹر نکلسن نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر نکلسن آئیڈیا تو اچھا ہے مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ایریل کو ٹی وی ایریل کی شکل دے دی گئی ہو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ ٹی وی ایریل کا تو ہر جگہ جال بچھا ہوا ہے۔" عمران نے کہا۔

"یار تم ضرورت سے زیادہ ذہین ہو۔ یہ خیال تو مجھے نہیں آیا تھا۔ تو کیا کوئی تخریبی کام ہو رہا ہے" ——— ڈاکٹر نکلسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایسا ہی سمجھ لو" ——— عمران نے مبہم سے لہجے میں جواب دیا۔

"اسے ٹریس کرنے کا ایک اور طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر فضا میں ایکس الیون بی نائیٹروگیس پھیلا دی جائے۔ تو جس ایریل سے وہ بخارات نکلیں گے۔ اس ایریل کے سرے پر نیلے رنگ کے غبارے پھوٹتے نظر آئیں گے۔ مگر یہ گیس بے حد قیمتی ہوتی ہے" ڈاکٹر نکلسن نے کہا۔

"بس بس ٹھیک ہے سمجھ میں آ گئی پیارے بچے۔ اب تم فلورا سے عشق لڑاؤ۔ تم نے بھلا کیا ریسرچ کرنی ہے۔ جسے اتنا بھی علم نہیں کہ ایکس الیون بی نائیٹرو گیس نہیں بلکہ

موم بتی ہوتی ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں"۔۔ ڈاکٹر نکلسن نے کہا۔

"ہمارے ہاں لائٹ جلانے کا ایک آلہ ہوتا ہے جسے گیس کہتے ہیں۔ اچھا بائی بائی" عمران نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ ڈاکٹر نکلسن نے واقعی ایک کام کی بات بتائی تھی۔ گو وہ گیس خاصی قیمتی تھی مگر ملکی سالمیت کے سامنے وہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

لائن ختم کر کے اس نے ڈاکٹر داور کو کال کیا اور ان سے گیس کے دو سلنڈر فوری طور پر مہیا کرنے کی درخواست کی۔ ڈاکٹر نے دوسرے دن کا وعدہ کیا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کیس حل کر لیا ہو۔ ایک دفعہ مجرموں کے اڈے کا پتہ چل جائے پھر وہ انہیں دیکھ لے گا۔

چنانچہ خوشی کے مارے اس کے منہ سے بے اختیار سیٹی نکلنے لگی۔

جولیا ٹیکسی سے اتری اور پھر سپر مارکیٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی۔ آج بیٹھے بیٹھے خیال آگیا تھا کہ شاپنگ ہی کر لی جائے۔ کافی عرصے سے وہ کام کی زیادتی کی بنا پر شاپنگ سے محروم رہی تھی اور ہر عورت کی طرح شاپنگ جولیا کی بھی کمزوری تھی۔ اسے بھی شاپنگ کرنے میں انجانا سا لطف محسوس ہوتا تھا۔ جیسے ہی وہ سپر مارکیٹ میں داخل ہوئی وہ اچانک چونک پڑی۔ سامنے کاؤنٹر

پر ایک ایسا آدمی نظر آگیا تھا جسے وہ اچھی طرح پہچانتی تھی۔ کافی عرصہ پہلے ایک کیس کے سلسلے میں اس کا واسطہ اس آدمی سے پڑ چکا تھا۔ یہ فلیپر تھا کافرستان سیکرٹ سروس کا خطرناک ایجنٹ۔ اسے یہاں اس طرح دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ فلیپر اس طرح کھلے عام اس کے ملک میں شاپنگ کرتا پھرے گا۔ اور وہ بھی میک اپ کے بغیر۔ اس کی چھٹی حس بیدار ہو گئی اور تفریح کی بجائے فرض کا احساس غالب آگیا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ وہ فوراً ایکسٹو کو فون کرے اور فلیپر کے متعلق اطلاع دے دے مگر اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ وہ پہلے فلیپر کی رہائش کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی تاکہ ایکسٹو پر اپنی کارکردگی کا رعب ڈال سکے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے مڑی اور پھر سپر مارکیٹ سے باہر آگئی۔ باہر موجود ایک خالی ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور پچھلی نشست پر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلنا ہے میڈم"۔۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کرتے ہوئے بڑے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

جولیا نے پرس سے ایک بڑا سا نوٹ نکالا اور ڈرائیور کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک آدمی کا تعاقب کرنا ہے کچھ گھریلو مسئلہ ہے"۔۔۔

"بے فکر رہیں مادام اس نوٹ کی موجودگی میں مسئلہ چاہے گھریلو ہو یا عاشقانہ، کوئی فرق نہیں پڑتا"۔۔۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا اور نوٹ جیب میں ڈال کر سیدھا ہو گیا۔

"وہ آدمی ابھی سپر مارکیٹ سے باہر آئے گا۔ انتظار کرو"۔۔۔۔۔ جولیا نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اور ڈرائیور خاموش بیٹھا رہا۔ مگر اس کی نظریں سپر مارکیٹ کے دروازے پر جم گئیں۔ تقریباً پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد سپر

مارکیٹ کے دروازے پر فلیپر کی صورت نظر آئی۔ فلیپر نے باہر نکل کر ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ سیدھا پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ سیاہ پینٹ اور سفید شرٹ والا آدمی ہمارا مطلوبہ آدمی ہے" —— جولیا نے اشارے سے ڈرائیور کو فلیپر سے روشناس کراتے ہوئے کہا۔

"بہتر مادام" —— ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ فلیپر سیدھا ایک سرخ رنگ کی سپورٹس کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار ایک ٹرن لے کر سیدھی ہو گئی اور مین روڈ کی تیز ٹریفک میں شامل ہو گئی جولیا کی ٹیکسی بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ڈرائیور بڑی ہوشیاری سے تعاقب کر رہا تھا۔ فلیپر کی کار مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی جب شہر سے باہر سنسان پہاڑیوں کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی تو جولیا بے اختیار چونک پڑی۔

یہ سڑک سنسان تھی اور اب اس پر صرف دو گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ آگے فلیپر کی کار اور پیچھے جولیا کی ٹیکسی۔ جولیا نے تیزی سے پرس کھول کر ریوالور ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ کسی بھی ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لئے ہو گئی تھی۔ اسے صورت حال سے اندازہ ہو گیا تھا کہ فلیپر اپنے تعاقب سے آگاہ ہو گیا ہے۔ ویسے دوسری صورت بھی ممکن تھی کہ شاید فلیپر نے ان پہاڑیوں کے قریب ہی کہیں اڈہ بنایا ہوا ہو۔

دونوں گاڑیاں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتی ہوئی شہر سے کافی دور نکل آئی تھیں۔ دونوں کاروں کے درمیان کم از کم دو فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ آگے ایک تنگ موڑ تھا اور موڑ پر ہی ایک بڑا سا ٹیلہ موجود تھا۔ فلیپر کی کار موڑ مڑتے ہی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر جولیا کی ٹیکسی جیسے ہی موڑ مڑی اچانک ایک فائر ہوا اور ٹیکسی لڑکھڑانے لگی۔ ڈرائیور نے جو گھبراہٹ میں کے خیال میں بڑے اطمینان سے گاڑی چلا رہا تھا۔ بوکھلا کر فل بریکیں لگا دیں اور ٹیکسی گھومتی ہوئی رک گئی

"یہ کیا ہوا مادام" —— ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ جولیا جواب دیتی۔ اچانک ریوالور کی نال ان کے قریب آگئی۔

"خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو گولیوں سے بھون دوں گا۔ ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ" —— فلیپر نے جو کار سے چند قدم کے فاصلے پر انہیں کور کئے کھڑا تھا انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

اور سب سے پہلے ڈرائیور ہاتھ اٹھائے باہر نکل آیا۔

"سر محترمہ نے مجھے کہا تھا کہ گھریلو مسئلہ ہے" —— ڈرائیور نے بوکھلاتے لہجے میں فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں جب تمہاری لاش اس ویرانے میں ملے گی تو مسئلہ واقعی گھریلو نوعیت اختیار کر جائے گا" —— فلیپر نے طنزیہ لہجے میں کہا اور ڈرائیور کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

ایک لمحے کے لئے جولیا نے سوچا کہ فلیپر پر فائرنگ کر دے مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ اگر فلیپر کسی مجرمانہ نیت سے اس ملک میں موجود ہے تو پھر اسے ابھی مزید تفصیلات جاننی چاہئیں۔ چنانچہ اس نے ریوالور اپنے گریبان میں ڈالا اور پھر ہاتھ اٹھائے باہر نکل آئی۔

"کیا بات ہے تم نے ہمیں روکنے کی کوشش کیوں کی ہے۔ میرے پاس کچھ زیادہ رقم نہیں ہے" —— جولیا نے بڑے معصوم لہجے میں کہا۔

فلیپر چند لمحے بغور جولیا کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک لہرائی اور وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"صوفیہ تم۔ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ مجھے یاد آگیا ہے کہ ایک دفعہ تم مجھے

ڈاج دے کر نکل گئی تھیں اور میں اس انتقام کی کسک آج تک دل میں لئے پھر رہا ہوں۔ آج میں دل بھر کر انتقام لوں گا" ——— فلیپر کے لہجے میں انجانی سی مسرت شامل تھی۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام صوفیہ نہیں مارگریٹ ہے" ——— جولیا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"نام کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اب تم خاموشی سے میری کار کی طرف چلو۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو پھر میں تمہیں گولی مار دوں گا" ——— فلیپر نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"میں کیوں جاؤں تم تو پاگل ہو۔ میرا تمہارے سے کیا واسطہ۔ اگر تم چاہیے تو تھوڑی بہت میرے پاس ہے لے لو اور جان چھوڑ دو" ——— جولیا نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" ——— فلیپر نے اس بار انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور جولیا چند لمحوں تک کش مکش کے انداز میں کھڑی رہی اور پھر مڑ کر کار کی طرف چلنے لگی۔ ڈرائیور ابھی تک ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ فلیپر نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور دوسرے لمحے اس کی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی اور سائلنسر لگے ریوالور سے نکلنے والی گولی ڈرائیور کے عین سینے میں پیوست ہو گئی۔ ڈرائیور کے منہ سے بے اختیار چیخ نکلی اور وہ سینہ پکڑ کر ڈھیر ہو گیا۔

ڈرائیور کی چیخ سن کر جولیا بے اختیار پیچھے مڑی۔ اس نے ڈرائیور کو خون میں لت پت تڑپتے دیکھا۔ بے گناہ ڈرائیور کی موت پر اس کا خون کھول اٹھا۔ اس کے ذہن سے تمام مصلحتیں یکدم صاف ہو گئیں۔ اس نے انتہائی پھرتی سے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس سے پہلے کہ فلیپر سنبھلتا۔ جولیا نے فائر کر دیا اور فلیپر کے ہاتھ سے ریوالور کسی

کٹی پتنگ کی طرح اڑتا ہوا دور جا گرا۔ اور فلیپر نے بے اختیار اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ہینڈز اپ۔ خبردار اگر کوئی حرکت کی تو تمہیں بھون دوں گی" ——— جولیا کے لہجے میں بے حد کرختگی تھی۔ آنکھوں میں غصے کی سرخی تھی اور فلیپر نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا دیئے۔

"دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس بے گناہ ڈرائیور کی طرح تمہیں یہیں بھون دوں مگر..." جولیا نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میں کسی ناتواں آدمی کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں" ——— فلیپر نے بڑے اطمینان سے کہا۔ اس کے اطمینان سے صاف ظاہر تھا کہ وہ جولیا کی طرف سے قطعی مطمئن ہے۔

"اچھا اب اپنی کار کی طرف چلو اور دیکھو اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں تم سے زیادہ درندگی کا ثبوت دے سکتی ہوں" ——— جولیا بڑے چوکنے انداز میں کھڑی تھی۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ فلیپر جیسے آدمیوں سے کسی بھی لمحے کوئی بھی حرکت بعید نہیں ہے۔

فلیپر خاموشی سے اس کے قریب سے گزر کر کار کی طرف بڑھ گیا۔ جولیا ریوالور اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

جیسے ہی وہ دونوں کار کے قریب پہنچے۔ جولیا نے اسے مزید ہدایات دیں۔

"ڈرائیونگ سیٹ سنبھالو" ———

اور فلیپر خاموشی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جولیا نے پچھلی سیٹ سنبھالی ریوالور کا رخ بدستور فلیپر کی طرف تھا۔

"کدھر چلوں جان من" ——— فلیپر نے بڑے عاشقانہ لہجے میں اگنیشن پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لہجے سے جھلکتا ہوا گہرا اطمینان جولیا کے لئے

تشویش انگیز تھا۔ مگر وہ سوائے چونکنا رہنے کے اور کیا کر سکتی تھی۔

"گاڑی واپس موڑو" ——— جولیا نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور فلیپر نے گاڑی سٹارٹ کر دی اور پھر وہ اسے تیزی سے موڑنے لگا۔ گاڑی جیسے ہی ایک ٹرن کھا کر مڑی فلیپر نے بیک ویو سے ایک نظر جولیا پر ڈالی اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ سے غیر محسوس طریقے سے ڈیش بورڈ میں لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ایک تیز سرسراہٹ کی آواز گونجی اور دونوں سیٹوں کے درمیان ایک شیشے کی دیوار گر گئی۔

جولیا نے سرسراہٹ کی آواز سنتے ہی ٹریگر دبا دیا مگر اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی گولی شیشے سے ٹکرا کر نیچے گر گئی۔

جولیا نے بوکھلا کر دروازہ کھولنا چاہا۔ مگر دروازہ بھی جام ہو گیا تھا اور اس کے اور سائیڈ شیشے کے سامنے بھی درمیانی شیشے کی طرح شیٹ گر چکی تھی۔ اب جولیا بے بس ہو چکی تھی۔ اسی لمحے اس نے فلیپر کو گلا پھاڑ کر قہقہہ لگاتے دیکھا۔ گو بند شیشوں کی وجہ سے اس کے کانوں میں کوئی آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔ مگر فلیپر کے دل جلانے والے ایکشن اسے صاف نظر آ رہے تھے۔

فلیپر نے ڈیش بورڈ پر موجود ایک اور بٹن کو دبایا۔ اب اس کی آواز جولیا کو صاف سنائی دینے لگی تھی۔

"کیا حال ہے جان من" ——— فلیپر کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔ آنکھیں فتح اور کامیابی سے چمک رہی تھیں۔

"بکواس بند کرو اور فوراً کار روک دو ورنہ" ——— جولیا نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ مگر "ورنہ" کے بعد وہ بھی رک گئی کیونکہ دوسری کوئی صورت نہیں تھی۔

"ورنہ تم خودکشی کر لو گی۔ یہی کہنا چاہتی ہو نا۔ شوق سے کر لو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا" ——— فلیپر نے چڑاتے ہوئے کہا۔

اور جولیا نے اپنے ذہن کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش شروع کر دی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جوش کی بجائے ہوش اس کے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کی کوشش کامیاب رہی اور چند منٹ بعد ہی اس نے بڑے اطمینان سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا دی اور باہر راستے کو غور سے دیکھنے لگی۔ وہ راستہ یاد رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کار کا رخ اس وقت شہر کی طرف ہی تھا۔

ادھر فلیپر نے جب دیکھا کہ جولیا بڑے اطمینان سے بیٹھی باہر دیکھ رہی ہے تو اس نے دانت بھینچ لئے اور پھر دوسرے لمحے اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک لیور کھینچ لیا اور دوسرے لمحے کار کے پچھلے دروازوں اور درمیانی شیشے پر سیاہ رنگ کا ایک اور شیشہ چڑھ گیا اور اب جولیا باہر دیکھنے سے بھی معذور ہو گئی۔

فلیپر تیزی سے کار چلاتا رہا اور پھر تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔ کار وہ اندر لے چلا گیا۔ ایک دیوار کے سامنے جا کر اس نے کار روک دی۔ اور پھر نیچے اتر کر دیوار کی جڑ میں موجود ایک دیوار کے رنگ کا چھوٹا سا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دیوار ایک طرف سرکتی چلی گئی۔ اب اندر ایک خالی کمرہ تھا۔

فلیپر دوبارہ کار میں بیٹھا اور پھر وہ کار سٹارٹ کر کے کمرے کے اندر لے چلا گیا۔ کمرے کے عین درمیان میں اس نے کار روکی اور پھر ڈیش بورڈ کا ایک خانہ کھول کر اس نے چھوٹا سا ایک کیمرہ نما آلہ نکالا۔ اس کی تار ڈیش بورڈ کے اندر ہی منسلک تھی۔ کیمرہ نما آلہ کی سائیڈ میں ایک سرخ رنگ کا سوئچ موجود تھا۔ اس نے سوئچ دبا دیا۔ سوئچ دباتے ہی کمرے کا وہ حصہ جس پر کار موجود تھی کسی جدید ترین لفٹ کی طرح نیچے اترنا شروع ہو گیا۔ تقریباً دو منٹ تک کار نیچے اترتی رہی۔ پھر ایک جھٹکے

سے رک گئی ۔ کار کے رکتے ہی فلیپر نے سوئچ آف کر کے آکر و یا رو ڈ ایش بورڈ میں فکس کر دیا ۔ اور سٹارٹ کر کے آگے بڑھا لے گیا ۔ یہ ایک طویل مگر کشادہ راہداری تھی ۔ کار اس میں خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی چلی جا رہی تھی ۔ پھر راہداری کا موڑ مڑتے ہی ایک بند دروازہ آ گیا جس کے باہر دو مسلح آدمی موجود تھے ۔

جیسے ہی فلیپر نے کار روکی ۔ ان میں سے ایک آدمی فلیپر کی طرف بڑھا ۔ فلیپر نے دو انگلیوں سے وی کا نشان بنایا اور پھر دوسرے ہاتھ کا مکہ بنا کر انہیں دکھایا ۔

دوسرے لمحے وہ مسلح آدمی مؤدبانہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کے پیچھے ہٹتے ہی دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور فلیپر کار آگے بڑھا لے گیا ۔ اندر ایک کافی بڑا ہال تھا جس میں کم از کم بیس مسلح آدمی موجود تھے ۔ فلیپر نے کار ہال کے درمیان روک دی اور پھر سیاہ شیشوں اور فائر پروف شیشوں کا نظام ختم کر دیا اور خود کار سے باہر نکل آیا ۔

جولیا اسی طرح سیٹ سے پشت لگائے خاموشی سے بیٹھی تھی ۔ " اس عورت کو باہر نکالو اور اس سے ریوالور لے لو " ـــــ فلیپر نے اپنے حامیوں کو حکم دیا چنانچہ تمام مسلح آدمیوں نے کار کو گھیر لیا ۔ پھر ایک آدمی نے دروازہ کھولا ۔ جولیا کو بازوؤں سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا ۔ دوسرے آدمی نے بڑی پھرتی سے جولیا کی تلاشی لے لی ۔ مگر جولیا کے پاس کوئی چیز نہیں تھی ۔

" اس کے پاس ریوالور نہیں ہے باس " ـــــ اس آدمی نے ایک طرف کھڑے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا ۔

" اچھی طرح دیکھو ریوالور اس کے پاس موجود تھا ۔ کار کے اندر بھی چیک کر لو " ـــــ فلیپر نے سخت لہجے میں کہا اور پھر ایک آدمی نے کار کے اندر سیٹ کے درمیان پھنسا ہوا ریوالور نکال لیا ۔

"ریوالور یہ ہے" ——— اس آدمی نے ریوالور فلیپر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اب اسے روم نمبر فور میں لے جاؤ۔ میں وہیں آرہا ہوں اور اگر یہ کوئی شرارت کرنا چاہے تو بیشک گولی مار دینا" ——— فلیپر نے حکم دیا اور پھر خود ایک دروازے سے باہر نکل گیا۔

"چلیے محترمہ" ——— مسلح آدمیوں نے جولیا کو سخت لہجے میں حکم دیا۔ جولیا خاموشی سے چل پڑی۔ ہال سے باہر ایک چھوٹی سی راہداری میں چلتے ہوئے وہ ایک کمرے کے دروازے پر آکر رک گئی۔ دروازے پر چار کا ہندسہ لکھا ہوا صاف نظر آرہا تھا۔

تالا کھول کر دروازہ کھولا گیا اور پھر جولیا کو اندر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ جولیا لڑکھڑاتی ہوئی اندر پہنچ گئی۔ پورے کمرے میں صرف ایک کونے میں ڈبل بیڈ پڑا ہوا تھا جو ٹھوس لوہے کا بنا ہوا تھا اور کمرے کے فرش میں فکسڈ تھا۔ اس کے اوپر فوم ربڑ کے دو گدے پڑے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ پورے کمرے میں کوئی سامان نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس کمرے میں کوئی روشندان تھا اور نہ کوئی کھڑکی۔

جولیا چند لمحے خاموشی سے کھڑی بیڈ کو دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ وہ اس کمرے میں لے آئے جانے کا مقصد سمجھ گئی تھی۔ اسلیے اس کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ بوقت ضرورت وہ کس طرح اپنا دفاع کر سکتی ہے۔ مگر کوئی چیز اسے ایسی نظر نہیں آرہی تھی جس کا وہ دفاع کے لئے سہارا لے سکتی ہو۔ آخر اس نے سر جھٹکا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ بہرحال یہ بات تو اس کے لئے طے شدہ ہے کہ وہ فلیپر کو کسی بھی قیمت پر اس کے ناپاک ارادے

میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔چاہے اسے اپنی جان کیوں نہ دینی پڑے
ابھی اسے وہاں بیٹھے تقریباً پندرہ منٹ ہی گزرے تھے کہ دروازہ ایک
سے کھلا اور فلیپر ڈھیلے ڈھالے لباس میں اندر آ گیا۔ اس کے پیچھے تو ی ہیکل
اندر آ گئے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ بند کر دیا۔

فلیپر مسکراتے ہوئے جولیا کی طرف بڑھا۔

جولیا اسی طرح اطمینان سے بیڈ پر بیٹھی رہی۔

"عشرت گاہ پسند آئی" ——— فلیپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔ صاف صاف بتاؤ" ——— جولیا نے خشک لہجے میں جواب دیا

"تمہارے فائر کرنے سے پہلے تو میرے ذہن میں عیاشی کا پروگرام تھا۔ مگر اب
پہلے میں تمہارا مکمل اور تفصیلی حدود اربعہ معلوم کرنا پسند کروں گا اور عیاشی ہوئی
وہ تو بہر حال ہونی ہی ہے" ——— فلیپر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"حدود اربعہ سے تمہاری کیا مراد ہے" ——— جولیا نے بدستور خشک لہجے
میں جواب دیا۔

"یہی کہ تم اس ملک میں کس مشن پر آئی ہو اور تمہاری تنظیم کون سی ہے۔ کون
تمہارا سربراہ ہے۔ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے" ——— فلیپر نے کہا۔

"اگر میں نہ بتلاؤں تو" ——— جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔

"تو پھر میرے پیچھے کھڑے ہوئے دو آدمیوں کو دیکھ لو۔ یہ ہر قسم کے راز
اگلوانے کے ماہر ہیں اور خاص طور پر عورتوں سے راز اگلوانے کے تو یہ سپیشلسٹ
ہیں" ——— فلیپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جولیا چند لمحے خاموش رہی پھر جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے قدرے نرم

ہی جواب دیا۔

"سنو فلیپر مجھے معلوم ہے کہ تم کس مخصوص مشن پر اس ملک میں آئے ہو۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم آپس میں پیکٹ کر کے معلومات کا باہمی تبادلہ کرلیں۔ اور پھر دونوں تنظیمیں مل کر کام کریں اور ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنے اپنے مشنوں کو کامیابی سے ہمکنار کرلیں" ——— جولیا نے تجویز پیش کی۔

"تمہاری تجویز اپنی جگہ درست ہے مگر تم اپنی اور میری پوزیشن کا فرق محسوس کرو تم اس وقت اس پوزیشن میں ہو کہ میں تم سے ہر قسم کی معلومات بغیر کچھ بتلائے اگلوا سکتا ہوں۔ پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنا راز آؤٹ کروں" ——— فلیپر نے جواب دیا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مگر تم خود بھی سیکرٹ ایجنٹ ہو اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کوئی بھی سیکرٹ ایجنٹ جان تو دے سکتا ہے مگر زبردستی اپنی تنظیم کا راز نہیں اگل سکتا۔ میری جان لینے سے میری تنظیم کی کارکردگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ تم ایک تعاون سے محروم رہ جاؤ گے" ——— جولیا نے جواب دیا۔

"ہونہہ" ——— فلیپر نے جواب دیا اور پھر جولیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کافی دیر تک سوچتا رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے ایک طویل سانس لی۔

"ٹھیک ہے مجھے تمہاری پیش کش منظور ہے۔ مگر اس کے لئے میری دو شرائط ہیں ایک تو یہ کہ تم جب تک اس ملک میں موجود ہو میری داشتہ بن کر رہو گی۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ پہلے تم اپنے متعلق تفصیل سے سچ سچ بتلا دو۔ میں پہلے تمہاری بات کی تحقیق کروں گا اگر تحقیق کے بعد تمہاری بات سچ نکلی تو میں بھی جواباً اپنا دوستانہ ہاتھ بڑھاؤں گا۔ ورنہ دوسری صورت میں تم خود اندازہ کر سکتی ہو کہ میں کیا کروں گا" ——— فلیپر نے کہا۔

"تمہاری دونوں شرطیں مجھے قطعاً منظور نہیں۔ پہلی شرط کا جہاں تک تعلق ہے
دوستانہ پیکٹ ہونے کے بعد میں خود اس بات کا فیصلہ کروں گی کہ آیا ہو تم
ہو وہ ہو یا نہ ہو۔ جہاں تک دوسری شرط کا تعلق ہے فوری طور پر معلومات
تو ہو سکتا ہے ورنہ نہیں" ___ جولیا نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے اگر تم ایسا نہیں چاہتیں تو پھر سب کچھ تمہاری رضامندی
حاصل کر لوں گا" ___ فلیپر نے سخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے
پیچھے کھڑے ہوئے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اور وہ دونوں قدم بڑھاتے ہوئے
کی طرف بڑھے۔ جولیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔
"خبردار آگے بڑھے تو" ___ جولیا نے کرخت لہجے میں کہا۔
"ہا ہا" ___ ان دونوں نے وحشیانہ انداز میں قہقہے لگائے اور پھر
جولیا کو دبوچنے لگے۔ مگر جولیا نے اچانک قلابازی کھائی اور بستر کے دوسری طرف
پہنچ گئی۔ وہ دونوں منہ کے بل بستر پر گر گئے۔ اسی لمحے جولیا نے اچھل کر پوری
سے ہتھیلی کا وار ایک آدمی کی گردن پر کیا۔ اس کے ہاتھ میں اتنی قوت تھی کہ
صرف ایک لمحے کے لئے تڑپا اور پھر بستر پر پڑے پڑے ڈھیلا پڑ گیا۔
دوسرا آدمی اچھل کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار
فلیپر کی آنکھوں میں بھی حیرت کے آثار ابھر رہے تھے۔ کیونکہ جولیا نے بڑی آسانی سے
کا ایک آدمی بیکار کر دیا تھا۔
دوسرے آدمی نے اچانک چھلانگ لگائی اور پھر اڑتا ہوا جولیا کی طرف آیا
تیزی سے ایک طرف ہٹ گئی اور وہ آدمی سیدھا دیوار سے جا ٹکرایا۔ گو اس نے
ہاتھ دیوار کی طرف بڑھا کر اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ مگر دوسرے لمحے جولیا کا
مکہ اس کے پہلو پر پڑا اور وہ لڑکھڑا کر پہلو کے بل نیچے گر گیا۔ اچانک جولیا

زمین پر ماری اور ایڑی زمین پر لگتے ہی اس کی جوتی کی نوک سے ایک تیز چھری نکل آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ آدمی سیدھا ہوتا۔ جولیا نے پوری قوت سے لات اس کے پہلو میں ماری اور جوتی کی نوک سے نکلی ہوئی چھری اس کے پیٹ میں چلی گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

جولیا پر تو جنون سوار ہو گیا۔ اس نے اتنی تیزی سے ٹانگ چلائی جیسے اس کی ٹانگ کسی آٹومیٹک مشین سے منسلک ہو گئی ہو۔ چھری ایک منٹ میں تقریباً پندرہ بار اس کے جسم میں گھسی اور باہر نکلی۔ دوسرے لمحے وہ آدمی بھی ڈھیلا پڑ گیا۔

فلیپر ابھی تک بڑی حیرت سے خاموش کھڑا یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔ پھر جیسے ہی جولیا اس کی طرف پلٹی۔ اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

”تم میرے اندازے سے زیادہ چالاک ثابت ہوئی ہو“ ——— فلیپر نے سرد لہجے میں کہا اور پھر ریوالور کا رخ جولیا کی طرف کر دیا۔

”کیا اب بھی یہی کہوں گی کہ تم مجھ سے دوستانہ پیکٹ کر لو۔ تم نے اپنے آدمیوں کا انجام دیکھ لیا“ ——— جولیا نے سخت لہجے میں فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں اب یہ نہیں ہو سکتا۔ تم نے میرے بہترین آدمی ضائع کر دیئے ہیں“ ——— فلیپر نے انتہائی لہجے میں کہا اور پھر قدم بہ قدم پیچھے ہٹنے لگا۔ ریوالور کا رخ بدستور جولیا کی طرف تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے زور سے بوٹ کی ایڑی فرش پر ماری اور پھر دو قدم آگے بڑھ آیا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور چار مسلح آدمی اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے بڑی حیرت سے کمرے کا منظر دیکھا۔

”اس لڑکی کو زبردستی پکڑ کر بستر پر ڈال کر اچھی طرح باندھ دو۔ اب میں پہلے اس سے نپٹ لوں گا۔ پھر کوئی بات کروں گا“ ——— فلیپر نے دھاڑتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ اور پھر وہ چاروں آدمی قدم بہ قدم ہاتھوں میں پکڑی ہوئی

سٹین گنیں لئے اس کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے۔ جولیا نے
کر ان کو روکنا چاہا مگر چاروں آدمی بیک وقت اس پر جھپٹ پڑے اور پھر ایک
نے سٹین گن اس کے سینے سے لگا دی اور باقیوں نے اسے قابو میں کر لیا۔ پھر ان
سے ایک نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نائیلون کی ایک باریک رسی کا گچھا نکالا اور
چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ جولیا کے ہاتھ اور پاؤں مضبوطی سے باندھنے میں
ہو گئے۔ جولیا نے اپنی طرف سے تو بچنے کی بہت کوشش کی مگر اس کی تمام کوششیں
ناکام ثابت ہوئیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ وہ نہ ہی اپنے ہاتھ ہلا سکتی اور
اسے اچھی طرح باندھنے کے بعد انہوں نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ پھر انہوں
جولیا کے جسم کو اچھی طرح بستر سے بھی باندھ دیا۔ اب وہ اس انداز میں بندھ چکی
قطعی طور پر ہلنے جلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی۔

"یہ دونوں لاشیں اٹھا کر باہر لے جاؤ" —— فلیپر نے اپنے آدمیوں کو حکم
اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں قطعاً دیر نہیں لگائی۔ چند لمحوں بعد کمرہ
ہو چکا تھا۔ فلیپر نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر ریوالور ایک طرف فرش
ڈال دیا اور خود مسکراتا ہوا جولیا کی طرف بڑھا۔ جولیا خاموش پڑی اس کی آنکھوں میں
رہی تھی۔ جہاں اسے شیطانیت ناچتی صاف نظر آ رہی تھی۔ جولیا کے ذہن میں لاوا
تھا۔ آج وہ اس بری طرح پھنس گئی تھی کہ نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی

جولیا کے قریب آ کر فلیپر نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ
کے گریبان پر پڑا اور پھر کمرے میں کپڑا پھٹنے کی آواز گونج اٹھی۔ فلیپر نے ایک
جھٹکے میں جولیا کا سکرٹ پھاڑ ڈالا تھا۔ اب جولیا باڈی اور انڈر ویئر میں اس
سامنے موجود تھی۔

"ہا! ہا! ہا۔ خاصے دلکش جسم کی مالک ہو۔ اگر تم خود ہی مان جاتیں تو

لطف آتا"۔ ـــــــــ فیلیپر نے اس کی باڈی کی طرف اپنا شیطانی ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو اگر تم شیطنیت پر تل ہی گئے ہو تو پھر مجھے آزاد کر دو۔ میں تم سے تعاون کروں گی" ـــــــــ جولیا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

" اب یہ ناممکن ہے میں مزید کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ اب تو میں زبردستی کروں گا" ـــــــــ فیلیپر نے جواب دیا۔

" دوسرے لمحے اس کا ہاتھ باڈی کو گرفت میں لے چکا تھا۔

جولیا نے بے بسی اور غصے سے دانت بھینچ لئے۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ فیلیپر کے ہاتھ سے کسی صورت نہیں بچ سکے گی۔



ٹائیگر۔ کو پی اے کی ڈیوٹی دیتے ہوئے آج چوتھا روز تھا۔ مگر ابھی تک وہ کوئی خاص بات معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہر طرح سے چوکنا تھا۔ اسے سفیر کی حرکات پہ مبہم سا شک تو ضرور ہوا تھا مگر وہ کوئی واضح بات معلوم نہیں کر سکا تھا۔

ابھی وہ اپنی میز کے سامنے بیٹھا سفیر صاحب کی تازہ ڈاک دیکھ رہا تھا کہ اچانک انٹرکام کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ ٹائیگر نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس سر" ——

"فوراً میرے دفتر میں آؤ" —— سفیر صاحب نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور ٹائیگر نے رسیور رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سفیر صاحب کے دفتر میں پہنچ گیا۔

"یس سر" —— ٹائیگر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر ارجن میں نے آپ کو آج سے دس روز پہلے ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی" —— سفیر صاحب نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

اب ٹائیگر کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کون شخص تھا جس کے متعلق سفیر صاحب نے ہدایات دی تھیں۔ اس لئے وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے یہ کہہ کر انہیں ٹالنا چاہا۔

"سر ابھی تک معلومات مکمل نہیں ہو سکیں۔ میں جلد ہی مکمل معلومات حاصل کر کے آپ کو رپورٹ پیش کر دوں گا"

"ہونہہ" —— سفیر صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ان کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ پھر انہوں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے آپ جا سکتے ہیں مگر ایک گھنٹے کے اندر اندر مجھے مکمل رپورٹ مل جانی چاہیئے"

"یس سر" —— ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کے ذہن میں لاوا ابل رہا تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اس بات پر ہی اس کا راز آشکار ہو سکتا ہے۔ اب صرف پی اے جس کا میک اپ ٹائیگر نے کیا تھا۔ ٹائیگر کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ٹائیگر کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ دوبارہ اپنی سیٹ

آکر بیٹھ گیا۔

ابھی اسے سیٹ پر بیٹھے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ چپڑاسی نے اندر آکر سفیر صاحب کا پیغام دیا۔

"سر چیف باس پورچ میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں"

"پورچ میں" ـــــ ٹائیگر نے سر اٹھا کر حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں جناب وہ کہیں جا رہے ہیں اور شاید آپ نے بھی ان کے ساتھ جانا ہے" ـــــ چپڑاسی نے جواب دیا۔

"چلو" ـــــ ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔ مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ پورچ میں پہنچ گیا۔ پورچ میں سفارت خانے کی مخصوص گاڑی کی بجائے عام استعمال میں رہنے والی کار موجود تھی اور سفیر صاحب کار کے قریب ٹہل رہے تھے۔

"ڈرائیور کے ساتھ بیٹھو ارجن" ـــــ سفیر نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ٹائیگر خاموشی سے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سفیر صاحب پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ سفارت خانے کی عمارت سے باہر نکلنے کے بعد گاڑی شہر کی مختلف سڑکوں پر سے گزرتی ہوئی شہر کے شمالی کونے میں موجود نئی آبادی کی طرف بڑھنے لگی۔

ٹائیگر کچھ سمجھ نہ سکا کہ سفیر صاحب خلاف پروگرام کہاں جا رہے ہیں۔ بہرحال خاموش بیٹھا رہا۔ کیونکہ اس کی پوزیشن ایسی تھی کہ وہ کچھ پوچھ نہیں سکتا تھا۔

جلد ہی گاڑی ایک وسیع و عریض عمارت کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ گیٹ پر موجود چوکیدار نے کار دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا اور ڈرائیور گاڑی پورچ میں لے جانے کی بجائے عمارت کی ایک دیوار کی طرف لیے چلا گیا۔ سپاٹ دیوار کے سامنے جا کر کار رک گئی

گاڑی رکتے ہی ٹائیگر باہر نکلنے لگا مگر سفیر نے اسے روک لیا۔
"آپ تشریف رکھیں" ـــــ اور ٹائیگر دوبارہ خاموش بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے
نیچے اتر کر دیوار کی جڑ میں ہاتھ لگایا اور دوسرے لمحے دیوار اپنی جگہ سے ہٹتی چلی
گئی۔ اندر ایک خالی کمرہ نظر آ رہا تھا۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر اس
نے گاڑی کمرے کے درمیان روک دی۔ گاڑی وہاں رکتے ہی ایک سیٹی کی آواز
کمرے میں گونجی اور پھر گاڑی کسی لفٹ کی طرح نیچے اترنے لگی۔
ٹائیگر اب چوکنا ہو گیا تھا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس کا راز فاش ہو گیا ہے مگر
اس کے باوجود وہ ذہنی طور پر مطمئن تھا کہ کم از کم اس طرح وہ مجرموں کے ہیڈ کوارٹر
تک تو پہنچ گیا اور سفارت خانے میں رہنے کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس کے خیال میں
مقصد کسی طرح بھی پورا ہونا چاہیئے۔
گاڑی تھوڑی دیر بعد رک گئی۔ یہ ایک طویل راہداری تھی۔ ڈرائیور گاڑی کو
آگے بڑھا لے گیا۔ سامنے ایک دروازہ تھا جس پر ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا۔
جیسے ہی سفیر کی کار دروازے پر پہنچی اس ادھیڑ عمر آدمی نے کار کا دروازہ کھولا اور
سفیر صاحب نیچے اتر آئے۔ ان کے اشارے پر ٹائیگر بھی کار سے نیچے اتر گیا۔
"ہیلو ڈاکٹر" ـــــ سفیر صاحب نے ادھیڑ عمر آدمی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا
"چلیئے جناب" ـــــ ڈاکٹر نے ایک اچٹتی ہوئی نظر ٹائیگر پر ڈالتے ہوئے
مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازے پر موجود مسلح
دربانوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ پھر ڈاکٹر، سفیر اور ٹائیگر
اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک ہال کمرہ تھا جس میں بیس کے قریب مسلح آدمی موجود تھے۔
جیسے ہی وہ ہال میں پہنچے ڈاکٹر نے مسلح افراد کو ایک مخصوص اشارہ کیا اور دوسرے
لمحے ان میں سے چار آدمیوں نے مشین گنیں ٹائیگر کی پشت سے لگا دیں۔

"ہینڈز اپ" —— ان میں سے ایک نے بڑے کرخت لہجے میں ٹائیگر کو حکم دیا۔ ٹائیگر گو ذہنی طور پر اس صورت حال کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ مگر پھر بھی وہ ایک لمحے کے لئے حیرت زدہ سا رہ گیا۔

"کک۔ کیا مطلب" —— اس نے حیرت زدہ لہجے میں سفیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جو کہا جا رہا ہے اس کی تعمیل کرو" —— سفیر نے انتہائی کرخت لہجے میں جواب دیا اور ٹائیگر نے خاموشی سے ہاتھ اٹھا لئے۔

"اس کی تلاشی لو" —— ڈاکٹر نے دوسرے آدمیوں کو حکم دیا اور پھر ایک آدمی نے ٹائیگر کی پشت پر کھڑے ہو کر اس کی تلاشی لی مگر کوئی چیز برآمد نہ ہو سکی۔

"فلپ کہاں ہے" —— سفیر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ روم نمبر فور میں مصروف ہے" —— ایک آدمی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اسے بلاؤ" —— ڈاکٹر نے ناخوشگوار لہجے میں اس آدمی کو حکم دیا۔

"مگر سر انہوں نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے" —— اسی آدمی نے قدرے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم اس کو بھی روم نمبر فور میں لئے چلتے ہیں۔ ہال کی نسبت اس سے راز اگلوانے کے لئے کمرہ بہتر رہے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ میں خود بھی اصل بات اپنے سامنے معلوم کروں" —— سفیر نے تجویز پیش کی۔

"یہ آدمی مجھے بھی مشکوک لگتا ہے" —— ڈاکٹر نے کہا۔

"پہلے اگر شک تھا تو اب یقین ہو چکا ہے ڈاکٹر۔ جیسے ہی ہماری کار داخلے کی دیوار کے قریب پہنچی یہ لاشعوری طور پر اترنے لگا تھا۔ حالانکہ ابھی کئی دفعہ میرے

ساتھ آیا ہے اس لئے کہ وہ تمام پروسیجر سمجھتا تھا۔ یہ یقیناً ارجن کی بجائے اس کے میک اپ میں کوئی اور ہے " ——— سنیفر نے ٹائیگر کو گھورتے ہوئے کہا۔

پھر تو ٹھیک ہے۔ ویسے آپ کا چپڑاسی بے حد ذہین نکلا جس نے آپ سے اپنے شک کا اظہار کر دیا اور آپ نے اسے ڈاج دینے کے لئے کسی آدمی کے متعلق رپورٹ طلب کر لی۔ بات تو وہیں ختم ہو گئی تھی۔ اگر یہ اصلی ارجن ہوتا تو یقیناً یہ جواب دیتا کہ اسے کوئی ہدایت نہیں دی گئی۔ مزید یقین اس کی تازہ ترین حرکت نے دلا دیا۔

" ہونہہ۔ اگر اس سے قیمتی معلومات ملیں تو میں چپڑاسی کو یقیناً انعام دوں گا" سنیفر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

" اسے روم نمبر فور میں لے چلو" ——— ڈاکٹر نے مسلح آدمیوں کو حکم دیا۔ اور ٹائیگر سٹین گنوں کی زد میں چلتا ہوا ہال کمرے سے باہر نکل کر راہداری میں آ گیا۔ ڈاکٹر اور سنیفر اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ تھوڑی ہی دور روم نمبر فور موجود تھا۔ وہ اس کے سامنے جا کر رک گئے۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی آگے بڑھ کر دستک دیتا۔ کمرے کے اندر سے ایک نسوانی آواز گونجی۔

" ہٹ جاؤ کمینے وحشی۔ میں تمہیں گولی مار دوں گی " ———

" ہا۔ ہا۔ بیشک بعد میں گولی مار دینا مگر اب " ——— ایک مردانہ آواز کمرے میں گونجی جس میں فتح و کامرانی کا جذبہ شامل تھا۔

نسوانی آواز سنتے ہی ٹائیگر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کے ذہن میں ا[illegible] جھماکہ سا ہوا۔ اسے احساس ہوا کہ یہ آواز اس نے کہیں سنی ہوئی ہے مگر وہ [illegible] سکا کہ یہ آواز کس کی ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر نے آگے بڑھ کر زور سے دروازے پر دستک دی۔ نسوانی آواز [illegible]

گر اس کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار ظاہر ہوئے تھے جیسے وہ بھی معاملے کو نہ سمجھا ہو۔

"کون ہے بھاگ جاؤ" ——— اندر سے وہی آواز سنائی دی۔ لہجہ جھلایا ہوا تھا۔

"فلیپر دروازہ کھولو میں ڈاکٹر براؤن ہوں۔ جی ایم صاحب بھی تشریف لائے ہیں" ——— ڈاکٹر براؤن نے اونچی آواز میں جواب دیا۔ لہجے میں بےحد درشتی تھی۔

جواب میں چند لمحے خاموشی طاری رہی۔ پھر دروازہ کھلا اور فلیپر کی شکل دروازے میں نظر آئی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے" ——— اس بار سفیر صاحب نے درشت لہجے میں سوال کیا۔

"سر ایک سیکرٹ ایجنٹ میرے ہاتھ لگی ہے۔ میں اس سے راز اگلوا رہا تھا" فلیپر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس آدمی سے بھی راز اگلوانے ہیں اندر چلو" ——— ڈاکٹر نے ٹائیگر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور فلیپر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔

"چلو اندر" ——— ڈاکٹر نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر ٹائیگر مسلح آدمیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے پیچھے ڈاکٹر اور سفیر بھی کمرے میں داخل ہو گئے۔

جیسے ہی ٹائیگر اندر داخل ہوا۔ اس کی نظریں بیڈ پر پڑی جولیا کے عریاں جسم پر پڑیں اور اسی لمحے وہ بری طرح چونک پڑا۔ اب اسے سمجھ آ گئی تھی کہ آواز کس کی تھی۔ یہ تو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ جولیا کو اس حال میں دیکھے اس کی آنکھوں میں شعلے تیرنے لگے۔ اور خون میں جیسے پارے کی آمیزش ہو گئی ہو اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے اس نے پیچھے کھڑے مسلح آدمی کی

سٹین گن پر ہاتھ ڈال دیئے۔ پھر ایک ہی جھٹکے سے وہ اس آدمی کے ہاتھ سے سٹین گن چھین لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے یہ حرکت اتنی اچانک کی تھی کہ سب حیرت سے سن کھڑے رہے۔ اس سے پہلے کہ باقی سٹین گن بردار چونک کر اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کرتے۔ ٹائیگر نے سٹین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ اور گولیوں کی بوچھاڑ تینوں مسلح آدمیوں کو چاٹ گئی۔ اسی لمحے فلیپر نے پوری قوت سے ٹائیگر کے ہاتھ پر لات ماری اور سٹین گن ٹائیگر کے ہاتھ سے نکل گئی۔ مگر ٹائیگر نے فلیپر کو نیچے سے سٹین گن اٹھانے کی مہلت نہ دی اور وہ اچھل کر فلیپر کے اوپر جا گرا۔ فلیپر نے بچنے کی بیحد کوشش کی مگر ٹائیگر اسے رگیدتا ہوا دیوار تک چلا گیا۔ ڈاکٹر اور سفیر نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ان دونوں نے زمین پر پڑی ہوئی سٹین گن اٹھانی چاہی۔ ٹائیگر جو فلیپر کو دیوار کے ساتھ رگڑ رہا تھا نے یکدم اپنے ہاتھوں کو جنبش دی اور فلیپر اڑتا ہوا سفیر اور ڈاکٹر پر جا گرا۔ وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر کھلے ہوئے دروازے میں جا گرے۔ ادھر ٹائیگر نے ایک طرف پڑی ہوئی سٹین گن اٹھانے کے لئے چھلانگ لگائی۔

اور پھر جیسے ہی وہ سٹین گن اٹھا کر سیدھا ہوا۔ اسی لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا۔ ان تینوں نے جو دروازے میں جا گرے تھے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھایا اور وہ تینوں کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ شاید فلیپر نے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ اگر انہیں ایک لمحے کی بھی دیر ہو جاتی تو یقیناً ٹائیگر انہیں بھون کر رکھ دیتا۔

ٹائیگر نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ وہ گولیاں برساتا ہوا دروازہ توڑ کر نکل جائے مگر پھر اسے بیڈ پر پڑی ہوئی جولیا کا خیال آ گیا۔ جولیا خاموش پڑی لڑائی دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ وہ ٹائیگر کی

پھرتی پر دل ہی دل میں عش عش کر اٹھی۔ اور ویسے بھی ٹائیگر اس وقت اس کیلئے فرشتہ رحمت ثابت ہوا تھا۔ ورنہ وہ فیلچرک سامنے بے بس ہو چکی تھی۔

ٹائیگر نے آگے بڑھ کر اس کے پیر کی طرف سٹین گن کا رخ کیا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں ایک بوچھاڑ کی صورت میں آگے بڑھیں اور جولیا کے دونوں پیروں کے درمیان سے گزرتی چلی گئیں۔ البتہ درمیان میں موجود رسیاں کٹ گئیں۔

ٹائیگر نے باقی رسیاں بڑی پھرتی سے کھول ڈالیں۔ اور پھر ایک مرے ہوئے سپاہی کے کپڑے اتار کر اس نے جولیا کی طرف پھینک دیئے۔

"انہیں پہن لیجئے محترمہ۔ گو یہ خون آلود تو ضرور ہیں مگر عریاں رہنے سے بہتر ہے کہ انہیں استعمال کر لیا جائے"

جولیا نے خاموشی سے کپڑے پہن لئے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ نوجوان کون ہے اور کیوں اس کے ساتھ ہمدردی کر رہا ہے کیونکہ وہ ٹائیگر کو پہچانتی ہی نہیں تھی۔

جب اس نے کپڑے پہن لئے تو پھر ٹائیگر سے مخاطب ہوئی۔

"تم کون ہو"۔۔۔۔

"مجھے اپنا دوست ہی سمجھئے۔ اس سے زیادہ تعارف کی فی الحال نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ سب سے اہم مسئلہ اس وقت یہاں سے نکلنے کا ہے"۔۔۔۔ ٹائیگر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے جبکہ چاروں طرف دشمن موجود ہیں" ۔۔۔ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہ کوئی صورت تو نکالنی ہی پڑے گی۔ ظاہر ہے وہ ہمیں ختم کرنے یا دوبارہ ۔۔۔ کے لئے اپنی آخری کوشش بھی کر ڈالیں گے"۔۔۔۔ اور پھر زمین پر

پڑی ہوئی سٹین گن جولیا کی طرف بڑھا دی۔ جولیا نے سٹین گن سنبھال لی۔
"تم دروازے کے قریب چھپ جاؤ۔ اگر وہ دروازہ کھول کر فائرنگ کرنا چاہیں تو انہیں سنبھالنا اور اگر وہ دروازہ کھول کر اندر بم ماریں تو فوری طور پر باہر نکلنے کی کوشش کرنا۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا" ـــــ ٹائیگر نے جولیا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"اور تم کیا کرو گے" ـــــ جولیا نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ اس پر چادر ہی ایسا گزرا تھا کہ ابھی تک اس کے ہوش و حواس مکمل طور پر بحال نہیں ہوئے تھے۔
"میں" ـــــ ٹائیگر نے کچھ سوچتے ہوئے اور طائرانہ نظروں سے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
"اس کمرے میں نہ تو کوئی روشندان ہے اور نہ ہی کوئی کھڑکی۔ اب اس کے سوا اور کیا صورت ہو سکتی ہے یا تو ہم دروازہ توڑ کر باہر نکل جائیں اور فلمی ہیرو کی طرح گولیاں برساتے ہوئے دشمن کے اڈے سے باہر ہو جائیں یا بہادروں کی طرح جان دے دیں" ـــــ ٹائیگر نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔
اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی۔ اچانک کمرے کے کی ہول سے دودھیا رنگ کی گیس بڑی تیزی سے کمرے میں داخل ہونے لگی۔ ان دونوں نے گیس دیکھتے ہی سانس روک لی۔
مگر کب تک گیس بہت تیزی سے کمرے میں پھیلتی جا رہی تھی اور پھر چند لمحوں بعد وہ سانس لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور جیسے ہی انہوں نے سانس لی، دونوں دھڑام سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دونوں کے ذہن تاریک ہو چکے

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل تیزی سے جمع ہو رہے
تھے۔ عمران اور بلیک زیرو دونوں دانش منزل کی چھت پر موجود تھے۔ وسیع و عریض
چھت کے ایک کونے میں ایک جدید قسم کا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔

چھت کے عین درمیان میں ایک مضبوط سٹینڈ پر ایک کافی بڑا جار رکھا ہوا تھا۔
جس کے ساتھ پمپ نما آلہ فٹ تھا۔ قریب بڑے راکٹ جیسے دو سلنڈر بھی موجود تھے۔

عمران نے ایک سلنڈر اٹھا کر اس جار کے نیچے بنے ہوئے خانے میں رکھا۔
اور اس سے پچھلے خانے میں دوسرا سلنڈر بھی فٹ کر دیا۔ پھر ان دونوں کے منہ
ایک نلکی سے منسلک کر دیئے۔ اس نلکی کے درمیان سے ایک ٹیوب نکل رہی تھی
اس ٹیوب کا دوسرا سرا اس نے جار کے نیچے موجود خانے میں فٹ کر دیا اور پھر
پمپ نما آلے کا بٹن دبتے ہوئے پمپ آٹومیٹک طور پر چلنے لگا۔ ایسا محسوس ہو
رہا تھا جیسے کسی لوہار کی دھونکنی چل رہی ہو۔ پمپ کے چلتے ہی سفید رنگ کے
جار میں تیزی سے دودھیا رنگ کی گیس بھرنی شروع ہو گئی۔ اور پھر چند لمحوں بعد جار
کے منہ سے گیس کے بلبلے باہر نکلنے لگے۔

"اب چلو"۔۔۔ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر وہ دونوں
بھاگتے ہوئے ہیلی کاپٹر پر سوار ہو گئے۔ بلیک زیرو نے پائلٹ سیٹ سنبھالی اور

چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر بلند ہوا۔ عمران نے انتہائی طاقتور لینس کی دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ پہلے تو ہیلی کاپٹر سیدھا بلندی کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ ایک مخصوص بلندی پر پہنچ کر بلیک زیرو نے ہیلی کاپٹر کو آگے بڑھانا شروع کر دیا۔ عمران دوربین آنکھوں سے لگائے بغور نیچے دیکھنے لگا۔

مکانوں کی چھتوں پر لگے ہوئے ٹیلیویژن انٹینا اور چھوٹے چھوٹے ٹاور اس کے مخصوص ٹارگٹ تھے۔

"عمران صاحب ضروری تو نہیں کہ یہ بادل مصنوعی طور پر پیدا کئے جا رہے ہوں ہو سکتا ہے یہ قدرتی ہوں اور ہم مفت میں گیس ضائع کر بیٹھیں" ——— بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آج کل ہر چیز غیر ضروری ہے۔ صرف وقفہ بہت ضروری ہے" ——— عمران نے بدستور نیچے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو مسکرا دیا۔ اس کے کانوں میں پاپولیشن پلاننگ بورڈ کا سلوگن وقفہ بہت ضروری ہے گونجنے لگا۔

ہیلی کاپٹر شہر کا چکر لگانے لگا۔ عمران بڑے غور سے جائزہ لے رہا تھا۔ مگر ابھی تک کہیں سے بھی اسے نیلے رنگ کے ببلے اٹھتے دکھائی نہیں دیئے تھے۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے دوربین آنکھوں سے ہٹا کر گھڑی پر نگاہ دوڑائی اور طویل سانس لیکر دوبارہ دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ اسے اچھی طرح احساس تھا کہ جو گیس وہ ان ببلوں کو ٹریس کرنے پر استعمال کر رہا ہے وہ بیحد قیمتی ہے اور شاید ایک سال تک مزید وہ ایک سلنڈر بھی حاصل نہ کر سکے مگر ملکی سلامتی کے لئے وہ یہ رسک لے رہا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھا چکے تھے۔

"عمران صاحب ہو سکتا ہے مجرم ہمارے ہیلی کاپٹر کو مصنوعی بجلی کا نشانہ بنا دیں" ——— بلیک زیرو کو ایک اور خیال آ گیا۔

"ہونے کو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اٹھا کر ہیلی کاپٹر سے نیچے پھینک دوں۔ آج تمہاری عقل کہیں گھاس چرنے گئی ہوئی ہے۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہمارے ہیلی کاپٹر میں آسمانی بجلی سے بچنے کا نظام موجود ہے۔ پھر ہو سکتا ہے ہو سکتا ہے کی گردان لگا رکھی ہے" ——— عمران نے اس بار قدرے تلخ لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا سوال کیوں کر بیٹھا ہے جبکہ اسے خود بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ ہیلی کاپٹر میں ایسا نظام موجود ہے جس کی موجودگی میں ہیلی کاپٹر پر آسمانی بجلی نہیں گر سکتی۔

شروع شروع میں تو ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر پرواز کرتا رہا۔ پھر عمران کے کہنے پر بلیک زیرو اسے نیچے لے آیا۔ اور اب وہ بہت کم بلندی پر پرواز کر رہے تھے۔ انہوں نے شہر کے سینکڑوں چکر لگا ڈالے تھے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا۔

"واپس چلو بلیک زیرو ہم ناکام ہو چکے ہیں۔ واقعی یہ بادل قدرتی ہیں" ——— عمران نے ایک طویل سانس لے کر دوربین آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا اور بلیک زیرو نے ہیلی کاپٹر کا رخ دانش منزل کی طرف موڑ دیا۔

عمران نے آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا دی اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ ہیلی کاپٹر کو ایک زوردار جھٹکا لگا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا تو بلیک زیرو کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔

"کیا ہوا" ——— عمران نے پوچھا۔

"ہیلی کاپٹر کا انجن خراب ہو گیا ہے سر۔ کوئی چیز انجن میں لگی ہے" ——— بلیک زیرو نے مختلف بٹن دباتے ہوئے کہا۔ اور اسی لمحے انجن میں سے گڑگڑاہٹ کی نامانوس سی آوازیں گونجنے لگیں۔ اور ہیلی کاپٹر تیزی سے اپنی بلندی کھونے لگا۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے کسی بلند عمارت سے ٹکرا کر تباہ ہو جائے گا۔

عمران نے پھرتی سے آگے بڑھ کر کنٹرولنگ نظام کو خود چیک کرنا چاہا مگر اسی لمحے ڈائل پر سرخ رنگ کا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"اوہ۔ ہیلی کاپٹر میں آگ لگنے والی ہے"۔ ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر نیچے دیکھنے لگا۔ اس وقت ان کا ہیلی کاپٹر کو خاصا نیچے آ چکا تھا مگر پھر بھی اگر وہ یہاں سے کودتے تو ان کی ہڈیوں کا سرمہ بن جاتا اور اگر ہیلی کاپٹر میں چند لمحے اور رہ جاتے تو تب بھی ہیلی کاپٹر کے پھٹنے کے ساتھ ہی ان کے جسم سینکڑوں ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتے۔ چونکہ ان کے ذہن میں خطرے والی ایسی کوئی بات نہیں تھی اس لئے وہ پیراشوٹ بھی اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔

اب عمران اور بلیک زیرو دونوں ہر لحاظ سے موت کے منہ میں پہنچ چکے تھے۔ اگر وہ ہیلی کاپٹر سے کود جاتے۔ تب بھی موت ہی ان کا استقبال کرتی۔ اور اگر نہ کودتے تب بھی ہیلی کاپٹر کے پھٹنے کے ساتھ ساتھ موت کے جبڑوں میں پہنچ جاتے۔ ہیلی کاپٹر کا خطرے والا بلب بدستور جل بجھ رہا تھا۔ اور ہیلی کاپٹر لمحہ بہ لمحہ نیچے ہوتا چلا جا رہا تھا۔ بلب جلنے کے بعد تو وہ یہ بھی انتظار نہیں کر سکتے تھے کہ ہیلی کاپٹر جب زمین کے قریب پہنچے تو وہ نیچے کود جائیں۔

بلیک زیرو عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کہ عمران اس صورتحال سے کیسے نمٹتا ہے۔ ادھر سچویشن ہی کچھ ایسی ہو چکی تھی کہ عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی بھی جواب دے گئی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آج موت ان دونوں کا مقدر بن چکی ہے۔

ہیلی کاپٹر کی حالت بھی لمحہ بہ لمحہ بگڑتی جا رہی تھی۔ عمران کے ذہن میں ایک لاوا سا ابل رہا تھا۔ آخر اس نے اندھا جوا کھیلنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر پھٹنے کے ساتھ تو موت سے بچنے کا ایک فیصد بھی چانس نہیں تھا البتہ نیچے کود جانے میں دھند

سی کوئی امید ہو سکتی تھی۔ اس لئے عمران نے نیچے کود جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس نے بلیک زیرو کو اشارہ کیا اور پھر ایک لمحے سے بھی کم مدت میں وہ دونوں ہیلی کاپٹر کے دروازے کھول کر نیچے کود گئے۔ نیچے کودتے ہی وہ دونوں کسی بھاری پتھر کی طرح سر کے بل تیزی سے نیچے گرتے چلے گئے۔

اسی لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ہزاروں سورج طلوع ہو گئے۔ ہیلی کاپٹر ان سے تھوڑی دور آگے جا کر ایک دھماکے سے پھٹ گیا تھا۔ اور پھر وہ تیر کی طرح نیچے گرتے چلے گئے۔ جہاں ان دیکھی موت ان کے استقبال کے لئے بازو پھیلائے موجود تھی۔



سفیر، ڈاکٹر براؤن اور فلیپ تینوں اپنی جان بچانے کے لئے دروازے سے باہر نکل گئے اور فلیپ نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

"ان دونوں کو بم مار کر ختم کر دو"۔ ـــــ سفیر صاحب نے اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں مجھے یہ نوجوان انتہائی خطرناک معلوم ہوتا ہے"۔ ـــــ ڈاکٹر براؤن نے سفیر صاحب کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ مگر فلیپ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا وہ ایک گھاگ جاسوس تھا اس لئے

اس کا ذہن کسی بھی جذباتی فیصلے کو قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس نوجوان اور غیر ملکی لڑکی سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں کوئی ایسی معلومات مل جائیں جن سے ان کے مشن کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں اور دوسری بات یہ بھی کہ جولیا کا عریاں سراپا اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ ایسی سڈول اور خوبصورت جسم رکھنے والی عورتیں اس کی زندگی میں کم ہی آئی تھیں اور فلیپر اس معاملے میں بے حد ہوس پرست واقع ہوا تھا۔ وہ ایسے حسین جسم کو یوں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کی تجویز کی تائید کرنے کی بجائے اس نے جواب دیا۔

"سر، اگر آپ میری بات مانیں تو ایک ایسی ترکیب ہے کہ یہ دونوں قابو میں آ سکیں۔ ہم ان سے تمام باتیں اگلوا کر پھر انہیں ختم کر دیں گے"

"وہ کیا" ——— سفیر صاحب اور ڈاکٹر براؤن نے بیک وقت سوال کیا۔

"ہم بے ہوش کر دینے والی گیس ان کے کمرے میں چھوڑ دیتے ہیں۔ بے ہوشی کے عالم میں انہیں اچھی طرح باندھ لیا جائے گا اور پھر یہ میرا کام ہے کہ میں ان دونوں سے تمام راز اگلوا لوں" ——— فلیپر نے تجویز پیش کی۔

"کیا ضرورت ہے راز اگلوانے کی۔ دونوں کو ختم کر دو تاکہ یہ دھندہ ہی ختم ہو۔" سفیر صاحب نے جواب دیا۔

"سر اس لڑکی کی تو کوئی بات نہیں کیونکہ وہ غیر ملکی ایجنٹ ہے۔ اصل مسئلہ نوجوان کا ہے۔ اس نے یقیناً کسی خاص مقصد کے لئے آپ کے پی اے کا روپ دھارا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی بھی معاملے میں آپ کے دفتر کو ملوث سمجھا گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ معاملہ یہی ہو جس پر ہم کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے لاعلمی میں اس آدمی کو ختم کر دیا تو ہم یقیناً نقصان میں رہیں گے۔ اپنے آدمی کے یوں اچانک گم ہو جانے کی صورت میں ایک تو ان لوگوں کو ما

کا یقین ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ وہ بے حد چوکنے ہو جائیں گے۔ اگر اس نوجوان سے راز اگلوا لئے جائیں تو ان کی بدولت صحیح صورت حال کا علم ہو جائے گا اور پھر ان معلومات کی روشنی میں ہم اپنے آئندہ اقدامات مرتب کر سکتے ہیں۔" ——— فلیپر نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جو مرضی آئے کرو۔ بہرحال اتنی بات میں جانتا ہوں کہ ان دونوں کو بچ کر نہیں جانا چاہیئے۔ اور ڈاکٹر تم فوری طور پر مین آپریشن شروع کر دو۔ اب زیادہ دیر ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی" ——— سفیر نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر مین آپریشن کے لئے ابھی مجھے دو دن لگیں گے" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"بہرحال دو دن بعد مین آپریشن شروع ہو جانا چاہیئے۔ اور ڈاکٹر اس دوران تم باقاعدہ صورت حال کو آبزرو کرو کیونکہ فلیپر کی بات سے مجھے احساس ہوا ہے کہ ہم مشکوک ہو چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دو دن سے پہلے ہی ہم چیک کر لئے جائیں۔" سفیر نے ڈاکٹر براؤن کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں سر۔ میرے آدمی تمام شہر کو چیک کر رہے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ میری مشین کو کس طرح چیک کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس کا انتظام پہلے سے کر رکھا ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"کیا مطلب کیا آپ کی مشین کو آپریشن سے پہلے چیک کیا جا سکتا ہے" ——— سفیر صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں سر اس کی ایک ہی صورت ہے کہ فضا میں ایکس الیون پی فائیو گیس پھیلا دی جائے۔ اس گیس کی موجودگی میں اگر آپریشن شروع ہو گیا تو ہمارا کنٹرول

ایریل فوراً چیک ہو جائے گا" ـــــ ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"اوہ پھر تم ضرور چیک کرو۔ میں اب جا رہا ہوں۔ اس نوجوان کے متعلق مجھے فوراً رپورٹ کریں" ـــــ سفیر نے کہا اور پھر وہ ہال کی طرف چل دیئے۔ ڈاکٹر براؤن انہیں چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔

ان کے جانے کے بعد فلیپر نے ایک آدمی کو گیس جار لانے کا حکم دیا اور چند ہی منٹ بعد گیس جار مہیا کر دیا گیا۔

فلیپر نے جار کا منہ کی ہول کے منہ سے لگایا اور ڈاٹ نکال کر جار کو پوری قوت سے کی ہول کے ساتھ دبا دیا۔ گیس جار سے نکل کر کمرے میں پھیلنے لگی۔ فلیپر کو معلوم تھا کہ یہ گیس انتہائی زود اثر ہے اور دو آدمیوں کو بے ہوش کرنے کے لئے آدھا سلنڈر ہی کافی ہے۔ مگر وہ ٹائیگر کی صلاحیتوں سے مرعوب ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے جار اس وقت تک کی ہول سے علیحدہ نہیں کیا۔ جب تک جار میں موجود تمام گیس کمرے میں داخل نہیں ہو گئی۔ جار علیحدہ کر کے اس نے ایک لمحے کے لئے بغور انہیں دیکھا اور اطمینان کی ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا اور پھر وہ آٹومیٹک ائر کا بٹن دبا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ چند منٹ بعد کمرے سے گیس خارج ہو گئی۔

"ان دونوں کو، اٹھا کر ڈارک روم میں لے چلو آج میں دیکھتا ہوں، یہ کیسے نہیں بولتے" ـــــ فلیپر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور پھر چار مسلح آدمی کمرے میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے ان دونوں کو کندھوں پر لادا اور پھر فلیپر کے پیچھے چلتے ہوئے ڈارک روم میں پہنچ گئے۔

ڈارک روم ایک خاصا کشادہ کمرہ تھا اور اس میں اذیت رسانی کے جدید ترین آلات موجود تھے۔ فلیپر کے حکم پر ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ ستونوں کے ساتھ اچھی

طرح جکڑ دیا گیا۔

"تم چار آدمی شین گنیں لے کر کمرے کے چاروں کونوں میں پھیل جاؤ" فلیپر نے ان میں سے چار آدمیوں کو حکم دیا اور ان چاروں نے فوری طور پر حکم کی تعمیل کی۔ اب فلیپر کے پاس دو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ فلیپر ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری میں سے سبز رنگ کی ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور پھر اس نے اس کا ڈھکن کھول کر باری باری ٹائیگر اور جولیا کی ناک سے لگا دیا۔

چند منٹ تک ایسا کرنے کے بعد اس نے شیشی کا منہ بند کیا اور اسے ساتھ کھڑے آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔

شیشی ہٹائے چند ہی منٹ گزرے تھے کہ ٹائیگر اور جولیا دونوں کو ہوش آ گیا چند لمحوں تک تو وہ دونوں خالی خالی نظروں سے سامنے دیکھتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کا شعور بیدار ہوتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے غیر ارادی طور پر ادھر ادھر دیکھا تو اسے قریب کے ستون سے جولیا بھی بندھی ہوئی نظر آ گئی۔

"نوجوان میری بات سنو" ـــــ فلیپر نے قدرے سخت لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیا بات ہے" ـــــ ٹائیگر نے بے حد مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"تم اپنے متعلق صحیح صحیح سب کچھ تفصیل سے بتا دو تو تمہاری جان شاید بچ جائے۔ ورنہ میں نے آج تم سے زبردستی سب کچھ اگلوانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جواب تو تم نے بہرحال دینے ہیں۔ اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو بھیانک اذیت سے بچا لو" ـــــ فلیپر نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ہمدردانہ مشورے کا بے حد شکریہ۔ میرا نام ارجن ہے اور میں سفیر صاحب کا پی۔ اے ہوں۔ نجانے سفیر صاحب کو مجھ پر کیوں شک ہو گیا ہے

باقی رہی کمرے میں لڑائی والی بات تو میں اس لڑکی کو بربریت کا شکار ہوتا دیکھ کر برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے الجھ پڑا۔ یہ ہے اصل بات، اگر تم اس پر یقین کر لو تو بہتر ہے ورنہ دوسری صورت میں جو تمہاری مرضی آئے کر لو" ــــــــ ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سیدھی انگلی کئے بغیر گھی نہیں نکلے گا" ــــــــ فلیپر نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور ساتھ کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے ترکیب نمبر چار استعمال کرو" ــــــــ

دوسرا آدمی اس کا حکم سنتے ہی تیزی سے مڑا اور پھر اس نے الماری کھول کر ایک خنجر اور ایک چھوٹی سی شیشی اٹھائی اور لا کر فلیپر کے ہاتھ میں دے دی۔ فلیپر نے بڑے اطمینان سے خنجر ہاتھ میں تھام لیا۔ ایک لمحے تک بڑے طنزیہ انداز میں اس کی دھار پر انگلی پھیر پھیر کر ٹائیگر کو دیکھتا رہا۔ اور پھر قدم اٹھا کر ٹائیگر کے قریب آیا اس نے بڑے اطمینان سے ٹائیگر کے بازو سے قمیض ایک جھٹکے سے پھاڑ دی۔ دوسرے لمحے اس نے خنجر کی نوک ٹائیگر کے بازو میں گھسیڑ دی۔ ٹائیگر نے دانت بھینچ لئے۔ فلیپر نے خنجر باہر نکالا تو خون کی دھار زخم سے باہر نکل آئی۔ فلیپر نے انگلی پر خون کے چند قطرے اٹھائے۔ ایک لمحے تک انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ان قطروں کو ٹائیگر کے منہ پر جھٹک دیا۔ اس کے اطمینان سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اذیت پسندی میں بے حد لطف لے رہا تھا۔

خنجر اس نے اپنے آدمی کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور پھر اس سے وہ چھوٹی سی شیشی لے کر اس کا ڈھکن کھولا اور مسکراتی ہوئی نظروں سے ایک بار ٹائیگر کی طرف دیکھا اور شیشی میں موجود سیاہ رنگ کے سیال کے چند قطرے ٹائیگر کے زخم پر انڈیل دیئے۔

سیاہ رنگ کے سیال کے زخم پر پڑتے ہی وہاں سے دھواں سا اٹھنے لگا۔ اور ٹائیگر کے منہ سے بے اختیار سسکی سی نکل گئی۔ اب فلیپر ایک طرف اطمینان سے کھڑا بغور ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔ جولیا کی نظریں بھی ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔ گو بظاہر جولیا کا ٹائیگر سے کوئی تعلق نہیں تھا کیونکہ وہ اس کی اصلیت کو نہیں جانتی تھی مگر پھر بھی اسے اس نوجوان سے ہمدردی ضرور تھی۔ اس نوجوان نے عین وقت پر پہنچ کر اسے ذلیل ہونے سے بچا لیا تھا۔ ایک لحاظ سے جولیا کی زندگی اس نوجوان کی مرہون منت تھی کیونکہ جولیا اپنے دل میں اٹل فیصلہ کر چکی تھی کہ اگر فلیپر نے اسے بے آبرو کر دیا تو وہ آزاد ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہی کرے گی کہ خودکشی کرے گی مگر ہمدردی کے باوجود اس نوجوان کی عملی طور پر مدد کرنے سے قاصر تھی۔ وہ خود بے بس ہوئی کھڑی تھی۔

سیاہ سیال کے زخم پر پڑتے ہی ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں خون کی بجائے پارہ دوڑ رہا ہو۔

خون کی روانی لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھی اور ٹائیگر کے پورے جسم میں شدید ترین اینٹھن ہو رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کی رگیں خون کے دباؤ کی وجہ سے پھٹ جائیں گی۔ ٹائیگر کا چہرہ خون کی تیزی کی وجہ سے لمحہ بہ لمحہ سرخ سے سرخ تر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ آنکھیں جیسے پھٹنے کے قریب تھیں۔ ٹائیگر کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ زور سے چیخیں مارے۔ ورنہ اسے دل گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ایک المناک عذاب میں مبتلا تھا اور اب وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اس کا سینہ بڑی تیزی سے پھول اور پچک رہا تھا۔ مگر ٹائیگر اب تک تو اپنی بے پناہ قوت ارادی سے یہ سب کچھ برداشت کئے جا رہا تھا۔ مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چند لمحے بعد اس عذاب کو مزید برداشت کرنے سے قاصر ہو جائے گا۔ اس کا گلا خشک ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ اور پیاس کی طلب اب ہلاکت خیز ہوتی جا رہی تھی۔

فلیپر ایک طرف کھڑا بڑے اطمینان سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ ٹائیگر کی جسمانی

حالت دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ٹائیگر کی بے پناہ قوت ارادی کا دل سے قائل ہو گیا تھا۔ بڑے سے بڑا جی دار شخص بھی اس دوا کے ری ایکشن کو چند لمحوں سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"نوجوان اب بھی وقت ہے سب کچھ بتلانے کا۔ فیصلہ کر لو ورنہ تمہارا دل چند لمحوں بعد پھٹ جائے گا" ——— فلیپر نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر تضحیک آمیز لہجے میں کہا مگر ٹائیگر خاموش تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کا حلق اس حد تک خشک ہو گیا ہے کہ وہ اب بات کرنے کے بھی قابل نہیں رہا۔

اب ٹائیگر کے دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اور ٹائیگر کو محسوس ہو گیا کہ چند لمحوں بعد واقعی وہ ختم ہو جائے گا۔ پھر اچانک اس کے سینے کی گھٹن ناقابل برداشت ہو گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ پھر تو جیسے چیخوں کا تانتا بندھ گیا۔ ٹائیگر کے منہ سے نکلنے والی چیخیں اتنی کربناک تھیں کہ جولیا کو پسینہ آ گیا۔ اب ٹائیگر کے حلق سے لاشعوری طور پر چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں واضح طور پر باہر نکل آئی تھیں اور چہرے کا گوشت ہر جگہ سے پھڑک رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے ٹائیگر کا جسم کسی ہوا بھرے غبارے کی طرح پھٹ جائے گا۔

جولیا اتنی اذیت برداشت نہ کر سکی۔ چنانچہ وہ چیخ اٹھی۔

"کیپٹن رکو۔ اسے بچا لو۔ ایک انسان تمہارے سامنے مر رہا ہے اور تم کھڑے مسکرا رہے ہو۔ بچا لو اسے۔ میں اس کی موت برداشت نہیں کر سکتی" ———

"محترمہ اگر تم برداشت نہیں کر سکتیں تو نہ کرو۔ اپنی آنکھیں بند کر لو اور تم بھی اس اذیت سے گزرنے کی تیاری کرو۔ ابھی چند لمحوں بعد یہ سب کچھ تمہارے ساتھ بھی ہونے والا ہے" ——— فلیپر نے بڑے مسخرانہ لہجے میں جواب دیا۔

"نوجوان اگر تم سب کچھ بتلانے کا فیصلہ کر لیتے ہو تو اپنا سر اثبات میں ہلا دو میں تمہیں بچا لوں گا" ——— فلیپر نے اس بار ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ مگر دوسرے لمحے فلیپر کے ساتھ ساتھ جولیا بھی حیرت سے چونک اٹھی۔ جب اس نے ٹائیگر کا سر اثبات کی بجائے نفی میں ہلتے دیکھا۔ فلیپر کی آنکھوں میں غصے اور شکست کے آثار ابھر آئے۔ ادھر جولیا اس نوجوان کی بہادری اور اولوالعزمی کی بری طرح قائل ہو گئی۔

فلیپر نے جب ٹائیگر کا سر نفی میں ہلتا دیکھا تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے ٹائیگر کے زخم پر زور زور سے پھونکیں مارنی شروع کر دیں۔ اس کی پہلی پھونک مارتے ہی ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی بلند مقام سے نیچے گہرائی میں گر رہا ہو۔ اس کے خون کا ابال اب تھم پڑنا شروع ہو گیا تھا۔ شاید یہ فلیپر کے منہ سے نکلنے والی کاربن ڈائی آکسائڈ کا اثر تھا۔ فلیپر تقریباً دو منٹ تک مسلسل ٹائیگر کے زخم پہ پھونکیں مارتا چلا گیا اور ٹائیگر کی حالت تیزی سے معمول پہ آتی چلی گئی۔ جب فلیپر نے پھونکیں مارنا بند کیں تو ٹائیگر ری ایکشن کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

"میں نے تمہاری بات مان کر اس کی زندگی بچا لی ہے۔ اگر میں چند لمحے اور پھونکیں نہ مارتا تو یہ شخص اب تک مر چکا ہوتا" ——— فلیپر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پھر اب تم کیا چاہتے ہو" ——— جولیا نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"بہتر تو یہ ہے کہ تم اب سب کچھ بتلا دو۔ ورنہ یہی عمل اب تم پہ دوہرایا جائے گا اور یقین رکھو کہ یہ غلطی نہیں بچا سکو گی" ——— فلیپر نے اس بار جولیا کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ جولیا کوئی جواب دیتی۔ اچانک بلیک روم کا دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی دوڑتا ہوا اندر آگیا۔

"سر! باس آپ کو فوری طور پر طلب کر رہے ہیں۔ انہوں نے آبزرویشن پر ایک ہیلی کاپٹر دیکھا ہے" —— اس نوجوان نے تیز لہجے میں فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہیلی کاپٹر" —— فلیپر چونک پڑا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے جولیا اور ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر انہیں رسیوں سے بندھا دیکھ کر شاید مطمئن ہو گیا۔ اس نے مسلح آدمیوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

دو آدمی جو اس کے قریب موجود تھے وہ بھی اس کے ساتھ باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جانے کے بعد اب کمرے میں صرف چار مسلح آدمی باقی رہ گئے تھے۔ ابھی فلیپر کو باہر گئے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ ٹائیگر کو ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر ادھر ادھر دیکھا۔ جب اس کی نظریں جولیا سے ٹکرائیں تو وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنی آنکھیں مخصوص انداز میں جھپکیں اور جولیا چونک پڑی کیونکہ یہ آئی کوڈ تھا۔ اور ٹائیگر اسی کوڈ میں بات کر رہا تھا۔ یہ محسوس کرتے ہی اس نے بھی مخصوص انداز میں آنکھیں جھپکیں۔ دراصل وہ ٹائیگر کو بتلانا چاہتی تھی کہ وہ یہ کوڈ سمجھتی ہے۔

ٹائیگر نے اب باقاعدہ بات چیت شروع کر دی اور چند لمحوں بعد جولیا اس کا مطلب سمجھ گئی۔ اس نے آئی کوڈ میں اس کی تجویز کی تائید کی اور پھر گردن موڑ کر ایک کونے میں کھڑے مسلح آدمی کو بلایا۔

"میری بات سنو۔ مجھے شدید پیاس لگی ہے۔ کیا تم انسانیت کے نام پر ایک گلاس

پانی پلا سکتے ہو" —— جولیا نے بڑے درد بھرے لہجے میں اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس کے حکم کے بغیر میں تمہیں پانی نہیں پلا سکتا" —— اس آدمی نے چند لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا

"میں نے انسانیت کے نام پر اپیل کی تھی اب تمہارا باس موجود نہیں ہے" —— جولیا نے پہلے سے بھی زیادہ عاجزانہ لہجے میں کہا۔

اور پھر نجانے کیا سوچ کر اس آدمی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن دیوار کے ساتھ لگائی اور پھر خود دروازے سے باہر نکل گیا۔ ہال میں موجود باقی تین افراد خاموشی سے کھڑے تھے۔ انہوں نے اس معاملے میں قطعاً کوئی دخل نہیں دیا۔

جب جولیا اس آدمی سے بات چیت میں مصروف تھی تو ٹائیگر کی انگلیاں نامعلوم انداز میں حرکت کر رہی تھیں۔ اس نے جولیا کو آئی کوڈ میں یہی پیغام دیا تھا کہ وہ سائیڈ میں کھڑے ہوئے آدمی کو باتوں میں لگائے کیونکہ جس انداز میں وہ بندھا ہوا تھا اس کی انگلیوں کی حرکت صرف سائیڈ میں کھڑے ہوئے آدمی کو ہی نظر آسکتی تھی۔ جولیا نے بھی بڑے عمدہ انداز میں اسے نہ صرف باتوں میں لگا لیا تھا بلکہ وہ اسے کمرے سے بھی باہر بھیجنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس کے باہر جاتے ہی ٹائیگر نے اپنا عمل تیز کر دیا۔ اس کے دونوں انگوٹھوں میں لگے ہوئے تیز بلیڈ بڑی تیزی سے رسیاں کاٹنے میں مصروف تھے اور پھر چند لمحوں میں اس نے اپنے ہاتھ آزاد کرا لئے۔

ہاتھ آزاد ہوتے ہی اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ موقع محل کے لحاظ سے وہ اس وقت بہترین پوزیشن میں تھا۔ کمرے میں موجود تینوں افراد اس پوزیشن میں تھے کہ اسے فوری چیک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور پھر سب سے بہتر صورت اس وقت یہ تھی کہ اس ت ایک مشین گن نارمل پڑی تھی۔ اب مسئلہ صرف تھا تو پیروں میں بندھی ہوئی رسیوں

سکا تھا۔

ٹائیگر نے چند لمحے سوچنے کے بعد آخرکار اس کے لئے بھی ایک ترکیب سوچ ہی لی اور اچانک وہ اس انداز میں نیچے جھک گیا جیسے اس کے ہاتھوں کی رسیاں اچانک ڈھیلی ہوگئی ہوں اور توازن خراب ہونے کی وجہ سے وہ نیچے ڈھلک گیا ہو۔ نیچے جھکتے ہی اس کے ہاتھوں نے بڑی پھرتی سے رسیاں کاٹنی شروع کر دیں۔

اسی لمحے سامنے کھڑا ہوا آدمی تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھا۔

"تمہیں کیا ہوگیا ہے" ——— اس نے حیرت سے کہا۔ مگر ٹائیگر نے آنکھیں اوپر چڑھا لی تھیں۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ آدمی صورت حال کو سمجھتا ٹائیگر اپنی جگہ سے اچھلا اور اس آدمی کو دور تک دھکیلتا چلا گیا۔

نیچے گرتے ہی اس نے ایک اور جست لگائی اور وہ اس مشین گن تک پہنچ گیا جو دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ نیچے گرا ہوا آدمی سنبھلتا یا باقی دو افراد مشین گنوں کو سیدھا کرتے ٹائیگر مشین گن سیدھی کر چکا تھا۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ٹریگر دبا دیا اور چند لمحوں بعد تینوں افراد فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور پہلا آدمی ہاتھ میں شراب کی ایک بوتل پکڑے اندر داخل ہوا۔ کرنے داخل ہوتے ہی موت نے اسے جھپٹ لیا کیونکہ ٹائیگر اسی کے انتظار میں تھا۔

چاروں آدمیوں کے ختم ہوتے ہی ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے چند لمحوں میں جولیا کو رسیوں کی بندش سے آزاد کر دیا۔

آزاد ہوتے ہی جولیا نے بھی ایک مشین گن اٹھا لی۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" ——— ٹائیگر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور مشین گن سنبھالے دروازے پر پہنچ گیا۔

اس نے دروازہ کھول کر بڑی احتیاط سے باہر جھانکا۔ راہداری سنسان پڑی

ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ اچھل کر کمرے سے باہر آگیا۔ جولیا بھی اس کے پیچھے راہداری میں نکل آئی۔

ٹائیگر اور جولیا خاموشی سے راہداری میں چلتے ہوئے ہال کمرے میں پہنچ گئے ہال کمرہ اس وقت خالی پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے فی الحال یہی سوچا تھا کہ کسی طرح وہ اس وقت ان کے اڈے سے باہر نکل جائے۔ باہر نکلتے ہی وہ عمران سے کہہ کر باقاعدہ اڈے پر حملہ کر کے تباہ کر سکتا تھا۔ اس وقت وہ صرف دو تھے اور مجرموں نے جس انداز میں اڈہ بنایا ہوا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مجرموں کی کثیر تعداد یہاں موجود ہوگی

ہال کمرے میں اس وقت کوئی آدمی موجود نہیں تھا اس لئے وہ دونوں خاموشی سے چلتے ہوئے دروازے تک پہنچ گئے۔

ٹائیگر نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ باہر صرف دو آدمی موجود ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے دروازہ کھلتے ہی اس نے مشین گن کا فائر کھول دیا۔ اور وہ دونوں آدمی ایک لمحے میں موت کی آغوش میں پہنچ گئے۔ ان کے مرتے ہی ٹائیگر اور جولیا تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

اب وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ چکے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہاں سے باہر نکلنے کے لئے کسی لفٹ کا میکنزم ہے۔ اور اس میکنزم کے متعلق ان دونوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ اس لئے وہ پریشان نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے کہ اچانک کمرے میں سنسناہٹ کی تیز آواز گونجنے لگی۔ اور پھر وہ دونوں یہ دیکھ کر حیرت سے اچھل پڑے کہ چھت کا درمیانی ٹکڑا تیزی سے نیچے آتا چلا آرہا تھا۔ اور ظاہر تھا کہ اب وہ دونوں بری طرح پھنس چکے تھے۔

فلیپہ تیزی سے ڈاکٹر براؤن کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا ہوا ڈاکٹر" ——— فلیپ نے تیز لہجے میں کہا۔

"فلیپ اس ہیلی کاپٹر کو دیکھو" ——— ڈاکٹر براؤن نے سکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ سکرین پر ایک چھوٹا سا جدید قسم کا ہیلی کاپٹر اڑتا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر میں دو آدمی سوار تھے۔ ان میں سے ایک آنکھوں سے دوربین لگائے فضا کا جائزہ لے رہا تھا۔

"اس ہیلی کاپٹر میں کیا خاص بات ہے ڈاکٹر! یہ دارالحکومت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی سرکاری مشن پر اڑا ہو" ——— فلیپ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"ہو تو سکتا ہے مگر تم یہ سن کر یقیناً حیرت سے اچھل پڑو گے کہ یہ ہیلی کاپٹر ہمیں ٹریس کر رہا ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہمیں ٹریس کر رہا ہے۔ وہ کیسے۔ آپ نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا۔ فضا سے وہ ہمیں کیسے ٹریس کرے گا" ——— فلیپ واقعی حیرت زدہ تھا۔

"فلیپ تم دیکھ رہے ہو کہ اس وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔ گو یہ بادل قدرتی ہیں۔ ہمارے پیدا کردہ نہیں ہیں لیکن اگر یہ ہمارے پیدا کردہ ہوتے تو اب تک ہمارا اڈہ ٹریس ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ جب میں نے یہ ہیلی کاپٹر دیکھا تو میرے ذہن میں شک پڑا۔ چنانچہ میں نے چیک کیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ فضا میں ایکس الیون بی ٹائپ گیس پھیلی ہوئی ہے۔ اس گیس کی موجودگی میں ہمارا ایریل ٹریس ہو جاتا اور جب ایریل ٹریس ہو جاتا تو ظاہر ہے اڈہ بھی انہیں معلوم ہو جاتا" ——— ڈاکٹر براؤن نے تفصیل سے فلیپ کو بتایا۔

"اوہ! یہ بات ہے تو آپ اب تک کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ فوراً اس ہیلی کاپٹر کو ہٹ کریں" ——— فلیپ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"میں نے اسی لئے تمہیں ہدایات کر فوراً جا کر اس ہیلی کاپٹر کو ہٹ کرو۔ اول تو کوشش کرو کہ کسی طرح یہ دونوں بچنے نہ پائیں۔ اگر بفرض محال یہ بچ جائیں تو پھر اپنے آدمی بھیج کر انہیں پکڑوا کر یہاں لے آؤ" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا۔

"او کے" ——— فلیپ نے جواب دیا اور تیزی سے اس کمرے سے نکل گیا ڈاکٹر براؤن کی نظریں مسلسل سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ بغور ہیلی کاپٹر کو دیکھ رہا تھا

اور چند لمحوں بعد اچانک اس نے دیکھا کہ ایک راکٹ تیزی سے فضا میں بلند ہوا اور سیدھا ہیلی کاپٹر کے انجن میں جا لگا اور ڈاکٹر براؤن کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ ہیلی کاپٹر جھٹکے کھانے لگا۔ اور پھر اسے ہیلی کاپٹر میں موجود دونوں آدمیوں کے چہروں پر شدید پریشانی کے آثار نظر آئے۔ ہیلی کاپٹر اب بے قابو ہو کر زمین کی طرف گرنا شروع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر براؤن اب اس انتظار میں تھا کہ کب ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے فضا میں اڑتے ہیں۔

ہیلی کاپٹر تیزی سے زمین کی طرف جھکتا چلا آ رہا تھا۔ اور پھر اس نے دیکھا کہ وہ دونوں آدمی ہیلی کاپٹر سے نیچے کود گئے تھے مگر وہ ان کی جرأت دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ دونوں آدمی بغیر پیرا شوٹ کے کودے تھے۔ اور ان دونوں کے نیچے

کودتے ہی ہیلی کا پٹر بھی برسٹ ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر براؤن نے مسکراتے ہوئے مشین بند کر دی۔ اور فیڈیر کا انتظار کرنے لگا کہ وہ ان کے متعلق کیا رپورٹ لے کر آتا ہے۔

عمران اور بلیک زیرو دونوں اکٹھے ہی کودے تھے۔ گو ہیلی کاپٹر کافی نیچے آچکا تھا مگر اس کے باوجود بلندی خاصی تھی اور چونکہ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اس لیے نیچے اندھیرا ہی تھا۔

وہ دونوں سر کے بل نیچے گرتے چلے گئے۔ ان دونوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں کیونکہ اپنا انجام انہیں صاف نظر آرہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد ایک زوردار دھماکے سے نیچے گرے اور پھر وہ اور نیچے گرتے چلے گئے۔

نیچے اور نیچے۔ دراصل وہ دونوں کسی کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں موجود سوئمنگ پول میں گرے تھے اور یہ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی۔

سوئمنگ پول کی سطح سے ٹکرانے کے بعد وہ دونوں تیزی سے دوبارہ پانی کی سطح پر ابھرے اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ سوئمنگ پول سے باہر آنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر اس سے پہلے کہ ان کے ہوش و حواس پوری طرح واپس آتے۔ اچانک ان دونوں کے سروں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ضرب اتنی زوردار تھی کہ وہ دونوں

پہلی ہی ضرب میں ڈھیر ہو گئے۔

" اچھی طرح چیک کر لو کہ یہ بے ہوش ہو گئے ہیں یا نہیں "۔۔۔۔۔ ان کے گرتے ہی ایک کرخت آواز گونجی۔ اور پھر چار پانچ آدمی ان کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ ان میں سے دو نے ان کی نبضیں چیک کیں۔

" باس یہ دونوں بیہوش ہیں "۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا۔

" ٹھیک ہے انہیں اٹھا کر لے چلو۔ پہلے یہ دونوں دنیا کے خوش قسمت ترین انسان ہیں جو فضا سے سوئمنگ پول میں آگرے ہیں۔ ورنہ اگر یہ چند گز ادھر گرتے تو اب ہم ان کی ہڈیاں جمع کر رہے ہوتے "۔۔۔۔۔ باس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اور پھر دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر عمران اور بلیک زیرو کو اٹھا لیا اور آگے بڑھ گئے۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کوٹھی سے باہر نکل گئے اور پھر تھوڑی دور ہی ایک دوسری کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہو گئے۔ پورٹیکو کی شمالی دیوار کے سامنے جا کر وہ رک گئے۔ سب سے آگے موجود آدمی نے جھک کر دیوار کی جڑ میں لگا ہوا بٹن دبایا اور دوسرے لمحے دیوار اوپر اٹھتی چلی گئی اور وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دیوار دوبارہ برابر ہو گئی۔ ان کی تعداد چھ تھی اور سب نے ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑی ہوئی تھیں۔

وہ سب کمرے کے درمیان آکر رک گئے۔ ان میں سے ایک نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور پھر اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے اس کا بٹن دبایا اور یہ ڈبہ دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

بٹن دبتے ہی فرش کا درمیانی ٹکڑا جس پر وہ موجود تھا۔ ایک تیز سنسناہٹ کی آواز پیدا کرتا ہوا لفٹ کی طرح نیچے آنے لگا۔

اور پھر چند لمحوں بعد لفٹ بند ہو گئی۔ اب وہ ایک اور کمرے میں تھے مگر نیچے

آتے ہی ان کی نظریں دروازے پر پڑی ہوئی دو لاشوں پر پڑیں اور وہ اچھل پڑے اور پھر انہیں کمرے میں موجود ٹائیگر اور جولیا بھی نظر آ گئے۔

جولیا اور ٹائیگر کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنوں کا رخ ان آدمیوں کی طرف تھا

" خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی تو ابھی بھون دوں گا۔ ہتھیار پھینک دو "۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پھر ان آدمیوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں پھینک دیں۔

" ان آدمیوں کو بھی نیچے اتارو "۔۔۔۔۔ ٹائیگر نے دوسرا حکم دیا۔ اور پھر ان آدمیوں نے جنہوں نے عمران اور بلیک زیرو کو اٹھایا ہوا تھا۔ انہیں نیچے رکھنے کی بجائے بڑی پھرتی سے ان دونوں پر پھینک دیا۔ ان دونوں نے بچنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ وہ دونوں ٹکرا کر نیچے گر پڑے۔ اور اسی لمحے چھ آدمیوں نے انہیں چھاپ لیا۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ نہتے ہو چکے تھے۔ اور مشین گنیں ان کے ہاتھوں میں تھیں۔

" چلو، خبردار اگر کسی نے حرکت کی تو ہم معاف نہیں کریں گے "۔۔۔۔۔ ان کے انچارج نے کہا۔ اور پھر اس کے اشارے پر عمران اور بلیک زیرو کو دوبارہ کاندھے پر لاد دیا گیا۔

اور پھر وہ سب کو لئے ہوئے دوبارہ بلیک روم میں پہنچ گئے۔ بلیک روم میں خلیپہ بڑے غصے اور جوش کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

بلیک روم میں چار لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

جیسے ہی وہ بلیک روم میں داخل ہوئے۔ خلیپہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور

پھر جیسے ہی اس کی نظریں جولیا اور ٹائیگر پر پڑیں اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

"یہ کہاں سے ملے" ——— فلیپر نے اپنے آدمیوں سے پوچھا۔

"باس یہ دونوں آؤٹ روم میں موجود تھے۔ بڑی مشکل سے قابو میں آئے ہیں" ——— انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور یہ دونوں بچ گئے ہیں" ——— فلیپر نے ان کے کندھوں پر لدے ہوئے عمران اور بلیک زیرو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! یہ بیلی کاپٹر سے ساتھ والی کوٹھی کے سوئمنگ پول میں گرے تھے۔ اب یہ بے ہوش ہیں" ——— انچارج نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ان چاروں کو اچھی طرح باندھ دو۔ اور خیال رکھنا یہ پہلے بھی نجانے کس طرح رسیاں کھول کر بھاگ گئے تھے۔ اس بار اس طرح باندھو کہ یہ حرکت بھی نہ کر سکیں" ——— فلیپر نے کہا اور پھر چند ہی لمحوں بعد ٹائیگر اور جولیا دوبارہ اچھی طرح باندھ دیئے گئے اور پھر انہوں نے عمران اور بلیک زیرو کو بھی دو کرسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا۔

اور جب جولیا اور ٹائیگر دونوں کی نظریں عمران پر پڑیں تو وہ بری طرح چونک پڑے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ان بیہوش آدمیوں میں سے ایک عمران ہوگا۔ ورنہ وہ آؤٹ روم میں ہی اپنی جانوں پر کھیل کر عمران کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیتے۔ دوسرا آدمی ان کے لئے اجنبی تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم ان سب کی نگرانی کرو میں ابھی آتا ہوں۔ اور دیکھو اگر ان میں سے ایک بھی نکل جانے میں کامیاب ہوگیا تو میں تم سب کو شوٹ کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر فلیپر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ بیلی کاپٹر میں موجود افراد کی آمد کی اطلاع ڈاکٹر براؤن کو دینا چاہتا تھا۔ مگر آپریشن روم میں جاکر اسے معلوم ہوا

کہ ڈاکٹر ڈرائنگ روم میں ہے جہاں چند مقامی افراد ان سے ملنے آئے ہیں۔

فلیپر اسی لمحے واپس مڑا اور تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ حیران تھا کہ ڈاکٹر براؤن سے کون لوگ ملنے آئے ہوں گے۔

ڈرائنگ روم کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک کر رک گیا کیونکہ اسے ڈرائنگ روم کے دروازے پر ایک کارڈ پڑا ہوا نظر آگیا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے وہ کارڈ اٹھالیا اور پھر جیسے ہی اس کی نظر کارڈ پر لکھی ہوئی عبارت پر پڑی وہ بری طرح چونک پڑا۔

کارڈ مقامی سیکرٹ سروس کا تھا اور اس پر سیکرٹ سروس کا شناختی نشان بھی تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کارڈ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے کسی آدمی کی جیب میں سے گر گیا ہوگا۔ اس کے چہرے پر پراسراری مسکراہٹ رینگ آئی۔ وہ تیزی سے مڑا اور اس نے قریب کے کمرے سے انٹرکام کا بٹن دبایا اور تیز تیز اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کرنے شروع کر دیئے۔ احکامات جاری کرکے اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے اور وہ دوبارہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا

جیسے ہی وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ تین نوجوان کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ڈاکٹر براؤن سے باتوں میں مصروف ہیں۔ ان سب نے فلیپر کو چونک کر دیکھا۔

"آؤ جارج! ان سے ملو یہ مقامی وزارت داخلہ کے آفیسر ہیں اور غیر ملکیوں کے مسائل کا محکمے کی طرف سے سروے کر رہے ہیں" ——— ڈاکٹر براؤن نے فلیپر سے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر فلیپر کا نام تبدیل کر دیا تھا۔

"اور یہ جارج ہیں میرے بزنس پارٹنر" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا۔

اور پھر ان سب سے ہاتھ ملا کر فلیپر دروازے کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"اس سروے سے آپ کا کیا مقصد ہے" ——— فلیپر نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

ظاہر ہے وہ تینوں صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی تھے اور عمران کی ہدایات پر غیر ملکیوں کو چیک کرنے کی مہم میں نکلے ہوئے تھے۔ چنانچہ صفدر نے اسے جواب دیا۔

"مسٹر جارج ہماری حکومت یہ چاہتی ہے کہ اس ملک میں آنے والے غیر ملکیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ غیر ملکیوں کو یہاں جو بھی مسائل پیش آئیں گے۔ ہم اپنی سروے رپورٹ میں ان کا ذکر کریں گے۔ اور حکومت ان کو حل کرنے کے لئے اقدامات کرے گی" صفدر نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب مگر غیر ملکیوں کے مسائل حل کرنے کے لئے حکومت نے سیکرٹ سروس کے افراد کو کیوں تکلیف دی ہے" ——— فلیپر نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور اس کی بات سنتے ہی صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی نے تو چونکنا ہی تھا۔ ڈاکٹر براؤن بھی بُری طرح چونک پڑا۔

"کیا مطلب" ——— کیپٹن شکیل نے چہرے پر شدید حیرت لاتے ہوئے کہا۔

"مطلب" ——— فلیپر نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے دروازے پر ہاتھ مارا اور پھر ڈرائنگ روم کے دونوں دروازوں سے تقریباً دس افراد ہاتھوں میں مشین گنیں لئے اچھل کر اندر آ گئے۔ اور انہوں نے ان تینوں کے سینوں پر مشین گنوں کی نالیاں ٹکا دیں۔

"خبردار اگر حرکت کی تو بھون دوں گا" ——— فلیپر نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور وہ تینوں حیرت سے بت بنے رہ گئے۔ دراصل سچوایشن ہی اچانک کچھ اس طرح پلٹ گئی تھی کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکے تھے۔

اور پھر فلیپر نے ان کی جیبوں سے ریوالور بھی نکال لئے۔

"انہیں ڈارک روم میں لے چلو اور اچھی طرح باندھ دو" ——— فلیپر نے اپنے

آدمیوں کو کہا اور اس کے آدمی ان تینوں کو لے کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔

"آخر تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ سیکرٹ سروس کے آدمی ہیں" ——— ڈاکٹر براؤن نے بڑے حیرت زدہ لہجے میں فلیپر سے پوچھا اور فلیپر نے جیب سے کارڈ نکال کر ڈاکٹر براؤن کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

"ہونہہ تو یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ معاملات سیریس ہو چکے ہیں۔ ہمیں فوراً میجر آپریشن شروع کر دینا چاہیئے" ——— ڈاکٹر براؤن نے کچھ سوچتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں ڈاکٹر آپ فوری طور پر آپریشن شروع کر دیں۔ اور ہاں میں آپ کو رپورٹ دینے آیا تھا کہ سیلی کا پتہ چل گیا ہے۔ دونوں افراد بھی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ وہ ساحل والی کوٹھی کے سوئمنگ پول میں آ گرے تھے۔ اور پھر اس نے نائیگر اور جولیا کے فرار اور پھر دوبارہ گرفتاری کا ذکر بھی سنا دیا

"میرے خیال میں یہ سب ایک ہی گروپ ہے۔ ہمیں میجر آپریشن شروع کر کے ان سے نپٹنا چاہیئے۔ میں ابھی جی ایم سے بات کرتا ہوں" ——— ڈاکٹر نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ فلیپر بھی کچھ سوچتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔

جب عمران اور بلیک زیرو کو ہوش آیا تو ان کی نظریں سامنے بندھے ہوئے ٹائیگر اور جولیا پر پڑیں اور عمران کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ البتہ بلیک زیرو نے اپنے آپ کو مکمل طور پر اجنبی ہی پوز کیا۔

"ہیلو جولیا کیا حال ہے اور یہ تمہارے ساتھ کون ہے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"معلوم نہیں کون ہے۔ بہرحال اب تک تو دوست ہی ثابت ہوا ہے۔ تم کیسے پھنس گئے۔ اور تمہارا ساتھی کون ہے" ——— جولیا نے بغور بلیک زیرو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید اس کے ذہن میں بلیک زیرو کے متعلق کیا کیا شکوک ابھر آئے تھے۔

"ارے یہ بیچارہ تو ہیلی کاپٹر کا ڈرائیور ہے" اور پھر عمران نے ہیلی کاپٹر تباہ ہونے اور اپنے پکڑے جانے کا حال مختصر سنا دیا اور جولیا مطمئن ہو گئی۔

اس سے پہلے کہ اور کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور پھر ان سب کے چہروں پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ کیونکہ انہوں نے صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی کو ہاتھ اٹھائے اندر آتے دیکھا۔ وہ تینوں بھی عمران اور جولیا کو وہاں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک لحاظ سے پوری سیکرٹ سروس بمعہ دونوں ایکسٹو

کے وہاں موجود تھی۔

ان تینوں کو لے کر آنے والوں نے ان تینوں کو بھی مضبوطی سے رسیوں سے باندھ دیا۔ اور خود بھی وہیں پہرے پر کھڑے ہو گئے۔

اب کمرے میں سات آدمی بندھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پہرہ دینے والوں کی تعداد سولہ ہو چکی تھی۔

"یار تمہاری افرادی قوت بے شمار ہے۔ کہیں تم ملک چین سے تو تعلق نہیں رکھتے۔ بھلا ہم بھی کوئی ٹینک ہیں کہ سات آدمیوں کے لئے سولہ پہریدار موجود ہوتے تب بھی حساب ٹھیک رہتا۔ بھلا سولہ کی کیا تک تھی" ——— عمران نے ن سے مخاطب ہو کر کہا۔

مگر ان میں سے کسی نے بھی نہ ان کی بات کا جواب دیا۔ اور وہ سب ت بنے کھڑے رہے۔

تھوڑی دیر بعد فلیپ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے ب کو دیکھا اور پھر جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں ڈیئر کیسی رہی"

"خبردار اگر تم نے اسے ڈیئر کہا۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں بندھا ہوا ہوں۔ میں بندھے رہنے کے باوجود تمہاری زبان کھینچ سکتا ہوں" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں فلیپ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اچھا تو یہ دم خم ہیں۔ مگر یہ تمہاری کیا لگتی ہے" ——— فلیپ نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے وہ حیران رہ گیا۔ کیونکہ عمران اس طرح شرمایا تھا جیسے دلہن لی رات دولہا کو دیکھ کر شرماتی ہے۔

"باس اس لڑکی کا نام جولیا ہے۔ اور یہ آدمی اس سے باتیں کر رہا تھا" ——— ایک آدمی نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بات ہے۔ اب میں سمجھا۔ اس کا مطلب ہے، تم بھی یہاں کی سیکرٹ سروس کے رکن ہو۔ تم نے اپنا نام غلط بتا کر مجھے دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کی تھی جولیا کا نام تو مقامی سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے ہماری فائل میں موجود ہے" ——— فلیپر نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

ابھی وہ بات ہی کر رہا تھا کہ دروازہ ایک بار پھر کھلا اور اس بار ڈاکٹر براؤن اندر داخل ہوا۔

"بڑا رش لگا ہوا ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے سب کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں باس! ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ دراصل یہ سب لوگ مقامی سیکرٹ سروس کے ارکان ہیں۔ بس یوں سمجھیے کہ ایکسٹو کے علاوہ باقی تمام سیکرٹ سروس ہمارے قبضے میں ہے" ——— فلیپر نے اپنی اہمیت جتاتے ہوئے کہا۔

مگر اس نے ڈاکٹر براؤن کی نظروں کو جب عمران کے چہرے پر جمے ہوئے دیکھا، تو وہ بھی چونک پڑا۔

"کیا بات ہے باس" ——— فلیپر نے پوچھا۔

"فلیپر یہ آدمی عمران ہے۔ وہی جس پر پہلے تجربہ میں بجلی گری تھی۔ اور جو دوسری بار میجر پریوی کو اغوا کر کے لے جا رہا تھا۔ ہم تو سمجھے تھے کہ یہ مر چکا ہے۔ مگر یہ زندہ ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ارے واقعی۔ میں نے تو اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ یہ تو وہی ہے اس کا جسم اور چہرہ بھی جلا ہوا ہے" ——— فلیپر نے بھی اس کو غور سے

دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی کیوں میرے خلاف شک کر رہے ہو۔ میں نے ابھی شادی نہیں کرنی۔ مجھے کنوارا ہی رہنے دو" ——— عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"فلیپر۔ جی ایم صاحب نے میجر آپریشن شروع کرنے کا آرڈر جاری کر دیا ہے میرے آدمی اس کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ تم ایسا کرو۔ ان سب کو آپریشن روم میں لے آؤ۔ تاکہ موت سے پہلے یہ ہماری طاقت کا اندازہ کر لیں" ——— ڈاکٹر براؤن نے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس کیوں نہ انہیں یہیں شوٹ کر دیا جائے۔ اور پھر اطمینان سے میجر آپریشن پر توجہ دی جائے۔ خواہ مخواہ ان کا روگ کیوں پالا جائے" ——— فلیپر نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ میں میجر آپریشن کی ابتدا میں کشت و خون نہیں کرنا چاہتا۔ میجر آپریشن ٹھیک ٹھاک شروع ہو جائے پھر جی۔ ایم کے سامنے ان کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا" ——— ڈاکٹر براؤن نے کہا۔ وہ دراصل بنیادی طور پر صرف سائنسدان تھا۔ اس لئے وہ کشت و خون سے حتی الامکان گریز کرنا چاہتا تھا۔

"جیسے آپ کی مرضی" ——— فلیپر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ ان سب کو لے کر آپریشن روم میں آ جائیں اور انتہائی چوکنے رہیں۔ اگر کوئی ذرا سی بھی غلط حرکت کرے تو بے شک گولی مار دینا" ———

فلیپر نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا اور پھر خود ڈاکٹر براؤن کے ساتھ ہی ڈارک روم سے باہر نکل گیا۔

سر سلطان بے حد پریشان تھے۔ وہ کل سے عمران کو دانش منزل اور اس کے فلیٹ پر بار بار رنگ کر رہے تھے مگر دونوں طرف قطعی سکون تھا۔ انہیں زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ بلیک زیرو اور عمران دونوں غائب تھے۔ کل رات کو انہیں ہیلی کاپٹر کے تباہ شدہ ڈھانچے کی خبر مل چکی تھی۔ اور اسی لئے وہ زیادہ پریشان تھے۔ کیونکہ یہ ہیلی کاپٹر عمران نے سر سلطان سے کہہ کر منگوایا تھا۔ اور ہیلی کاپٹر تباہ ہو چکا تھا۔ مگر ہیلی کاپٹر میں موجود افراد کی لاشیں دستیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ اور عمران اور بلیک زیرو دونوں غائب تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس ہیلی کاپٹر میں عمران اور بلیک زیرو دونوں سوار ہوں گے۔ سر سلطان کی تشویش بجا تھی۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے اپنی خاص الماری کھولی اور اس میں موجود ایکسٹو فائل نکال کر اپنے سامنے رکھ لی۔ اس فائل میں کوڈ ورڈز میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کے پتے اور ٹیلیفون نمبر موجود تھے تاکہ کسی بھی وقت ضرورت پڑنے پر انہیں استعمال کیا جا سکے۔

سر سلطان نے سب سے پہلے صفدر کے فلیٹ کے نمبر ڈائل کئے۔ مگر وہاں سے بھی کسی نے رسیور نہیں اٹھایا۔ چنانچہ وہ باری باری سب کے نمبر ڈائل کرتے چلے گئے۔ مگر کیپٹن شکیل، جولیا، صدیقی میں سے کوئی بھی نہ ملا۔ اب تو ان کی

پریشانی عروج پر پہنچ گئی۔ وہ سوچنے لگے کہ کہیں تمام سیکرٹ سروس اکٹھی تو مجرموں کے پیچھے تو نہیں چڑھ گئی۔ جہاں تک ان کی معلومات کا تعلق تھا۔ سیکرٹ سروس کے پاس اس وقت کوئی کیس نہیں تھا اور اگر تھا بھی تو عمران نے اپنی عادت کے مطابق کچھ نہیں بتلایا تھا۔ ایک دفعہ فائل گم ہو گئی تھی مگر عمران نے وہ فائل ڈھونڈ لا کر دے دی تھی۔ ایک بار وزارت خارجہ کی عمارت پر بھی حملہ کیا گیا تھا۔ گو اس میں مجرموں کے سب آدمی مارے گئے تھے مگر پھر بھی فائل چوری ہو گئی تھی۔ وہ فائل بھی عمران نے واپس لا کر دی تھی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ کوئی چکر چل رہا ہے مگر عمران نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اب تمام سیکرٹ سروس بمعہ بلیک زیرو غائب تھی اور ہیلی کاپٹر بھی تباہ ہو چکا تھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں اور کس سے پوچھیں۔ انہوں نے فائل دیکھی۔ ابھی دو نام باقی تھے۔ گو انہیں امید تو نہیں تھی۔ مگر پھر بھی انہوں نے تنویر کے نمبر ڈائل کئے اور پھر ان کے چہرے پر یکلخت مسرت کے آثار ابھر آئے۔ کیونکہ فوراً ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا تھا۔

"یس" ۔۔۔ تنویر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"میں سر سلطان سیکرٹری وزارت خارجہ بول رہا ہوں۔ کیا تم تنویر ہو" سر سلطان نے اپنا مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔ تاکہ تنویر ان سے کھل کر بات کر سکے۔

"یس سر میں تنویر بول رہا ہوں۔ فرمائیے جناب" ۔۔۔ دوسری طرف سے تنویر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ظاہر ہے۔ وہ جانتا تھا کہ سر سلطان سیکرٹ سروس کے سرکاری انچارج ہیں مگر آج سے پہلے کبھی سر سلطان نے براہ راست ان سے بات نہیں کی تھی۔ اس لئے اس کے لہجے میں بوکھلاہٹ

تھی۔

"مسٹر تنویر! عمران کہاں ہے" ——— سر سلطان نے باوقار انداز میں پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں سر! ایکسٹو کو معلوم ہوگا" ——— تنویر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر تنویر! آجکل تم لوگوں کے پاس کوئی کیس ہے" ——— سر سلطان نے دوسرا سوال کیا۔

"نہیں سر مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ اس سلسلے میں ایکسٹو نے مجھے کنٹیکٹ نہیں کیا۔ اور اگر ہوگا سر تو ایکسٹو کو معلوم ہوگا" ——— تنویر نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

"سنو مسٹر تنویر! ایکسٹو تو ملک سے باہر ہے۔ اور باقی پوری سیکرٹ سروس غائب ہے۔ عمران، جولیا، کیپٹن شکیل، صفدر، صدیقی۔ ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ صرف تم ملے ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی کیس چل رہا ہے" ——— سر سلطان نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"بڑی حیرت کی بات ہے سر۔ مگر اب میرے لئے کیا حکم ہے" ——— تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مسٹر تنویر کل عمران نے مجھ سے ایک ہیلی کاپٹر طلب کیا تھا۔ میں نے ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ سپرنٹنڈنٹ سے بھیج دیا۔ کل رات کو اس ہیلی کاپٹر کا تباہ شدہ ڈھانچہ ملا ہے۔ ہیلی کاپٹر فضا میں ہی برسٹ ہوگیا تھا مگر نہ ہی عمران اور نہ ہی اس کے پائلٹ کی لاشیں ملی ہیں۔ میں نے سوچا کہ سیکرٹ سروس کے ارکان کو ان کی تلاش کے لئے لگا دوں مگر سوائے تمہارے اور کوئی موجود نہیں ہے۔ نعمانی کو البتہ میں نے ابھی چیک

نہیں کیا ہے۔ تم اسے چیک کر لو۔ اور اگر وہ موجود ہو تو تم دونوں مل کر سیکرٹ سروس اور عمران کا کھوج لگاؤ۔ یہ تمہاری ڈیوٹی ہے۔ اور چوبیس گھنٹے بعد مجھے رپورٹ کرو" ——— سر سلطان نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر! مجھے کوئی ٹپ دیجئے" ——— تنویر نے پوچھا۔

"ہیلی کاپٹر بحرین کالونی کے وسطی علاقے میں گرا ہے۔ اپنی تفتیش کا دائرہ وہیں سے شروع کرو" ——— سر سلطان نے اسے ٹپ دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر! میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں" ——— تنویر نے جواب دیا۔

"او کے۔ میں تمہاری رپورٹ کا انتظار کروں گا" ——— سر سلطان نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

اب اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ بہرحال انہیں امید تھی کہ تنویر کچھ نہ کچھ کرے گا ضرور۔

فلیسپر اور ڈاکٹر براؤن کے باہر نکلتے ہی صفدر اور کیپٹن شکیل نے آئی ملکرڈ میں عمران سے کوئی ایکشن لینے کی اجازت کے لئے کہا۔ مگر عمران نے انہیں منع کر دیا۔ اسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سب صحیح جگہ پہنچ گئے ہیں۔ وہ اگر چاہتا تو اس ڈارک روم میں ہی ان سے نپٹ سکتا تھا مگر وہ اپنا کام آپریشن روم میں جا کر کرنا چاہتا

تھا تاکہ وہیں وہ ان کی مشینری کو بھی ساتھ ہی ختم کر سکے ان کے مجرا آپریشن کے منصوبے کو سبوتاژ کر سکے۔ ویسے وہ یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مجرموں کا مجرا آپریشن کیا ہے۔ چنانچہ عمران اور اس کے ساتھی پہرے داروں کی رہنمائی میں بڑی شرافت سے آپریشن روم کی طرف بڑھنے لگے۔ انہوں نے کسی قسم کا کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔

پہرے دار انہیں مختلف گیلریوں سے گزار کر ایک بڑے کمرے میں لے آئے اور پھر وہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح اوپر چڑھنا شروع ہو گیا۔ جب وہ کمرہ رکا تو وہ باہر نکل آئے۔ یہاں پھر ایک گیلری تھی۔ جس کے آخری کونے پر ایک فولادی دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ سب اس دروازے کے سامنے آ کر رک گئے۔ ایک پہرے دار نے آگے بڑھ کر مخصوص انداز میں دستک دی اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے لمحے دروازے پر لگا ہوا سبز رنگ کا بلب جلنے بجھنے لگا۔ اس پہرہ دار نے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر اس میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سبز رنگ کا بلب بجھ گیا اور اس کی جگہ سرخ رنگ کا بلب جلنے لگا۔ اس آدمی نے ایک بار پھر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور دوسرے لمحے دروازہ خود بخود کھل گیا۔

اور پہرے دار ان سب کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی آپریشن روم دیکھ کر حیران رہ گئے۔

یہ ایک کافی بڑا ہال تھا جس کے درمیان میں ایک دیوہیکل مشین فٹ تھی اور سامنے کی دیوار پر بے شمار چھوٹی بڑی سکرینیں فٹ تھیں۔ مشین اس وقت بند تھی اور تمام سکرینیں بھی تاریک تھیں۔ ہال میں فلیپ اور ڈاکٹر براؤن کے علاوہ تقریباً پندرہ آدمی اور بھی تھے جنہوں نے سفید رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے۔

جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے انہوں نے عقبی دیوار کے ساتھ سات لوہے کی کرسیاں فٹ ہوئی دیکھیں۔

"ان کرسیوں پر بیٹھ جاؤ اور خبردار۔ کوئی غلط حرکت نہ کرنا"—— فلیپ نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔

اور عمران یوں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا جیسے وہ کسی سینما ہال میں فلم دیکھنے آیا ہو۔ عمران کے بیٹھتے ہی اس کے باقی ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ آنے والے پہرے دار ادھر ادھر کھڑے ہو گئے۔ ان سب کی مشین گنوں کا رخ ان کی طرف تھا اور وہ بے حد چوکنے نظر آ رہے تھے۔

ان کے کرسیوں پر بیٹھتے ہی فلیپ نے جو دیوار کے قریب ایک کونے میں کھڑا تھا۔ دیوار پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا ہینڈل تیزی سے اوپر کر دیا۔

ہینڈل اوپر ہوتے ہی ایک تیز سنسناہٹ کی آواز گونجی اور پیشتر اس کے کہ عمران اور اس کے ساتھی کچھ سمجھتے ان کے گرد لوہے کی سلاخیں چاروں لپٹ گئیں۔ شاید یہ کرسیاں بنائی ہی اسی لئے گئی تھیں۔

اب صرف ان کے سر ابھرے باقی تمام جسم لوہے کے خول میں قید ہو چکا تھا۔ ان سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پہلی بار عمران کے چہرے پر تشویش کے آثار دوڑ گئے۔ اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ مجرم اس قسم کی حرکت کریں گے۔ اب وہ ہر قسم کی پرواہ سے آزاد ہو گئے تھے۔ اس سے تو اچھا تھا کہ وہ ڈارک روم میں اپنی کارروائی شروع کر دیتے۔ اب تو وہ قطعی بے بس ہو چکے تھے۔ اپنے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسیاں تو وہ کھول سکتے تھے مگر اس لوہے کے خول کو ہٹانا ان کے بس سے باہر تھا۔

"ہا ہا۔ اب تم اطمینان سے اپنے ملک کی تباہی کا تماشا دیکھو"—— فلیپ

نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور عمران نے بے بسی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ اس ا
واقعی وہ بُرے پھنسے تھے۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں رہ گئی تھی کہ
باہر سے انہیں کوئی امداد ملتی اور وہ آزاد ہو کر مجرموں سے نمٹ سکتے۔ تقریباً
تمام سیکرٹ سروس قید ہو چکی تھی۔ صرف تنویر اور نعمانی باقی رہ گئے تھے۔
مگر عمران جانتا تھا کہ اول تو انہیں کسی بات کا علم ہی نہیں ہے اور اگر ہو
بھی سہی تو ان کا یہاں تک پہنچنا ناممکن ہے۔

"اب تم جا سکتے ہو۔ اور عمارت اور بیرونی احاطے کا پوری ہوشیاری سے پہرہ دو۔ کسی بھی مشکوک آدمی کو بات کرنے سے پہلے گولی مار سکتے ہو۔ جاؤ" ——— فلیپر نے پہریداروں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور وہ مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے آپریشن روم سے باہر نکل گئے۔

"تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو" ——— اچانک عمران نے فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ اسی لئے تمہیں یہاں بٹھایا ہے تاکہ تم اپنی موت سے پہلے اس دلچسپ تماشے سے اچھی طرح لطف اندوز ہو سکو" ——— فلیپر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک کمرے میں ایک تیز سیٹی کی آواز گونج اٹھی۔

ڈاکٹر براؤن تیزی سے شمالی کونے میں پڑی ہوئی میز کی طرف بڑھا اور پھر اس نے میز کی سطح کو کسی ڈھکن کی طرح اٹھا دیا۔ ڈھکن اٹھتے ہی ایک بڑا ٹرانسمیٹر باہر نکل آیا۔ سیٹی کی آواز اسی میں سے نکل رہی تھی۔ ڈاکٹر براؤن نے بٹن دبایا اور رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"جی۔ ایم کالنگ یو ہیلو، جی۔ ایم کالنگ یو اوور" ——— دوسری طرف سے ایک بار پھر آواز سنائی دی۔

"یس ویدر باس سپیکنگ اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر میجر آپریشن شروع کر دو۔ تین دن کے اندر اندر میجر آپریشن مکمل ہونا چاہیے۔ میں نے اعلیٰ حکام سے بات کر لی ہے۔ تین دن بعد ہمارا ملک کارروائی شروع کر دے گا اوور" ——— دوسری طرف سے آواز آئی۔

"او کے سر۔ تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ میں آپریشن شروع کرنے کے لئے آپ کی کال کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ ایک اور خوشخبری بھی آپ کو سنا دوں۔ اس وقت تمام سیکرٹ سروس ہمارے قبضے میں ہے۔ اور وہ آدمی عمران جسے میجر پریو نے بے حد اہم کہا تھا۔ وہ بھی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے" ——— ڈاکٹر براؤن نے ایک نظر عمران اور اس کے ساتھیوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا ہے۔ مگر خیال رکھنا یہ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک بازی پلٹ جائے اور ہمارا تمام منصوبہ ناکام ہو کر رہ جائے" ——— جی ایم نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ یہ اس وقت ایسی پوزیشن میں ہیں کہ سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔ سن سکتے ہیں۔ بول سکتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ اور کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ میں آپریشن شروع کرنے کے بعد انہیں آپ کے پاس روانہ کر دوں گا۔ آپ انہیں اپنے ملک بھیج دینا۔ اعلیٰ حکام خود ہی ان کے متعلق کوئی اہم فیصلہ کریں گے۔ اوور" ——— ڈاکٹر براؤن نے تجویز پیش کی۔

"ٹھیک ہے مگر خیال رکھنا میں ان کے متعلق تمہیں بعد میں ہدایات دوں گا۔ اوور اینڈ آل" ——— جی ایم نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر براؤن نے

بھی بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر بند کیا اور پھر میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر دوبارہ اندر چلا گیا اور فوراً ہی میز کی سطح برابر ہو گئی۔

"تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ شاید میں تمہیں کوئی مفید مشورہ دے سکوں" —— عمران نے بڑی سنجیدگی سے ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم خاموش رہو ورنہ تمہاری زبان کاٹ دی جائے گی" —— فلیپر نے انتہائی غصے میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہر چیز کی زبان ہوتی ہے لو بیچارے کا آستین کا" —— عمران نے باقاعدہ ایک سر گانا شروع کر دیا۔ اور پھر فلیپر انتہائی غصے کے عالم میں عمران کی طرف بڑھا اور پھر دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے عمران کے گال پر تھپڑ رسید کر دیا۔ تھپڑ اتنے زور کا پڑا تھا کہ عمران کے گال پر اس کی انگلیوں کے نشان ابھر آئے مگر عمران اس فولادی خول کی وجہ سے بے بس تھا۔

اس لئے وہ صرف دانت بھینچ کر رہ گیا۔ مگر اس کے چہرے پر شدید سنجیدگی ابھر آئی تھی۔ اور آنکھوں میں غصے اور نفرت کے چراغ جل اٹھے تھے۔

"تمہیں یہ تھپڑ بے حد مہنگا پڑے گا مسٹر فلیپر۔ عمران کو تھپڑ مارنے والا اپنی بوٹیاں خود ہی نوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے" —— عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔ خاموش رہو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا" —— فلیپر نے جواب میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

"میرا گلا فولادی کالر میں بند ہوا ہے مسٹر فلیپر۔ تمہاری انگلیوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میرا گلا دبا سکیں" —— عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اور پھر فلیپر غصے سے عمران کی طرف بڑھنے لگا مگر ڈاکٹر ہارڈاسن نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"رک جاؤ فلیپر۔ ان فضولیات میں پڑنے کی بجائے ہمیں پہلے اپنا کام کرنا چاہیے

یہ سب کچھ بعد میں اطمینان سے کیا جائے گا" —— ڈاکٹر نے کہا اور فلیپر دانت بھینچ کر رہ گیا۔

ادھر عمران کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ مجرم اسے اس طرح قید کر دیں گے تو وہ ہر قیمت پر ڈارک روم میں ہی ہنگامے کا آغاز کر دیتا۔ مگر اب پچھتائے کیا ہو سکتا تھا —— فولادی خول نے اسے کچھ اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ اس کے اندر اپنی انگلی تک نہیں ہلا سکتا تھا اور پھر وہ کرسی دیوار میں فٹ تھی۔ ورنہ وہ اس خول کو ہی ان کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کر دیتا۔

بہرحال وہ وقت کا انتظار کر رہا تھا اور اس کی ذہنی مشینری بڑی تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔

جب تک کوئی مناسب ترکیب سمجھ میں نہ آئے اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

ڈاکٹر ہارڈاسن نے مشین کے قریب جا کر اپنی رسٹ واچ میں وقت دیکھا اور پھر ڈاکٹر ہارڈاسن نے مشین کے اوپر لگا ہوا سرخ رنگ کا ایک لیور نیچے کر دیا۔ ایسا کرتے ہی دیوار پر لگی ہوئی سکرینیں روشن ہو گئیں اور ان پر آڑھی ترچھی لکیریں جھلکنے لگیں۔ اسی لمحے مشین کے گرد موجود دوسرے آدمیوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ سب اپنے سامنے لگے ہوئے بڑے بڑے ڈائلوں کو تیزی سے گھما رہے تھے اور پھر سکرینوں پر مناظر واضح ہونے شروع ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے اپنے سامنے لگے ہوئے ڈائل کو دیکھتے ہوئے ان سب کو اشارہ دیا اور وہ سب تیزی سے وہاں سے ہٹ گئے اور مشین کی دوسری

جگہوں پر کھڑے ہو گئے۔

اب دیوار پہ لگی ہوئی سکرینوں پہ مناظر واضح نظر آ رہے تھے۔ اور عمران یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہر سکرین پر مختلف شہروں کے مناظر موجود تھے۔ تقریباً ملک کے تمام قابل ذکر شہر سکرینوں پر موجود تھے

درمیان میں لگی ہوئی بڑی سکرین پہ دارالحکومت کا منظر موجود تھا۔ ابھی تک عمران مجرموں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

پھر ڈاکٹر نے ایک بار پھر گھڑی دیکھی اور سرخ رنگ کا ایک بڑا سا بٹن دبا دیا، دوسرے لمحے مشین میں ایک زوردار گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور مشین کے سامنے کے رخ پر لگے ہوئے مختلف ڈائلوں میں موجود سوئیاں تھرتھرانے لگیں۔ اور مشین کے اوپر موجود شیشے کے ایک بہت بڑے جار میں موجود سبز رنگ کے سیال میں بلبلے سے پیدا ہونے لگے اور پھر وہ بلبلے تیزی سے جار کے اوپر لگی ہوئی نال کے ذریعے اوپر جانے لگے۔ نال چھت سے ہوتی ہوئی اوپر سجانے کہاں تک چلی گئی تھی۔ اسی لمحے ڈاکٹر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور پھر مشین سے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

" آج میری سالوں کی محنت رنگ لانے گی اور دنیا قیامت تک ڈاکٹر براؤن کے نام کو یاد رکھے گی میں موسم کا بادشاہ ہوں۔ ویدر باس۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ ہا " ——— ڈاکٹر براؤن مسلسل قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ مسرت اور کامیابی کا آبشار بہہ رہا تھا۔

" ڈاکٹر تمہیں یہ کیا ہو رہا ہے " ——— نیپیر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا

" آج مجھے کچھ نہ کہو نیپیر۔ آج میں بے پناہ خوش ہوں۔ بے پناہ خوش۔ آج میری زندگی بھر کی محنت رنگ لا رہی ہے۔ جو خواب آج سے بیس سال پہلے میں نے دیکھا تھا۔ آج اس کی تعبیر میرے سامنے ہے۔ اس وقت میں اس ملک کے مقدر کا مالک

ہوں۔ تم دیکھنا تین دن کے اندر میں اس ملک کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دوں گا میں اس کی معیشت کو اس حد تک نقصان پہنچاؤں گا کہ یہ ملک صدیوں تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔ ہا میرا نام ویدر باس ہے ویدر باس اس ملک میں کامیابی کے بعد میں اس سے بڑی مشین بناؤں گا اور وسیع دائرہ اور پھر ایک وقت ہو گا کہ پوری دنیا کا موسم میرے کنٹرول میں ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں پوری دنیا کی معیشت کا مالک میں ہوں گا۔ میں اس دنیا کا مالک ہوں گا۔ ایسا حاکم جو جب بھی چاہے کسی ملک کو صرف ایک بٹن دبا کر تباہ کر دے " ——— ڈاکٹر براؤن نے چیخ چیخ کر کہا۔ شاید بے پناہ خوشی نے اس کا دماغ مفلوج کر دیا تھا۔

" ڈاکٹر ہوش میں آؤ ابھی آپریشن کی ابتدا ہے۔ ایسا نہ ہو تمہاری بے پناہ خوشی تمہیں ناکارہ کر دے " ——— نیپیر نے ڈاکٹر کو کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا اور پھر ڈاکٹر ایک جھٹکا کھا کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی ابھر آئی۔

" واقعی نیپیر بے پناہ خوشی نے مجھے بے خود کر دیا تھا۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے بروقت جھنجھوڑ دیا۔ ورنہ نجانے کیا ہو جاتا " ——— ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر مشین کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے دیکھا کہ سکرینوں پر موجود شہروں کا مطلع ابھی تک صاف تھا۔ اب ابر آلود ہونا شروع ہو گیا تھا۔ گہرے سیاہ رنگ کے بادلوں نے شہروں کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔ اور مشین کے سامنے کے رخ پر موجود ایک بڑے سے ڈائل میں موجود سرخ رنگ کی موٹی سی سوئی تیزی سے چند سوں پہ ہٹتے کر اس کر کے نیلی جا رہی تھی شیشے کے جار میں موجود سیال بلبلے بن بن کر نال کے ذریعے اوپر چلا جا رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود جار میں سیال کی سطح کم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ ویسے کا ویسے ہی بھرا ہوا تھا۔ اور پھر جیسے ہی سوئی دو سو کے سرخ رنگ کے نشان سے پہ پہنچی۔ ڈاکٹر نے ایک

پورا دبا دیا۔ اور دوسرے لمحے عمران کی آنکھیں حیرت سے ابل آئیں۔ کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ ہر شہر پر شدید بارش شروع ہو گئی۔ شدید ترین بارش۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پانی کی ایک چادر سی آسمان سے نیچے آ رہی ہو اور جیسے آسمان پھٹ پڑا ہو۔ بارش لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی چلی جا رہی تھی۔

"دیکھو عمران اس وقت پورے ملک میں بارش ہو رہی ہے طوفانی بارش جس کا نام ہے ہوں۔ جوں جوں وقت گزرے گا بارش تیز ہوتی چلی جائے گی۔ جار میں موجود پیالوں تین دن تک مسلسل بارش برسا سکتا ہے اور تم خود اندازہ کرو کہ چند گھنٹے کی مسلسل اور تیز ترین بارش کے بعد ان شہروں کا حشر کیا ہو گا اول تو یہی بارش سب کچھ تباہ کر دے گی اور پھر اس کے نتیجے میں ملک میں موجود تمام دریا ابل پڑیں گے جب بارش بند ہو گی تو یہ ملک سیلاب کی لپیٹ میں ہو گا۔ ایک انتہائی خوفناک اور بھیانک سیلاب جسے کوئی نہیں روک سکتا یہ ایک ایسی جنگ ہے جس میں ان کا تمام وسائل دھرا کا دھرا رہ جائے گا ہر طرف تباہی کا دیو ناچے گا۔ خوفناک تباہی کا دیو حتیٰ کہ اس ملک کا تمام اسلحہ بھی اس سیلاب میں بہہ جائے گا۔ اور اس وقت میرا ملک اس ملک کو بچانے کے لئے کارروائی کرے گا اور بڑی آسانی سے اس ملک پر قبضہ کر لے گا۔ خالی زمین پر قبضہ اور پھر اس ملک میں ہم اپنی بستیاں بسائیں گے۔ اپنے شہر قائم کریں گے اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو گا۔ صرف میری وجہ سے۔ ڈاکٹر براؤن کی وجہ سے ہا۔ ہا۔ ہا ——— ڈاکٹر براؤن نے ایک بار پھر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ وہ بار بار آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا تھا۔

اور یہ تھا ان کا مشن آپریشن پورے ملک کی مکمل اور یقینی تباہی۔ ایسی تباہی جس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا تھا۔

"ڈاکٹر تم قاتل بنتے جا رہے ہو۔ کروڑوں بے گناہ افراد کے قاتل تم سائنسدان ہو

اگر اب تم قاتل بن جاؤ گے تمام دنیا قیامت تک تم پر تھوکتی رہے گی۔ اب بھی وقت ہے۔ ڈاکٹر! اپنا منصوبہ ترک کر دو۔ اس تباہی کو روک لو ورنہ تم انسانیت کے قاتل کہلاؤ گے" ——— عمران غصے سے چیخ پڑا۔

"تم چپ رہو تم نہیں جانتے میں نے اس منصوبے کی کامیابی کے لئے کتنی محنت کی ہے دوسرے سائنسدان ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بناتے رہے اس دنیا کو بموں سے تباہ کرنے کے منصوبوں میں مصروف رہے مگر میں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور تم دیکھ رہے ہو کہ میرا راستہ کتنا صحیح ہے ہائیڈروجن بموں کا توڑ نکالا جا سکتا ہے۔ ایٹم بموں کو ناکارہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر آسمان سے گرتے ہوئے پانی کو کون روک سکتا ہے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور یہی دوسرے سائنسدانوں پر میری برتری کا ثبوت ہے۔ تمہارا ملک بدقسمت تھا جو ہمارے ملک کی دشمنی کی بنا پر میرے پہلے تجربے کا نشانہ بنا اب تو اس کی مکمل تباہی مقدر بن چکی ہے" ——— ڈاکٹر نے کہا۔

بارش مسلسل ہو رہی تھی۔ اب تو اس کا زور پہلے سے کہیں بڑھ گیا تھا سکرین پر موجود تمام منظر چھپ گیا تھا۔ صرف پانی کی چادریں ہی گرتی نظر آ رہی تھیں اور عمران محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت شہروں کا کیا حال ہو گا اور آئندہ کیا ہو گا۔ اس کا تصور ہی اسے پاگل کر دینے کے لئے کافی تھا مگر وہ بے بس تھا۔ اس کا ملک پاگل سائنسدان کے ہاتھوں تباہ ہو رہا تھا اور وہ صرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے سوا کچھ نہ کر سکتا تھا۔ یہ بے بسی کی انتہا تھی بے بسی کی انتہا۔ اور ان کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ اور ایسا ہو بھی جاتا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ عمران جیسا حساس اور محب الوطن آدمی آخر کب تک برداشت کرتا۔ کب تک اپنے آپ پر قابو رکھتا۔

سر سلطان کے رسیور رکھتے ہی تنویر نے بھی رسیور رکھا۔ اس کا دماغ تلا بازیاں کھا رہا تھا۔ آج پہلی بار اس پر براہ راست بھاری ذمہ داری آن پڑی تھی۔ اب تک وہ صرف ایکس ٹو کی ہدایات پہ کام کرنے کا عادی تھا۔ اب اسے جو کچھ بھی کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔ اور قطعی اندھیرے میں تھا۔ اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا کہ اصل چکر کیا ہے۔ اور وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ مگر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کچھ کر کے دکھلائے گا۔ اور اگر اس نے کچھ کر دکھلایا تو پوری سیکرٹ سروس پر اس کی دھاک بیٹھ جائے گی۔ اور جو لوگ اب تک یہی سمجھتے ہیں کہ تنویر صرف ایک جذباتی آدمی ہے انہیں معلوم ہو جائے گا کہ تنویر میں کیا کیا صلاحیتیں ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا یہ نادر موقع تھا۔ اور تنویر اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا قطعی فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کر کے رسیور اٹھایا اور نعمانی کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے اور پھر دوسرے لمحے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ جب فوراً ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس نعمانی سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے نعمانی کی آواز سنائی دی۔

"تنویر بول رہا ہوں" ——— تنویر نے بڑے باوقار لہجے میں کہا اور کیا آخر وہ اس وقت انچارج تھا۔

"اوہو! تنویر بھائی بول رہے ہیں۔ فرمایئے کیسے یاد کیا" ——— نعمانی نے دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔

"نعمانی فوراً میرے فلیٹ پہ پہنچو۔ ایک ایمرجنسی ہے۔ پوری طرح تیار ہو کر آنا" ——— تنویر نے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر وہ تیزی سے ڈریسنگ روم میں گھس گیا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کر کے اس نے اپنا ریوالور لوڈ کیا اور اسے بغلی ہولسٹر میں رکھ کر واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

چند ہی لمحوں بعد کال بیل بجی اور تنویر نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ نعمانی اندر آ گیا۔

"ہیلو تنویر کیا ایمرجنسی ہے" ——— نعمانی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ شاید اسے کیا توقع تھی مگر جب اس نے کمرہ خالی دیکھا تو اس کا چہرہ لٹک گیا۔

"بیٹھو" ——— تنویر نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی ہی سنجیدگی سے کہا اور نعمانی کچھ نہ سمجھتے ہوئے صوفے پہ بیٹھ گیا۔ وہ بڑی حیرت بھری نظروں سے تنویر کو دیکھ رہا تھا۔ اسے آج تنویر کا لہجہ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ محسوس ہو رہا تھا۔ ورنہ تنویر تو انتہائی سدا بہار طبیعت کا مالک تھا۔ وہ تو کسی اہم سے اہم مسئلہ کو بھی پرکاہ سے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔

اور تنویر نے سر سلطان سے ہونے والی بات چیت تفصیل سے نعمانی کو بتلا دی اور جب بات ختم ہوئی تو نعمانی کے چہرے پہ سنجیدگی چھا گئی۔

"اگر یہ بات ہے تنویر تو ہمیں فوری طور پہ کوئی نہ کوئی ایکشن ضرور لینا چاہیئے۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہماری پوری ٹیم مجرموں کے پھندے میں پھنس چکی ہے اور جہاں تک سیلی کاپٹر کا تعلق ہے ضرور عمران اس سیلی کاپٹر میں موجود ہوگا۔ مجرم سیلی کاپٹر کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے اور عمران بھی ان کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا

ہوگا" ــــــ نعمانی نے کہا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ مگر اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کو کہاں ڈھونڈیں اور کیسے ڈھونڈیں" ــــــ تنویر نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں پر ہیل کا چکر گرا ہے وہاں پر مجرموں کا ہیڈ کوارٹر بھی ہوگا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے عمران کو لے جا سکتے" ــــــ نعمانی نے کہا۔

اور پھر اچانک تنویر اچھل پڑا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال آ گیا۔

"ٹھہرو میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ثابت ہوا تو ہم بڑی آسانی سے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کو تلاش کر لیں گے" ــــــ تنویر نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب" ــــــ نعمانی کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔ مگر تنویر نے جواب دینے کی بجائے رسیور اٹھا لیا اور سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"سر میں تنویر بول رہا ہوں۔ نعمانی میرے ساتھ بیٹھا ہے۔ ہم مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کو فوری طور پر ٹریس کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔ آپ ایسا کریں کہ وزارت خارجہ کے ٹرانسمیٹر روم میں داخلے کی ہمیں اجازت دلوا دیں"۔ تنویر نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں انہیں فون کر دیتا ہوں۔ کوئی اتنی تو ہوگا۔ اور تم اپنا اور نعمانی کا نام بتا دینا وہ تمہیں ہر سہولت مہیا کریں گے" ــــــ سر سلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر! مجھے یقین ہے کہ مجرموں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے" ــــــ تنویر نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"ہاں تنویر اور سنو! مجھے ابھی ابھی ڈاکٹر داور کا ٹیلیفون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا

تھا کہ عمران نے ان سے کسی کیس کے سلسلے میں تفصیلی بات چیت کی تھی۔ تم ان سے بات کرو۔ میرا حوالہ دینا۔ وہ شاید تمہیں کوئی کلیو دے دیں" ــــــ سر سلطان نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر" ــــــ تنویر نے جواب دیا اور دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے پر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"چلو نعمانی ٹرانسمیٹر روم میں چلیں۔ میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے" ــــــ

تنویر نے کہا اور پھر وہ دونوں فلیٹ سے باہر نکل آئے۔ تنویر نے اپنا موٹر سائیکل سنبھالا اور نعمانی نے اپنا اور پھر چند لمحوں بعد ان کے موٹر سائیکل کافی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ٹرانسمیٹر روم کے گیٹ پر پہنچ گئے اور ایکسٹو کا نام لیتے ہی انہیں فوری طور پر ــــــ ٹرانسمیٹر آپریشن روم پہنچا دیا گیا جہاں بے شمار مختلف قسموں کے اور مختلف سائزوں کے ٹرانسمیٹر باقاعدہ ورک کر رہے تھے درمیان میں ایک میز پر آپریشن روم کا انچارج بیٹھا تھا

"کوئی ایسی کال ملی ہے جس میں سیکرٹ سروس کا حوالہ ہو" ــــــ تنویر نے انچارج سے سوال کیا۔

"نو سر۔ کوئی ایسی کال نہیں ملی" ــــــ انچارج نے جواب دیا۔

"اچھا آپ ایسا کریں کہ کسی ٹرانسمیٹر پر فریکونسی الیون چھپن سات تھاؤزنڈ زیرو پوائنٹ ڈبل الیون سیٹ کریں اور عمران کو کال کریں" ــــــ تنویر نے انچارج سے کہا۔

"آپ خود ہی کوشش کریں" ــــــ انچارج نے کہا اور پھر اس نے ایک آدمی کو بلا کر احکامات دیئے اور چند لمحوں بعد تنویر ایک کافی بڑے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ آپریٹر نے تنویر کی بتلائی ہوئی فریکونسی سیٹ کی۔

"ہیلو عمران۔ ہیلی عمران تنویر کالنگ یو۔ ہیلو علی عمران تنویر کالنگ یو"۔۔۔۔ تنویر نے بار بار یہ فقرے دہرانے شروع کر دیئے۔

"سنو آپریٹر۔ جیسے ہی بات ہو تم لوکیشن شو کرنے والی مشین آن کر دینا"۔۔۔۔ تنویر نے آپریٹر سے کہا اور آپریٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اور تنویر دوبارہ کال کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مگر بار بار کال کرنے کے باوجود کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔ کافی دیر تک مسلسل کال کرنے کے باوجود جب تنویر مایوس ہونے لگا تو اچانک دوسری طرف سے جواب ملا۔

"یس عمران سپیکنگ اوور"۔۔۔۔

مگر لہجہ عمران کا نہیں تھا۔ تنویر نے جواب ملتے ہی آپریٹر کی طرف دیکھا اور آپریٹر نے تیزی سے ایک اور بٹن دبا دیا۔

"ہیلو عمران صاحب میں تنویر بول رہا ہوں۔ آپ مجھے ڈینجر پوائنٹ دیں اوور"۔ تنویر نے کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں تم فکر نہ کرو اوور"۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ڈینجر پوائنٹ بتاؤ جلدی۔ اوور"۔۔۔۔ تنویر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تنویر ڈینجر ......"۔۔۔۔ اچانک عمران کی اصل آواز دور سے تنویر کے کان میں پڑی۔ مگر ڈینجر کے بعد اس کی آواز بند ہو گئی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے زبردستی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو اور اسی لمحے ٹرانسمیٹر کا رابطہ ختم ہو گیا۔

تنویر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ نعمانی کا خیال درست ثابت ہوا تھا۔ عمران وغیرہ خطرے میں تھے۔ اور اتنا کافی تھا۔

"کیا لوکیشن ٹریس ہوئی"۔۔۔۔ تنویر نے آپریٹر سے سوال کیا۔

"جی ہاں یہ لوکیشن بحرین کالونی کی بنتی ہے"۔۔۔۔ آپریٹر نے حساب لگاتے ہوئے کہا۔

"مگر بحرین کالونی میں کس جگہ؟ بحرین کالونی تو بے حد بڑی ہے"۔۔۔۔ تنویر نے پوچھا۔

"ہم زیادہ سے زیادہ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ بحرین کالونی کی وسطی جگہ ہے۔ دراصل یہ کال ان ڈائریکٹ ہوئی ہے آپ نے جس فریکوئنسی پہ کال کیا ہے اس فریکوئنسی کو کسی اور ٹرانسمیٹر نے کیچ کیا ہے اور بات ہوئی ہے۔ اس لئے ہم صحیح پوزیشن نہیں بتلا سکتے۔ صرف اتنا بتلا سکتے ہیں کہ یہ کال بحرین کالونی کے وسطی علاقے تک پہنچ گئی ہے"۔۔۔۔ آپریٹر نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوکے"۔۔۔۔ تنویر نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا مسئلہ تو پھر وہیں کا وہیں رہا تھا۔ اب بحرین کالونی کی ایک ایک کوٹھی کو وہ کہاں سے چھانتے۔ اچانک اسے ڈاکٹر داور کا خیال آیا۔ اس نے انچارج کے ٹیلیفون پر ڈاکٹر داور کے نمبر ڈائل کئے جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"داور سپیکنگ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی باوقار آواز سنائی دی۔

"سر میں تنویر بول رہا ہوں۔ سیکرٹ سروس کا ایک رکن ابھی ابھی سر سلطان نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ سے رابطہ قائم رکھوں۔ عمران نے شاید کسی کیس کے سلسلے میں آپ سے بات چیت کی تھی"۔۔۔۔ تنویر نے مکمل تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اس نے مجھ سے بات چیت کی تھی۔ مگر اب تم کیا چاہتے ہو"۔۔۔۔ ڈاکٹر داور نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"سر بات یہ ہے کہ عمران اور سیکرٹ سروس کے دوسرے رکن مجرموں کی قید میں ہیں اور انتہائی خطرے میں ہیں میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر مجرموں کا سیٹ کراؤ

ٹریس کرکے عمران کو امداد مہیا کر دوں"—— تنویر نے کہا۔

"عمران خطرے میں ہے۔ اوہو۔ ویری بیڈ۔ اچھا تم ایسا کرو۔ فوراً میری کوٹھی پہنچو۔ ہم مل کر کوشش کرتے ہیں"—— ڈاکٹر داور نے کہا اور تنویر نے اچھا کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

جیسے ہی وہ باہر نکل کر آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آسمان گہرے سیاہ رنگ کے بادلوں سے ڈھک چکا تھا۔

"جلدی چلو نعمانی! شاید بارش ہونے والی ہے"—— تنویر نے کہا اور پھر انہوں نے موٹر سائیکلوں کو پوری سپیڈ پر داور ہاؤس کی طرف دوڑا دیا۔

ابھی وہ آدھے راستے میں ہی تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ جب وہ ڈاکٹر داور کی کوٹھی پر پہنچے تو پانی سے بری طرح بھیگ چکے تھے۔ اس وقت بارش انتہائی تیز ہو چکی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑا ہو۔

انہوں نے کال بیل بجائی ڈاکٹر داور خود دروازہ کھولنے آئے۔ تعارف کے بعد وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ ان کی لڑکی نسیم نے آتش دان میں آگ جلا دی اور وہ آگ کے قریب بیٹھ گئے۔

"بڑی طوفانی بارش ہے سر"—— نعمانی نے ڈاکٹر داور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! تم لوگ ذرا ہوش میں آجاؤ تو میں عمران کے کیس کو چیک کروں۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ بارش مصنوعی ہے اور اگر یہ مصنوعی ہوئی تو ہم مجرموں کو باآسانی ٹریس کرلیں گے"—— ڈاکٹر داور نے کہا اور وہ دونوں حیرت سے ڈاکٹر داور کو دیکھنے لگے جیسے انہیں ان کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"مصنوعی بارش! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"—— دونوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

اور پھر ڈاکٹر داور نے مختصر طور پر اس کیس کی تفصیلات انہیں بتلا دیں۔

"اچھا تو یہ بات ہے پھر تو معاملہ واقعی بے حد سیریس ہے۔ آپ ہماری فکر نہ کریں عمران کو چیک کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم وقت ضائع کرتے رہیں اور ملک کو کوئی نقصان پہنچ جائے"—— تنویر نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"او کے"۔ ڈاکٹر داور نے کہا اور پھر اس نے انہیں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ ڈاکٹر داور کی رہنمائی میں کوٹھی کی چھت پر چلے گئے۔

بارش بے حد زور وں پر تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آسمان پر سے پانی کی چادر نیچے گر رہی ہو۔ چھت پر ایک بالکونی موجود تھی جس میں سٹینڈ پر ایک کیمرہ نما مشین فٹ تھی۔ اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا سلنڈر بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر داور نے سلنڈر کو ایک اور سٹینڈ پر کسا اور پھر اس کا منہ کھول دیا۔ ہلکی سی سنسناہٹ سے اس سے دودھیا رنگ کی گیس خارج ہونے لگی۔

ڈاکٹر داور بھاگ کر بالکونی میں موجود ایک کمرے میں گئے اور جب وہ واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں چمڑے کا بنا ہوا کافی بڑا غبارہ تھا جس کے نیچے ایک چھوٹی سی مشین تھی۔ ڈاکٹر داور نے وہ غبارہ ایک کھلی جگہ پر پھینک دیا۔

"اتنی شدید بارش میں یہ کیسے اٹھے گا"—— تنویر نے پوچھا۔

"اس میں ایسی گیس بھری ہوئی ہے جو بارش کے دباؤ کے باوجود اس غبارے کو بلندی پر لے جائے گی"

ڈاکٹر داور نے جواب دیا اور اسی لمحے ان دونوں کو اس بات کا ثبوت مل گیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شدید بارش کے باوجود غبارہ تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔

ڈاکٹر داور نے کیمرے نما مشین کا بٹن آن کر دیا اور پھر اس کی سکرین پر سرخ رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ نقطہ تیزی سے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اور ڈاکٹر داور تیزی سے ہینڈل گھما کر اسے پھر نیچے لے آتا سکرین کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا ڈائل تھا

جو عجیب و غریب قسم کے ہندسوں سے پُر تھا اور اس میں دو سوئیاں موجود تھیں جن میں سے ایک کا رنگ سبز اور دوسری کا سرخ تھا۔ مگر دونوں سوئیاں قطعی ساکن تھیں۔

تنویر اور نعمانی دونوں خاموشی سے ڈاکٹر داور کی حرکات کو دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر داور پوری توجہ سے اس سرخ بٹن کو سکرین کے سنٹر میں رکھنے میں مصروف تھے۔

پھر اچانک کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز بلند ہوئی۔ اور ڈاکٹر داور چونک پڑے اور پھر تنویر اور نعمانی نے دیکھا کہ سیٹی کی آواز بلند ہوتے ہی ڈائل پر موجود دونوں سوئیوں نے حرکت کی اور پھر وہ مختلف سمتوں میں مخصوص ہندسوں پر ٹھہر گئیں۔

ڈاکٹر داور نے اب ہینڈل گھمانا شروع کر دیا اور جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس نے وہ ہندسے نوٹ کر لئے جن کی طرف وہ سوئیاں اشارہ کر رہی تھیں۔ اور پھر بٹن دبا کر انہوں نے کیمرہ بند کر دیا۔ اور سٹینڈ پر لگے ہوئے سلنڈر کا منہ بھی ڈھکن سے بند کر دیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میرا خیال صحیح ثابت ہوا۔ یہ بارش مصنوعی طور پر برسائی جا رہی ہے۔ یہ ضرور مجرموں کی چال ہے" ——— ڈاکٹر داور نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"مگر سر وہ مجرموں کا ہیڈ کوارٹر" ——— تنویر نے دبے دبے لہجے میں پوچھا۔

"وہ بھی ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ———

ڈاکٹر داور نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب سیڑھیاں اتر کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ ان دونوں کو وہاں بیٹھنے کا اشارہ کر کے ڈاکٹر داور کمرے سے باہر چلے گئے۔ اور پھر چند لمحے بعد وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوئے تو ان کے ہاتھ میں ایک تہہ کیا ہوا بڑا سا کاغذ تھا۔ انہوں نے کاغذ کھول کر درمیانی میز پر بچھا دیا۔ یہ دارالحکومت کا تفصیلی نقشہ تھا۔ مگر اس نقشے پر اور بھی عجیب و

غریب قسم کے نشانات چھپے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر داور نے جیب سے کاغذ نکال کر ساتھ رکھا اور میز پر پڑا ہوا میٹر اٹھا لیا۔ جیب سے قلم نکال کر انہوں نے اس میٹر پر مختلف ہندسے لکھانے شروع کر دیئے ساتھ ساتھ انہوں نے نقشے پر لکھے ہوئے نشانات بھی لگانے شروع کر دیئے پھر ان کا حساب لمحہ بہ لمحہ پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ تنویر اور نعمانی ہونقوں بنے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ تقریباً پیڈ کا تمام کاغذ ہندسوں سے پُر ہو چکا تھا۔ اور آخر کار انہوں نے چار ہندسے لکھ لئے اور پھر انہوں نے نقشے پر مختلف سمتوں میں وہ چار ہندسے لکھ لئے اور ان کے درمیان لائنیں کھینچ دیں۔ جس جگہ ان دونوں لائنوں نے ایک دوسرے کو کراس کیا۔ وہاں انہوں نے گول دائرہ بنا دیا اور پھر کاغذ کی دوسری طرف انہوں نے اس کا رزلٹ لکھ دیا۔

"بحرین کالونی کوٹھی نمبر ۱۶" ———

"یہ ہے مجرموں کا ہیڈ کوارٹر جہاں سے وہ مصنوعی بارش برسا رہے ہیں"

ڈاکٹر داور نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کوٹھی نمبر ۱۶ ——— کیا آپ کو قطعی یقین ہے" ——— تنویر اور نعمانی دونوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں ——— یہ حساب غلط نہیں ہو سکتا۔ تم بس اب اس کوٹھی پر دھاوا بول دو میرا جو کام تھا وہ میں نے کر دیا۔ اب آگے آپ کا کام شروع ہوتا ہے۔ آپ جانیں آپ کا کام" ——— ڈاکٹر داور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ڈاکٹر داور ——— اب ہم سب کچھ سنبھال لیں گے" ——— تنویر نے کہا۔ اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ نعمانی بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر وہ دونوں ڈاکٹر سے ہاتھ ملا کر باہر کی طرف بڑھ گئے۔

"سنو تم دونوں کس چیز پر آئے ہو" ——— ڈاکٹر داور نے ان سے پوچھا۔

"موٹر سائیکلوں پر" ——— تنویر نے جواب دیا۔

"اتنی شدید بارش میں اب موٹر سائیکل کام نہیں دیں گے تم میری کار لیجاؤ"۔ ڈاکٹر داور نے انہیں پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اس طرح ہم باآسانی پہنچ جائیں گے"۔ ——— تنویر نے فوراً ان کی پیشکش قبول کر لی۔ اور پھر ڈاکٹر داور نے انہیں اپنی سپورٹس کار نکال کر دے دی۔ اور وہ دونوں کار لے کر کوٹھی سے باہر آ گئے۔

بارش بے حد شدید تھی۔ مگر تنویر اس کے باوجود خاصی تیز ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ اپنے اندازے سے ہی کار کو آگے بڑھاتا لے گیا۔ سڑکوں پر کوئی ٹریفک نہیں چل رہی تھی۔ اس لئے اسے فوری ایکسیڈنٹ کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک کالونی میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر تنویر نے کار روک لی۔

"یہ بحرین کالونی کا چوک ہے۔ یہاں سے سامنے کے رخ پہلی کوٹھی کا نمبر دس ہے۔ یہاں میرا ایک دوست رہتا ہے ہماری مطلوبہ کوٹھی اس کوٹھی سے چھٹے نمبر پر ہوگی" ——— تنویر نے کہا۔

"تو پھر کار روک دیں اور پیدل چلیں۔ کہیں مجرم کار کی موجودگی میں ہوشیار نہ ہو جائیں" ——— نعمانی نے کہا۔

"نہیں ——— اب چاہے مجرم کتنے ہی ہوشیار ہوں ہمیں ان پر دھاوا بولنا ہی ہے۔ زیادہ احتیاط میرے نزدیک حماقت ہوتی ہے"۔

تنویر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا اور نعمانی خاموش ہو گیا۔ وہ تنویر کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا کہ تنویر کس طرح اندھا دھند کام کرنے کا عادی ہے

تنویر نے کار سٹارٹ کی اور پھر جیسے ہی وہ چھٹی کوٹھی کے قریب پہنچے۔ تنویر نے نعمانی کو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا اور پھر تنویر نے کار کوٹھی کے گیٹ کی طرف موڑی اور پھر پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا۔

کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح ایک دھماکے سے گیٹ سے ٹکرائی اور پھر گیٹ توڑتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔ تنویر اور نعمانی کو زبردست جھٹکا لگا تھا مگر چونکہ وہ دونوں ہوشیار تھے اس لئے ٹھیک ٹھاک رہے۔ تنویر اسی سپیڈ سے کار دوڑاتا ہوا سیدھا پورٹیکو میں لیتا چلا گیا۔

پھر کار رکتے ہی تنویر اور نعمانی اچھل کر باہر آ گئے۔

اسی لمحے اچانک ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ تقریباً دس مشین گنوں کی نالیاں ان کے جسموں کی طرف رخ کئے ہوئے تھیں۔

"خبردار ——— ریوالور پھینک دو ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے" ——— ایک آدمی نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

اور نعمانی نے تو ریوالور پھینک دیا، مگر تنویر نے اچانک اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے ان کے سروں کے اوپر سے ہوتا ہوا دور جا گرا۔ اور ساتھ ہی اس نے ان پر فائر بھی کھول دیا۔ اور دو آدمی اس کی گولیوں کی زد میں آ گئے۔ باقی لوگوں نے بھی فائر کھول دیئے تھے۔ مگر تنویر ستون کی آڑ لے چکا تھا۔ ادھر نعمانی فرش پر لیٹ گیا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ تنویر کسی اور کو نشانہ بناتا۔ اچانک اس کی پشت پر سے اس کے ہاتھ کو جھٹکا لگا۔ اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دوسرے لمحے اس کی پشت پر مشین گن کی نال چبھ گئی۔

"خبردار" ——— ساتھ ہی کرخت آواز سنائی دی اور تنویر نے بھی بادل نخواستہ ہاتھ اٹھا دیئے۔ پھر دوسرے لوگ بھی ان کے گرد پہنچ گئے۔ دوسرے لمحے نعمانی اور

تنویر کو سٹین گنوں کی نالوں پر اندر لے جایا گیا۔

مختلف گیلریوں سے گزر کر وہ انہیں لے کر آہنی دروازے کے سامنے جا کر رک گئے۔ ان میں سے ایک نے بڑھ کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازے پر سبز رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اسی لمحے اس آدمی نے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس کا بٹن دبا کر دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ بٹن دبتے ہی سبز رنگ کے بلب کی بجائے سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا۔ اس آدمی نے دوبارہ مخصوص انداز میں دروازے پر دستک دی۔ دوسری بار دستک دیتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اندر سے مشین کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

" اندر چلو "

پہرے داروں کے انچارج نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔ اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے ساتھی لیبے کے خولوں میں قید ہیں۔

پھر جیسے ہی تنویر اور نعمانی کی نظریں عمران سے ٹکرائیں عمران نے انہیں مخصوص اشارہ کر دیا۔

تنویر اور نعمانی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔

" یہ کون ہیں " ——— فلیپر نے آگے بڑھ کر ان کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

" باس یہ دونوں آدمی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے کہ ہم نے انہیں گھیر لیا۔ ویسے اس آدمی نے دو آدمی بھی مار ڈالے ہیں " ——— پہرے دار نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" ہونہہ " ——— فلیپر بغور تنویر اور نعمانی کی طرف دیکھنے لگا۔

" کون ہو تم اور کوٹھی میں کیوں گھسے ہو " ——— اس نے نعمانی سے مخاطب ہو

کر کہا۔ تنویر ایک طرف کھڑا تھا۔ پھر اس کی نظریں عمران پر جم گئیں جو آئی کوڈ میں اسے بتلا رہا تھا کہ اس کونے میں لگا ہوا وہ سرخ ہینڈل اوپر کر دے تو وہ آزاد ہو سکتے ہیں۔

" شدید بارش کی وجہ سے ہم بھول کر اس کوٹھی کے اندر آ گئے تھے " ——— نعمانی نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

" شٹ اپ یو نانسنس " ——— فلیپر نے آگے بڑھ کر نعمانی کے تھپڑ مارنا چاہا اور اسی لمحے اس کے قریب کھڑا تنویر اچانک اس پر جھپٹ پڑا اور دوسرے لمحے وہ فلیپر کی گردن میں بازو ڈال کر اس کی پشت پر آ گیا۔

فلیپر کے آدمیوں نے سٹین گنیں اٹھائیں۔ مگر سامنے فلیپر تھا۔ اگر وہ گولیاں چلاتے تو سب سے پہلے فلیپر ہی ان کا نشانہ بنتا۔ تنویر نے اسے تیزی سے پیچھے گھسیٹنا شروع کر دیا ———

" خبردار " ——— تمام لوگ اپنے ہتھیار پھینک دو۔ ورنہ میں تمہارے باس کی گردن توڑ دوں گا " ———

تنویر نے جنونانہ لہجے میں ان آدمیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ ان آدمیوں نے ڈاکٹر براؤن کی طرف دیکھا جو مشین کے قریب کھڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

" ہتھیار پھینکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان سب کو گولیوں سے چھلنی کر دو میں اپنے مشن کے لئے فلیپر کی قربانی بھی دے سکتا ہوں " ——— ڈاکٹر براؤن نے چیخ کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔

مگر اس سے پہلے کہ تنویر، نعمانی اور دیگر لوگوں پر اس کے آدمی فائرنگ کرتے تنویر پر فلیپر کا داؤ چل گیا۔ شاید تنویر کی توجہ ڈاکٹر براؤن کی طرف ہو گئی تھی۔ فلیپر نے

ایکدم تنویر کو اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اور خود ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"شوٹ کر دو" ـــــ فلیپر نے چیخ کر کہا۔

اسی لمحے تنویر پہ گولیوں کی بارش ہو گئی۔ مگر تنویر نے نیچے گرتے ہی چھلانگ لگائی اور تقریباً اڑتا ہوا اس جگہ پر جا گرا جہاں اوپر وہ ہینڈل موجود تھا۔

گولیوں کی پہلی بارش سے تو وہ بچ گیا تھا مگر دوسرے لمحے اس پر دوسری بوچھاڑ ہوئی اور اب تنویر ان کے بالکل سامنے تھا۔ اس لئے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ انہیں تنویر کی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ مگر تنویر اپنے بچاؤ کے لئے یکدم تیزی سے اوپر کی طرف اچھلا اور پھر اس کا ہاتھ ہینڈل پر پڑ گیا۔ دوسرے لمحے ہینڈل جھٹکے سے نیچے ہو گیا۔ مگر تنویر کی ٹانگوں پر گولیاں لگ گئیں اور تنویر چیخ مار کر نیچے گر پڑا۔

ہینڈل نیچے ہوتے ہی عمران اور اس کے ساتھیوں پر موجود لوہے کے خول غائب ہو گئے۔ اور خول غائب ہوتے ہی وہ سب بجلی کی سی تیزی سے کرسیوں سے اچھلے اور مسلح آدمیوں پہ جا پڑے۔ چونکہ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے انہیں آدمیوں پر جھپٹنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

دوسرے لمحے عمران نے ایک آدمی کے ہاتھ سے مشین گن چھین لی اور پھر اس مشین گن نے قہقہے مارنے شروع کر دیئے۔

ہال میں موت اور زندگی کی خوفناک جنگ شروع ہو گئی۔ عمران کی گولیوں کا سب سے پہلا نشانہ ڈاکٹر براؤن بنا۔ فلیپر صورت حال بدلتے ہی تیزی سے مشین کی آڑ لے چکا تھا۔ اور پھر ہال میں موت کی چیخیں گونج اٹھیں عمران اور اس کے ساتھی بگولوں کی طرح لڑ رہے تھے۔

اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ تمام مسلح آدمیوں کو ختم کر چکے تھے۔ تنویر تو پہلے

بھی زخمی ہو چکا تھا۔

جولیا، نعمانی اور صفدر بھی لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے تھے۔

"خبردار! ہتھیار پھینک دو ـــــ ورنہ میں تم سب کو موت کی شعاعوں سے بھون کر رکھ دوں گا" ـــــ فلیپر نے ریوہیکل مشین کی آڑ سے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب ٹھٹھک کر رک گئے۔

"بکواس کرتا ہے پکڑ لو اسے" ـــــ

عمران نے چیخ کر کہا۔ مگر اسی لمحے فلیپر نے نجانے کون سا بٹن دبایا کہ مشین سے نیلے رنگ کی ایک شعاع نکلی اور عمران اور ٹائیگر جو تقریباً اس کے رخ پر کھڑے تھے اچھل کر ایک طرف ہٹ گئے۔ اور پھر شعاع جس جس جگہ سے بھی گزری اس کے راستے میں آنے والی شے جل کر راکھ ہو گئی تھی

"ہا۔ ہا۔ ہا۔ میں اب بھی تم لوگوں کو تباہ کر سکتا ہوں۔ ہتھیار پھینک کر ہاتھ اٹھاؤ" ـــــ فلیپر نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

عمران تیزی سے بھاگ کر مشین کی دوسری جانب جانے لگا۔ مگر اسی لمحے ایک زسنسناہٹ کی آواز گونجی اور سامنے کرسٹل شیشے کی ایک دیوار نیچے گر گئی اور عمران اس دیوار سے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔ اب وہ واقعی قید ہو چکے تھے۔ باہر نکلنے کا راستہ نہیں تھا اور وہ سب اس خطرناک شعاع کی زد میں تھے۔ اب فلیپر کھڑا ہنس رہا تھا۔

"ہتھیار پھینک دو" ـــــ فلیپر نے چیخ کر کہا۔

مگر عمران نے ہتھیار پھینکنے کی بجائے اپنی مشین گن کا رخ مشین کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

گولیوں کی بوچھاڑ مشین کے ڈائلوں پر لگیں اور دوسرے لمحے ایک ہولناک گڑگڑاہٹ

سے مشین میں دھماکے ہونے شروع ہو گئے۔

"اوہ ـــــ سب کچھ تباہ ہو گیا"

فلپر نے غصے اور جھنجھلاہٹ کی سی چیخ کر کہا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس نے جمپ لگایا اور سکرینوں والی دیوار کے قریب جا کر اس نے تیزی سے ایک بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی دیوار کے نیچے ایک کھڑکی سی کھل گئی۔ اور وہ تیزی سے کھڑکی کراس کر گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی کھٹ کی آواز سے بند ہو گئی۔

مشین میں ابھی تک مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ تمام سکرینیں تاریک ہو چکی تھیں اور عمران اور اس کے ساتھی جن میں چند زخمی بھی تھے۔ اس کمرے میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔ کسی بھی لمحے وہ دیو ہیکل مشین ایک دھماکے سے پھٹ سکتی تھی۔ اور صاف ظاہر تھا کہ مشین کے پھٹتے ہی ان سب کے پرخچے اڑ جاتے۔ سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ موت انہیں اب یقینی اور سامنے نظر آ رہی تھی۔

عمران نے بڑی پھرتی سے اس فولادی گیٹ پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ جس کے ذریعے وہ اندر آئے تھے۔ مگر بے سود گولیوں کا اس گیٹ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

اب تمام مشین میں آگ لگ چکی تھی۔ اور پورا ہال لرزنے لگ گیا تھا۔ دھماکوں میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ موت ان سے اب صرف چند لمحے دور رہ گئی تھی۔

ادھر عمران کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں اور پھر دوسرے لمحے اس کی نظریں تیزی سے اس میز پر پڑیں۔ جس کے اندر ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس نے چھلانگ لگائی اور میز کے قریب پہنچ کر اس نے بڑی پھرتی سے میز کا ڈھکن اٹھایا اور پھر میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دباتے ہی ٹرانسمیٹر باہر نکل آیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے ٹرانسمیٹر اٹھایا۔ اور فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

اب مشین کے دھماکوں کا شور اتنا بڑھ گیا تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے

رہی تھی۔ ایسے میں بھلا وہ ٹرانسمیٹر پر کیا بات کرتا اور پھر کس سے کرتا۔ سب لوگ تو اس کے ساتھ ہی قید تھے۔ اس نے آخری کوشش کی مگر کسی سے کوئی رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس نے جھنجھلا کر میز کے پائے کو لات ماری۔ اور دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میز تیزی سے آگے کھسکتی چلی گئی۔ اب اس جگہ خلا تھا جہاں پر میز موجود تھی۔ نجانے وہ خلا کہاں تک جاتا تھا۔ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ عمران نے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"اس میں چھلانگیں لگا دو۔ ہو سکتا ہے کہ بچ جائیں"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے قریب پڑے تنویر کو اٹھا کر خلا میں پھینک دیا۔ چند لمحوں بعد انہیں ایک ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا۔ پھر جولیا۔ صفدر اور نعمانی کو بھی اسی طرح اٹھا کر اس نے نیچے پھینک دیا۔ باقی لوگوں نے خود ہی چھلانگیں لگا دیں۔ وہ ایک اندھا جوا کھیل رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اوپر بھی موت ہے اور ہو سکتا ہے نیچے بھی موت ہو۔ مگر نیچے کچھ امید تھی اور اسی امید کے سہارے انہوں نے جوا کھیلا تھا۔ آخر میں بلیک زیرو نے بھی چھلانگ لگائی۔ ابھی عمران باہر ہی موجود تھا کہ ایک کان پھاڑ اور اعصاب شکن دھماکہ ہوا۔ اسی لمحے عمران نے بھی چھلانگ لگا دی۔ اور پھر وہ سر کے بل نیچے گرتا چلا گیا۔ اس کے اوپر سے پتھروں کی بارش بھی ہوئی اور اس کی کمر پر بھی چند پتھر لگے۔ مگر پانی میں گرتے ہی وہ نیچے ہی نیچے آگے بڑھتا چلا گیا۔ جب اس نے پانی سے سر نکالا تو تعفن اور بدبو کے مارے اس کا دم گھٹنے کے قریب ہو گیا۔ یہ شاید گٹر لائن تھی اور ان لوگوں نے لاشوں کو اس میں پھینکنے کے لئے یہ رستہ بنایا تھا۔

عمران کے ساتھی نجانے کہاں چلے گئے تھے۔ ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا پانی کا بہاؤ بے حد تیز تھا۔ اور گٹر پورا پانی سے بھرا ہوا تھا۔ پانی کے ساتھ بہتا ہوا

وہ آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اسے دور بجلی سی روشنی نظر آئی۔ اور جب روشنی قریب آئی تو اس نے دیکھا کہ گٹر کا پانی ایک نہر میں کسی آبشار کی طرح گر رہا تھا۔ عمران بھی پانی کے ساتھ ہی نیچے گرا تھا اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ کنارے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے دیکھا کہ اس سے تھوڑی دور اس کے ساتھی بھی کناروں پر چڑھنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

البتہ ٹائیگر اور بلیک زیرو غائب تھے۔ صفدر اور جولیا زخمی ہونے کے باوجود کناروں پر چڑھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ البتہ تنویر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"تنویر کہاں ہے" ——— عمران نے چیخ کر کہا۔

"نجانے وہ کہاں غائب ہو گیا۔ شاید وہ آگے بہہ گیا ہے" ———

کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور عمران تیزی سے آگے کی طرف بھاگنے لگا۔ تنویر بے ہوش تھا۔ اس لئے خطرہ تھا کہ وہ کہیں پانی میں ڈوب نہ جائے۔

نہر کناروں کے ساتھ ساتھ بہہ رہی تھی اور اس کا بہاؤ بیحد تیز تھا۔ نہر کے اردگرد کے تمام علاقے میں پانی ہی پانی تھا۔ اس لئے اسے بھاگنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ مگر ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اسے دور سے ٹائیگر واپس آتا نظر آیا۔ اس نے کاندھے پر کسی کو اٹھایا ہوا تھا۔ جب ٹائیگر قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ اس نے کاندھے پر تنویر کو لادا ہوا تھا۔

"اگر میں تنویر کے پیچھے نہ جاتا تو تنویر یقیناً ڈوب گیا ہوتا" ——— ٹائیگر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ویری گڈ ٹائیگر ——— تم ایسا کرو کہ زخمیوں کو لے کر فوراً یہاں سے چلے جاؤ" ——— عمران نے کہا اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔

البتہ اب سڑکوں پر ٹریفک کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی دارالحکومت پہاڑی علاقہ تھا۔ اس لئے پانی تیزی سے غائب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ عمران کو یہ اطمینان تھا کہ وہ اس خوفناک اور تباہ کن مشین کو برباد کر چکا ہے۔ اس لئے ملک کی سلامتی پر منڈلانے والا خطرہ دور ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو وہاں سے نکلتے ہی تیزی سے ایک طرف بھاگنے لگا۔ وہ جلد از جلد دانش منزل پہنچنا چاہتا تھا تاکہ ملٹری فورس لے کر کوٹھی کو گھیر سکے۔ چنانچہ جلد ہی ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ دانش منزل پہنچ گیا۔ اور اس نے جاتے ہی ملٹری فورس کے نمبر ڈائل کئے رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"ایکس ٹو سپیکنگ" ——

"یس سر! میجر واسطی سپیکنگ فرمائیے" —— دوسری طرف میجر کی آواز سنائی دی۔

"میجر فوراً ملٹری لے کر بحرینیہ کالونی کے علاقے کو گھیر لو۔ اس میں ایک کوٹھی ایسی ہے جس میں دھماکے سے شدید تباہی ہوئی ہے۔ تم اس کوٹھی کو تلاش کر کے اس کی تلاشی لینی ہے جتنے آدمی بھی اس کوٹھی میں ملیں، انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کر لو اور کوٹھی کے تمام سامان و سامان اور دیگر کاغذات وغیرہ پر قبضہ کر لو۔ کوئی چیز تباہ نہ

نظروں سے نہیں چھپنی چاہئے" —— بلیک زیرو نے میجر واسطی کو تفصیل ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

آرڈر دینے کے بعد اس نے رسیور رکھ دیا اور خود سوچنے لگا کہ کوٹھی تو قبضے میں آ گئی مگر فلیپر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اب فلیپر کو ڈھونڈ نکالنا بھی ضروری ہے تاکہ اس خطرے کو جڑ سے ہی اکھاڑ پھینکا جائے مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ فلیپر کہاں غائب ہو گیا ہو گا۔ اب عمران کے وہاں آنے پر ہی اسے تلاش کرنے کا کوئی کام کیا جا سکتا تھا۔ مگر ابھی اسے بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو سپیکنگ" —— اس نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں عمران بول رہا ہوں بلیک زیرو۔ تم ایسا کرو۔ ملٹری فورس کو آرڈر دے کر فوراً کافرستانی سفارت خانے کی عمارت کا محاصرہ کرا لو۔ ہمارے اصل مجرم وہیں موجود ہوں گے۔ اور سر سلطان کو ٹیلی فون کر کے سفارت خانے کے محاصرے کی اطلاع کر دو۔ میں وہیں پہنچ رہا ہوں اور تم خود بھی وہیں پہنچ جاؤ۔ فوراً یہ کام کرو تاکہ مجرم نہ نکل پائیں" ——

"بہت بہتر سر" ——

بلیک زیرو نے جواب دیا اور رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے دوبارہ ملٹری فورس کے دوسرے سیکشن کو رنگ کیا اور اس رجمنٹ کے کمانڈر میجر افضل کو بحیثیت ایکسٹو کافرستانی سفارت خانے کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔

سب سے آرڈر دینے کے بعد اس نے سر سلطان کو رنگ کیا۔ رابطہ جلد ہی مل گیا۔

"سلطان سپیکنگ" —— دوسری طرف سے باوقار آواز سنائی دی۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں جناب" —— بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں

کہا ——

"ارے طاہر کہاں سے بول رہے ہو —— تم ٹھیک ہو، عمران کہاں ہے جلدی بتلاؤ" —— سر سلطان بلیک زیرو کی آواز سنتے ہی خوشی سے چیخ پڑے۔

"ہم سب بخیریت ہیں سر —— ہم نے مجرموں کا ہیڈ کوارٹر تباہ کر دیا ہے اور ملک کو بھیانک ترین خطرے سے بچا لیا ہے۔ عمران صاحب بھی بالکل ٹھیک ہیں۔ مجرم ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو کر کافرستانی سفارت خانے میں موجود ہیں۔ میں نے ملٹری فورس کو کافرستانی سفارت خانے کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اب سفارت خانے میں داخل ہونے کے لئے آپ کے اجازت نامے کی ضرورت ہے"

بلیک زیرو نے انہیں مختصر طور پر حالات بتلاتے ہوئے کہا۔

"مگر کیوں کیس کیا تھا۔ مجھے بھی بتاؤ۔ تم جانتے ہو کہ حکومت کافرستان سے ہمارے تعلقات طویل عرصے کے بعد اب دوبارہ قائم ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ثبوت نہ ملا تو سفارت خانے پر چھاپہ مارنے سے تعلقات دوبارہ خراب ہو جائیں گے۔ اور ہم بین الاقوامی برادری میں بدنام ہو جائیں گے۔ اس لئے مجھے تفصیل بتاؤ"

سر سلطان نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ قطعی بے فکر رہیں۔ تفصیلات کا ابھی وقت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ میں عمران صاحب کے کہنے پر کر رہا ہوں۔ مجرموں کی گرفتاری کے بعد آپ کو حالات بتا دیئے جائیں گے" —— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اگر عمران نے کہا ہے تو پھر میری طرف سے اجازت ہے۔ تم فوری طور پر چھاپہ مارو۔ میں وزیر اعظم سے بات کر کے خود وہیں پہنچ رہا ہوں" ——

سر سلطان نے کہا۔

اور بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا اور پھر خود ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا تاکہ ایکسٹو کا مخصوص لباس پہن کر جلد از جلد سفارت خانے پہنچ سکے۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد اس کی مخصوص کار کافرستانی سفارت خانے کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ سفارت خانے کے قریب پہنچ کر اس نے جیب سے نقاب نکال کر اپنے چہرے پر چڑھا لیا اور کار تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔

فلیپر کھڑکی سے باہر نکلتے ہی ایک گیلری میں آ گیا۔ گیلری میں آتے ہی اس نے شمالی سمت دوڑ لگا دی۔ وہ جانتا تھا کہ کسی بھی لمحے مشین برسٹ ہونے والی ہے اور مشین برسٹ ہوتے ہی پوری کوٹھی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اس لئے وہ جلد از جلد کوٹھی سے نکل جانا چاہتا تھا ان کا مشن تو ناکام ہو ہی چکا تھا۔ ڈاکٹر براؤن بھی مر چکا تھا۔ اس لئے اب اپنی جان بچانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ مگر اسے اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ سیکرٹ سروس کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو چکا ہے جو بذات خود ایک عظیم کامیابی تھی

بھاگتے بھاگتے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا۔ اس نے کمرے کے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا یا۔ بٹن دبتے ہی کمرے کا فرش ایک طرف ہٹتا چلا گیا اب وہاں سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ جب سیڑھیاں

ختم ہوئیں تو آگے ایک طویل سرنگ تھی۔ وہ سرنگ میں بھاگتا چلا گیا۔ جلد ہی سرنگ ختم ہو گئی۔ آگے سپاٹ دیوار تھی۔ اس نے دیوار کے قریب موجود ایک ہینڈل کو کھینچا اور دیوار ایک طرف سرک گئی۔ وہ اس خلا کو کراس کر گیا اب وہ ایک خالی میدان میں نکل آیا تھا۔ بارش بند ہو چکی تھی مگر ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔

وہ میدان سے نکل کر سڑک پر بھاگنے لگا اور پھر جلد ہی ایک ٹیکسی لے لی ٹیکسی والے کو ڈبل کرایہ ادا کر کے وہ کافرستانی سفارت خانے پہنچ گیا۔

سفارت خانے میں جاتے ہی وہ تیزی سے مختلف کمروں سے ہوتا ہوا سفیر صاحب کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا ہوا فلیپر —— یہ بارش کیوں بند ہو گئی۔ کیا مشین خراب ہو گئی ہے"

سفیر صاحب نے اسے دیکھتے ہی پریشان لہجے میں کہا۔

"سب کچھ ختم ہو گیا جناب۔ ڈاکٹر براؤن بھی مارے گئے۔ مشین تباہ ہو گئی۔ تمام ہیڈ کوارٹر برباد ہو چکا ہے۔ میں صرف اکیلا ہی اپنی جان بچا کر یہاں تک پہنچ سکا ہوں" ——

فلیپر نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

اور سفیر صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ فلیپر کیا کہہ رہا ہے۔

"تم کیا بک رہے ہو کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے" ——

سفیر صاحب نے چیخ کر کہا۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں جناب" —— فلیپر نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ —— یہ بہت برا ہوا۔ بہت ہی برا ہوا۔ ڈاکٹر براؤن کی موت ہمارے ملک کا عظیم ترین نقصان ہے۔ ایسا نقصان جو کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ کاش ایسا

"نہ ہوتا" ——

سفیر صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر کرسی پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

چند لمحے خاموشی طاری رہی پھر سفیر صاحب نے سر اٹھایا۔

"مجھے تفصیل بتاؤ کہ ایسا کیوں ہوا۔ کس نے کیا۔ سب لوگ تو گرفتار تھے پھر ایسا کیوں ہوا۔"

سفیر صاحب نے سر اٹھا کر دل گرفتہ لہجے میں پوچھا۔

اور ظلیپر نے تمام تفصیل سفیر صاحب کو بتا دی۔ سفیر صاحب تفصیل سننے کے بعد چند لمحے خاموش رہے۔

"ڈاکٹر سے بنیادی غلطی ہوئی ہے۔ اسے پہلے ان لوگوں کو ختم کر دینا چاہیے تھا"

سفیر صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے کہا

"ہمیں کیا خبر تھی جناب کہ اچانک صورت حال اس طرح پلٹ جائے گی۔ ہم تو اس بات کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ بہرحال سب کچھ تباہ ہونے کے بعد یہ بات اطمینان کے قابل ہے کہ سیکرٹ سروس بھی ساتھ ہی تباہ ہو گئی ہے۔ خاص طور پر عمران کی موت تو اس ملک کی کمر توڑ کر رکھ دے گی" ——

ظلیپر نے جواب دیا۔

"ہاں یہ تو ہے مگر پھر بھی، بہرحال میں فوراً اپنے ملک سے رابطہ قائم کر کے مشن کی ناکامی کی اطلاع دے دوں۔ ایسا نہ ہو کہ تین دن بعد وہ فوجی کارروائی شروع کر دیں اور ہمیں مزید نقصان اٹھانا پڑے"

مگر اس سے پہلے کہ سفیر صاحب اٹھ کر الماری سے ٹرانسمیٹر نکالتے۔ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا۔ اور دوسرے لمحے عمران اور بلیک زیرو نقاب لگائے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

"خبردار۔ اگر تم لوگوں نے حرکت کی۔ تم گھیرے جا چکے ہو" —— عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کی آواز سنتے ہی ظلیپر تیزی سے مڑا اور جب اس نے عمران کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"تم زندہ بچ گئے" ——

ظلیپر نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں —— نہ صرف میں زندہ بچ گیا ہوں بلکہ تمہارے ہیڈکوارٹر کا قرض چکانے آگیا ہوں"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو اور میرے کمرے میں بلا اجازت اسلحہ لے کر داخل ہونے کی جرأت کیسے کی۔ تم نہیں جانتے کہ میں حکومت کافرستان کا سفیر ہوں اور سفارتی قوانین کے مطابق تم میری اجازت کے بغیر سفارت خانے کی عمارت میں داخل نہیں ہو سکتے" ——

سفیر نے بڑے تلخ لہجے میں عمران اور بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے ایکسٹو کہتے ہیں۔ میں یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف ہوں اور جہاں تک اجازت کا تعلق ہے ہم دشمنوں کا سر کچلنے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ مگر اس کے باوجود تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ ہم نے باقاعدہ اجازت حاصل کر لی ہے۔ تمہارا سفارت خانہ اس وقت ملٹری کے گھیرے میں ہے۔ اور سفارت خانے کا عملہ گرفتار ہو چکا ہے" ——

بلیک زیرو نے اپنے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

"ایکسٹو" —— ظلیپر اور سفیر دونوں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ فلیپر! سفیر صاحب بے تو ایکسٹو صاحب نپٹتے رہیں گے۔ مگر تم میرے مجرم ہو"

عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ اس کی بات ختم ہوتی۔ اچانک فلیپر نے اچھل کر دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اسی لمحے عمران نے مشین گن پھینکی اور دروازے کی طرف جاتے ہوئے فلیپر پر جھپٹ پڑا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اسے گردن سے پکڑ کر گھسیٹ لیا۔

اب وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ فلیپر نے جب دیکھا کہ عمران خالی ہاتھ ہے تو اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ رینگ آئی۔ اس نے فوراً ہی دائیں طرف جھکائی دی اور پھر بڑی پھرتی سے عمران کے بائیں طرف حملہ کر دیا۔ مگر عمران ایسے داؤ پیچ اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا رہا اور پھر جیسے ہی فلیپر اس کے پاس آیا عمران نے پوری قوت سے اس کے پہلو میں مکہ مار دیا۔ اور وہ الٹ کر ایک طرف جا گرا۔

"اٹھو۔ اٹھو۔ مسٹر فلیپر تم بہت طاقتور آدمی ہو۔ قید کئے ہوئے آدمی کا گلا تک گھونٹ سکتے ہو"——

عمران نے اسے طنزیہ لہجے میں کہا اور فلیپر تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس نے دانت بھینچ لئے۔ وہ شاید ہر قیمت پر عمران کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اٹھتے ہی اس نے بجلی کی سی تیزی سے میز پر پڑا ہوا پیپر ویٹ اٹھایا اور پھر پوری قوت سے عمران پر پھینک دیا۔ پیپر ویٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر گولی کی طرح عمران کی طرف بڑھا مگر عمران نے اپنا سر نیچے کر لیا اور اسی لمحے فلیپر نے عمران پر چھلانگ لگا دی اور وہ عمران کو رگیدتا ہوا دور تک چلا گیا۔ نیچے گرتے

ہی فلیپر نے پوری قوت سے اپنی ہتھیلی کا وار عمران کی گردن پر کرنا چاہا مگر عمران بجلی کی سی تیزی سے قلابازی کھا گیا اور دوسرے ہی لمحے اس نے لیٹے ہی لیٹے اپنی لات پوری قوت سے فلیپر کے پہلو پر مار دی اور فلیپر کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو چکا تھا۔ پھر جیسے ہی فلیپر اٹھا عمران کا ہاتھ گھوم گیا۔ اور کمرہ چٹاخ کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔

عمران کا بھرپور تھپڑ فلیپر کے چہرے پر پڑا تھا اور وہ اچھل کر دو فٹ دور جا گرا تھا۔

"اٹھو"—— عمران نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

فلیپر کا گال ایک ہی تھپڑ سے پھٹ گیا تھا۔ فلیپر نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی اور عمران کا بایاں ہاتھ گھوما اور اس بار فلیپر کا دوسرا گال بھی پھٹ گیا۔ فلیپر نے تیسری بار اٹھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ اس نے ہاتھ باندھ لئے اور گھگھیا کر کہنے لگا۔

"مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ اصل مجرم یہ سفیر اور ڈاکٹر براؤن تھے"

عمران نے اسے گریبان سے پکڑا اور اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے دونوں گالوں سے خون بہہ رہا تھا۔

"جلدی بتاؤ اس مشن کے تمام کاغذات کہاں ہیں"

عمران نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"سفیر صاحب کی خفیہ الماری میں"—— فلیپر نے جواب دیا۔

اسی لمحے سر سلطان بھی دیگر اعلیٰ حکام کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے اور عمران نے فلیپر کو کیس کی تمام تفصیلات بتانے کے لئے کہا۔

فلیپر دو تھپڑ کھا کر ہی ہمت ہار بیٹھا تھا۔ اس نے مشن کی تمام تفصیلات لفظ بہ لفظ بتا دیں اور اپنے دیگر اڈوں کے متعلق بھی بتا دیا۔

سرسلطان اور دیگر اعلیٰ حکام یہ تفصیلات سن کر ہکے بکے رہ گئے۔ ان کے تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ان کے ملک کے خلاف اتنی خوفناک سازش بھی ہوسکتی ہے۔ اگر ایجنسی اس معاملے میں نہ پڑتا تو یہ ملک یقیناً تباہ ہوچکا ہوتا اور وہ اسے خدائی عذاب سمجھ کر چپ چاپ موت کے منہ میں چلے جاتے۔

پھر سفیر صاحب کے کمرے کی تلاشی سے اس مشن کے تمام کاغذات بھی مل گئے۔ اب حکومت کافرستان اس سازش کی ذمہ داری سے انکار نہیں کرسکتی تھی۔

"اب تم چھٹی کرو"——

عمران نے فلیپر سے کہا۔

"اسے کچھ مت کہو۔ یہ قانون کا مجرم ہے"——

سرسلطان نے عمران سے مخاطب ہوکر کہا۔

"آپ خاموش رہیں۔ میں ملک دشمنوں کو قانون کی بجائے اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتارنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ قانون تو انہیں واپس ان کے ملک بھی بھیج سکتا ہے مگر ایسے سانپوں کو معاف کرنے کا میں عادی نہیں ہوں"

عمران نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے اس نے فلیپر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور پھر فلیپر کی ہذیانی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

عمران کسی ماہر قصائی کی طرح اس کی ہڈیاں توڑتا چلا گیا۔ سرسلطان دانت بھینچے کھڑے رہے۔

"یہ ظلم ہے۔ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے"——

سفیر نے چیخ کر کہا۔

"شٹ اپ—— جب تم اس ملک کے کروڑوں بے گناہوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس وقت تمہیں ظلم یاد نہیں آیا تھا"——

بلیک زیرو نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ سفیر کو جھرجھری آگئی۔

عمران نے فلیپر کی دونوں ٹانگوں اور دونوں بازوؤں کی ہڈیاں توڑ ڈالیں اور فلیپر بری طرح تڑپ رہا تھا۔

پھر عمران نے زمین پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اور اس نے فلیپر پر گولیوں کی بارش کردی۔ اس نے اس وقت تک ٹریگر دبائے رکھا جب تک مشین گن کا میگزین ختم نہیں ہوگیا۔

فلیپر کا پورا جسم گولیوں سے چھلنی ہوگیا تھا۔

اس وقت عمران کے چہرے پر اتنی وحشت تھی کہ سرسلطان کے جسم میں بھی خوف کی لہریں دوڑ گئیں۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس احمق اور مسخرے عمران کو اس نئے اور بھیانک روپ میں دیکھ رہے تھے۔ مگر اس وقت اس کا یہ روپ بھی انہیں پیارا لگ رہا تھا۔ کیونکہ یہ عمران ہی تھا جو بار بار ملک کو اتنی خطرناک اور خوفناک سازشوں سے بچا لیتا تھا۔

وہ سوچ رہے تھے کہ اگر ان کے ملک کے پاس عمران جیسی دولت نہ ہوتی تو یقیناً اس وقت تک ملک دشمنوں کے ہاتھوں تباہ ہوچکا ہوتا۔

ادھر عمران نے مشین گن پھینک کر بڑے اطمینان سے اپنے ہاتھ جھاڑے اور پھر سرسلطان سے مخاطب ہوکر کہا۔

"اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ میں اپنے ساتھیوں کا پتہ کرتا ہوں۔ جولیا بے چاری کہیں لنگڑی نہ ہوگئی ہو۔ بھلا لنگڑی عورت سے کون شادی کرے گا۔

"چیچ ..... چچ ..... بے چاری کا مستقبل تاریک ہو گیا" ۔۔۔۔۔

عمران کے چہرے پر دوبارہ معصومیت ابھر آئی تھی۔ اب اسے دیکھ کر محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ یہ چند لمحے پہلے والا عمران ہے جو بڑے اطمینان سے ایک آدمی کی ہڈیاں توڑنے میں مصروف تھا۔

"تمہیں جولیا کے مستقبل کی کیوں فکر پڑ گئی" ۔۔۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ جی واہ اپنی ہونے والی بیوی کے مستقبل کی مجھے فکر نہیں ہو گی تو اور کسے ہو گی" ۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اچانک چونک کر سر سلطان سے التجائیہ لہجے میں کہا۔

"مگر ڈیڈی کو نہ بتلائیے ورنہ وہ میرا بھی مستقبل تاریک کر دیں گے" ۔۔۔۔۔

عمران نے باقاعدہ خوفزدہ ہونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا اور سر سلطان کا بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

دوسرے آفیسر بھی مسکرا دیئے۔

اور عمران جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

ختم شد